امام ابو حنیفہؒ تابعی ہیں (علامہ معلّمی رئیس احمد سلفی اور زبیر علی زئی کو جواب) ☆ امام ابو محمد الحارثی کذاب نہیں ہیں۔ (زبیر علی زئی کے مضمون کا تنقیدی جائزہ)

☆ کیا سماک بن حرب کی روایت عکرمہ کے ساتھ ہی مضطرب ہے؟ (کفایت اللہ سنابلی کو جواب)

ALIJMA FOUNDATION

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

نوٹ: حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں، اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کی بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر، اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے ،ورنہ ملکی اورعالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام اعظم امام ابو حنیفہؒ تابعی ہیں۔(معلمیؒ، رئیس احمد سلفی اور زبیر علی زئی کو جواب)

تحقیق: حافظ ظہور احمد الحسینی مدظلہ

ترتیب وحاشیہ: مفتی ابن اسماعیل المدنی

امام اعظمؒ کی تابعیت پر خود آپ کی اپنی تصریح

امام اعظمؒ کے تابعی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنے تابعی ہونے کی تصریح خود فرمائی ہے۔چنانچہ امام حسین بن علی صیمریؒ(م ۴۳۶ھ)،امام خطیب بغدادیؒ(م ۴۶۳ھ)اور امام ابن عبد البر مالکیؒ(م ۴۶۳ھ)وغیرہ محدثین نے بسند متصل خود آپ کا اپنا بیان نقل کیا ہے ،جس میں آپ نے استخراج مسائل سے متعلق اپنا نقطہء نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''آخذ بکتاب اللہ فما لم اجد فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان لم اجد فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذت بقول اصحابہ آخذ بقول من شئت منھم وادع من شئت منھم ولا اخرج من قولھم الی قول غیرھم فاذا انتھی الامر، او جاء الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن المسیب وعدد رجالا فقوم اجتھدوا فاجتھد کما اجتھدوا۔''

میں (کسی بھی شرعی مسئلے کا حل)کتاب اللہ (قرآن مجید)سے لیتا ہوں اگر اس کا حل قرآن مجید میں نہیں پاتا تو پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتا ہوں اور اگر مجھے اس مسئلے کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے نہیں ملتا تو پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کو لیتا ہوں اور ان میں سے (جس کا قول مجھے راجح معلوم ہوتا ہے اس کو لے لیتا ہوں اور ان میں سے جس کا قول مرجوح معلوم ہوتا ہے اس کو چھوڑ دیتا ہوں) لیکن صحابہ کے آثار کی موجودگی میں کسی غیر صحابی کا قول نہیں لیتا ہوں اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، عطا ابن ابی رباحؒ، سعید بن المسیبؒ اور ان جیسے دیگر تابعین تک پہنچ جائے (تو چونکہ وہ

بھی میری طرح مجتہدین تھے ، لہذا) جیسے انھوں نے اجتہاد کیا ، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔ **(أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ص ۲۴، تاريخ بغداد: ج ۱۳ : ص ۳۶۵، الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء: ص ۱۴۳ - ۱۴۴)**[1]

ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا : **"فاذا جاء عن التابعين زاحمتهم"** جب کوئی مسئلہ تابعین سے آتا ہے تو میں ان کا مقابلہ کرتا ہوں۔ **(أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ص ۲۴، فضائل ابی حنیفه واخباره و مناقبه: ۲۱۴)**[2]

---

[1] **تاریخ بغداد: ج ۱۳ : ص ۳۶۵ میں** امام خطیب البغدادیؒ **(م ۴۶۳ھ)** نے اس کی سند اس طرح بیان کی ہیں :

أخبرنا أبو سعيد محمد بن موسى بن الفضل الصيرفي، حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم، حدثنا محمد بن إسحاق الصاغاني، حدثنا يحيى بن

أخبرنا أبو سعيد محمد بن موسى بن الفضل الصيرفي، حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم، حدثنا محمد بن إسحاق الصاغاني، حدثنا يحيى بن

معين قال: سمعت عبيد بن أبي قرة يقول: سمعت يحيى بن ضريس يقول..

أبو سعید محمد بن موسی بن الفضل الصیرفیؒ **(م ۴۲۱ھ)** **ثقہ ہیں۔(تاريخ الإسلام: ج ۹ : ص ۳۶۹)**، أبو العباس محمد بن یعقوب الأصم **(م ۳۴۶ھ)** **بھی ثقہ ہیں۔** **(الروض الباسم في تراجم شيوخ الحاكم: ج ۲ : ص ۱۲۸۱)**، محمد بن إسحاق الصاغانیؒ **(م ۲۷۰ھ)** ثقہ ثبت راوی ہیں۔ **(تقريب: رقم ۵۷۲۱)**، امام یحیی بن معینؒ **(م ۲۳۳ھ)** **تو** ثقة حافظ مشهور إمام الجرح و التعديل ہیں۔ **(تقريب: رقم ۷۶۵۱)**، عبید بن أبي قرة البغدادیؒ بھی ثقہ اور صدوق ہیں۔ **(كتاب الثقات للقاسم: ج ۷ : ص ۵۴)**، یحیی بن ضریسؒ کو امام یحیی بن معینؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تاريخ ابن معين رواية عثمان الدارمي: رقم ۸۶۷) لہذا یہ سند صحیح ہے۔

امام ابو عبد اللہ الصیمریؒ **(م ۴۳۶ھ)** کے الفاظ یہ ہیں :

حدثنا أبو الحسن علي بن الحسن الرازي قال ثنا أبو عبد الله الزعفراني قال ثنا أحمد بن أبي خيثمة قال سمعت يحيى بن معين يقول حدثني عبيد بن أبي قرة قال سمعت يحيى بن الضريس قال شهدت سفيان الثوري و أتاه رجل له مقدار في العلم و العبادة فقال له يا ابا عبد الله ما تنقم على أبي حنيفة قال و ما له قال سمعته يقول قولا فيه إنصاف و حجة أني آخذ بكتاب الله إذا وجدته فلما لم اجده فيه اخذت بسنة رسول الله و الآثار الصحاح عنه التي فشت في أيدي الثقات عن الثقات فإذا لم اجد في كتاب الله و لا سنة رسول الله أخذت بقول أصحابه من شئت و أدع قول من شئت ثم لا أخرج عن قولهم إلى قول غيرهم فإذا انتهى الأمر إلى ابراهيم و الشعبي و الحسن و ابن سيرين و سعيد بن المسيب و عدد رجالا قد اجتهدوا فلي أن أجتهد كما اجتهدوا . **(أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ص ۲۴)** ابو الحسن علی بن الحسن الرازیؒ راجح قول میں ثقہ ہیں۔ **(لسان الميزان : ج ۴ : ص ۲۱۶)**، ابو عبد اللہ الزعفرانیؒ **(م ۳۷۳ھ)** بھی ثقہ ہیں۔ **(كتاب الثقات للقاسم : ج ۸ : ص ۲۵۱)**، حافظ احمد بن ابی خیثمہؒ **(م ۲۷۹ھ)** بھی مشہور امام، حافظ اور ثقہ مامون ہیں۔ **(تاريخ الإسلام : ج ۶ : ص ۴۸۱)**، باقی رواۃ کی تفصیل گزر چکی۔ یہ سند بھی صحیح ہے۔ اور الانتقاء والی سند بھی صحیح ہے۔

[2] اخبار أبي حنيفة و أصحابه کی سند میں دو راوی کمزور ہیں لیکن فضائل ابی حنیفه واخباره و مناقبه کی سند ثابت ہے۔ ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی العوامؒ **(م ۵۴۰ھ)** فرماتے ہیں :

حدثنی ابی (یعنی محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی العوامؒ) قال: حدثنی ابی (عبد اللہ بن محمد بن ابی العوامؒ صاحب کتاب) : حدثنی محمد بن احمد بن حماد قال: حدثني يعقوب بن اسحاق قال: سمعت محمود بن غيلان قال: ثنا علي بن الحسن بن شقيق قال: سمعت ابا حمزة السكري يقول: سمعت ابا حنيفة يقول: اذا جاء الحديث الصحيح الاسناد عن النبی ﷺ اخذنا به، و اذا جاء عن اصحابه تخيرنا، و لم نخرج من قولهم، و اذا جاء عن التابعين زاحمناهم۔

ترجمہ: اگر نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ کوئی حدیث ہم تک پہنچتی ہے تو ہم اسے لے لیتے ہیں، اگر آپ کے صحابہ کرام سے منقول ہو تو ان میں سے کسی ایک کے قول کا انتخاب کرتے ہیں، مگر ان کے قول سے باہر نہیں نکلتے، اور جب تابعین کا قول آجاتا ہے تو (اجتہاد کرنے میں) ہم ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔

رواۃ کی تفصیل یہ ہیں: الامام الحافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی العوامؒ (م۳۳۵ھ) صاحب کتاب فضائل ابی حنیفہ واخبارہ ومناقبہ ثقہ اور ثبت ہیں۔

اعتراض: رئیس احمد سلفی صاحب الامام الحافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی العوامؒ (م۳۳۵ھ) کو، ان بیٹے اور پوتے کو مجہول قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'مگر یہ تینوں دادا، پوتا اور بیٹا مجہول ہیں۔ **(اللمحات: ج۱: ص۱۵۰)** ، زبیر علی زئی صاحب اور معلمی صاحب نے بھی قریب قریب یہی دعوی کیا ہیں۔ **(مقالات: ج۴: ص۳۲۰-۳۲۲، تنکیل: ج۱: ص۲۰)**

الجواب: امام عبد اللہ بن محمد بن ابی العوامؒ (م۳۳۵ھ) کے بیٹے اور پوتے کا ذکر آگے آرہا ہیں۔ لیکن جہاں تک امام صاحبؒ کی بات ہے تو امام محمد بن یوسف الصالحی الدمشقیؒ (م۹۴۲ھ) نے آپؒ کو ثقہ اور ثبت قرار دیا ہے۔ **(عقد الجمان: ص۴۹)** حافظ عبد القادر القرشیؒ (م۷۷۵ھ) الامام، القاضی الکبیر، العالم اور الفاضل کہتے ہیں۔ **(الجواھر المضیۃ: ج۱: ص۱۰۶، ۲۸۲، ۱۰۸)**

معلوم ہوا کہ امام عبد اللہ بن محمد بن ابی العوامؒ (م۳۳۵ھ) ثقہ اور ثبت ہیں اور معلمی، رئیس سلفی اور علی زئی کا اعتراض مردود ہے۔

نوٹ: ممکن ہے کہ یہاں پر کوئی کہے امام عبداللہ بن ابی العوامؒ (م۳۳۵ھ) کی توثیق معتبر نہیں ہے کیونکہ ان کی توثیق صدیوں بعد پیدا ہونے والے امام محمد بن یوسف صالحی الدمشقیؒ (م۹۴۲ھ) نے کی ہے، یعنی یہ راوی امام عبداللہ بن ابی العوام کئی صدیوں تک مجہول تھے۔

تو عرض ہے کہ :

اول تو حافظ محمد بن یوسف الصالحیؒ (م۹۴۲ھ) بذات خود بہت بڑے شیخ، عالم، امام، محدث، مؤرخ، متبع سنت، خاتم المحدثین اور ثقہ حافظ ہیں۔ **(شذرات الذھب: ج۱۰: ص۳۵۳-۳۵۴، فہرس الفھارس لعبدالحی الکتانی: ج۲: ص۱۰۶۳، الرسالۃ المستطرفۃ: ص۱۹۹)** لہذا ان کی بات کا انکار باطل و مردود ہے۔

دوم جہاں تک صدیوں کے بعد پیدا ہونے والے عالم کی توثیق کرنے کی بات ہے، تو خود زبیر علی زئی صاحب جزء رفع الیدین کے راوی محمود بن اسحق الخزاعیؒ کی توثیق ثابت کرنے کے لئے، پہلا نام حافظ ابن حجرؒ (م۸۵۲ھ) کا دیا ہے، **(نور العینین: ص۵۲۶)** حالانکہ بالاتفاق محمود الخزاعیؒ کی وفات کے کئی صدی بعد حافظؒ پیدا ہوئے ہیں۔

تو کیا یہاں بھی محمود الخزاعیؒ کے سلسلے میں (بقول غیر مقلدین) حافظ ابن حجرؒ کی توثیق معتبر نہیں ہوگی؟ کیا یہاں بھی غیر مقلدین کہہ سکتے ہیں کہ محمود بن اسحق الخزاعیؒ صدیوں تک مجہول تھے؟ آخر یہ دوغلی پالیسی کب تک چلے گی؟

مزید ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ امام عبداللہ بن ابی العوامؒ (م۳۳۵ھ) کی توثیق علماء نے کی ہے، ان کو ثقہ اور مضبوط بتایا ہے۔ مگر جزرفع الیدین کے راوی محمود بن اسحق الخزاعیؒ کی توثیق کسی بھی عالم نے نہیں کی ہے۔ بلکہ ابن حجرؒ کا حوالہ بھی غیر مقلدین کے اصول کی روشنی میں بیکار ہے۔ **(تفصیل کیلئے دیکھئے الاجماع: شمارہ نمبر ۱ صفحہ ۴۱)**

لہذا یہ راوی تو اہل حدیث کے اپنے اصول کی روشنی میں مجہول ہی ہے جس کی وجہ خود ان کے اصول کی روشنی میں جزء رفع الیدین اور جزء قراءت امام بخاریؒ سے ثابت نہیں ہے۔ (اس پر مزید تفصیل آگے آرہی ہے) لہذا یہ وسوسہ ہی باطل ہے اور بلا شک و شبہ امام عبداللہ بن ابی العوامؒ (م۳۳۵ھ) ثقہ اور ثبت ہیں۔

دوسرے راوی محمد بن احمد بن حماد ہیں، جو کہ امام الحافظ ابوالبشر الدولابیؒ (م۳۱۰ھ) کے نام سے مشہور ہیں۔

اعتراض: رئیس احمد ندوی حافظ ابو البشر الدولابی کو غیر ثقہ اور کذاب کہتے ہیں۔(**اللمحات: ج ۵: ص ۵۰۸**) زبیر علی زئی صاحب نے بھی امام دولابی (م ۳۱۰ھ) کو ضعیف کہتے ہیں۔(**مقالات: ج ۱: ص ۴۵۳**)

الجواب: امام ابوالبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (**م ۳۱۰ھ**) جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

امام دارقطنی (**م ۳۸۵ھ**) فرماتے ہیں کہ "تکلمو افیہ وماتبین من أمرہ الا خیراً" ان کے بارے میں کلام کیا گیا ہے، ان کے معاملے سے صرف خیر ہی واضح ہوا ہے۔یعنی وہ روایت میں معتبر ہیں۔(**سوالات سہمی رقم ۸۲**) امام ذہبی (**م ۷۴۸ھ**) نے الامام الحافظ البارع، (**سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۰۹**) اور غیر مقلدین کے نزدیک کیسی راوی کو 'حافظ' کہنا اور ثقہ کہنے کے برابر بلکہ اس سے اعلیٰ ہے۔(**علوم الحدیث مطالعہ و تعارف: ص ۲۸۷، انوار البدر: ص ۶۸**) امام ابن خلکان (**م ۶۸۱ھ**) فرماتے ہیں کہ "کان عالما بالحدیث و الاخبار و التواریخ اعتمد علیہ ارباب ھذا الفن فی النقل فی ھذا الشان و کان حسن التصنیف و ممن یرجع الیہ"۔(**وفات الاعیان ج ۴ ص ۶۸۱**) امام الحافظ قاسم بن قطلوبغا (**م ۸۷۹ھ**) نے آپ کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔امام مسلمہ بن قاسم (**م ۳۵۳ھ**) فرماتے ہیں کہ "کان ابوہ من اھل العلم بالحدیث و الروایۃ مقدما فیہ و کان مسکنہ بدولاب من ارض بغداد، ثم خرج ابنہ محمد بن احمد عنہا طالبا للحدیث و الاثر فأکثر الروایۃ و جالس العلماء و تفقہ لابی حنیفۃ، و جر دلہ فأکثر، و کان مقدما فی الروایۃ و العلم بالاثار و معرفۃ الاخبار و لہ کتب مؤلفۃ"۔ (**کتاب الثقات للقاسم ج ۸ ص ۱۲۳**)

امام ابو نعیم (**م ۴۳۰ھ**) امام ابن قطان (**م ۶۲۸ھ**) اور امام ضیاء الدین مقدسی (**م ۶۴۳ھ**) نے آپ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(**مستخرج ابو نعیم علی صحیح مسلم: رقم الحدیث ۸۳۵، بیان الوہم ج ۵ ص ۵۹۳، احادیث المختارہ ج ۷ ص ۱۲۰، ج ۱۳ ص ۵۴**) اور محدثین کا کسی حدیث کو صحیح کہنا غیر مقلدین کے نزدیک اس روایت روایت کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔(**انوار البدر: ص ۲۴۶-۲۴۷، وغیرہ**) امام سیوطی (**م ۹۱۱ھ**) 'الحافظ العالم' کہتے ہیں۔اور امام ابن ابی حاتم الرازی (**م ۳۲۷ھ**) نے ان سے روایت کی ہے۔اور غیر مقلدین کے نزدیک امام ابن ابی حاتم صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔(**طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۳۲۱، انوار البدر ص ۱۲۴**) اور غیر مقلد عالم أبو الطیب نائف بن صلاح بھی ان کو ثقہ، حسن التصنیف کہتے ہیں۔(ارشاد القاضی و الدانی الی تراجم شیوخ الطبرانی صفحہ: ص ۴۸۸)

معلوم ہوا کہ امام ابو البشر الدولابی (**م ۳۱۰ھ**) جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں اور ان پر جرح مردود ہے۔

تیسرے راوی یعقوب بن اسحق ہیں، جن کا پورا نام یعقوب بن اسحق بن ابی اسرائیل ہے، جن کے بارے میں امام دارقطنی (**م ۳۸۵ھ**) نے کہا ہے لابأس بہ ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔(**سوالات حاکم للدارقطنی: رقم ۲۴۴**)

چوتھے راوی محمود بن غیلان (**م ۲۳۹ھ**) ہیں جو کہ صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔(**تقریب رقم: ۶۵۱۶**)

پانچویں راوی علی بن حسن بن شقیق (**م ۲۱۵ھ**) بھی بخاری اور مسلم کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔(**تقریب رقم: ۴۷۰۱**) ان کے شیخ ابو حمزہ سکری بھی ثقہ راوی ہیں۔(**تقریب رقم: ۶۳۴۸**)، امام اعظم ابو حنیفہ (**م ۱۵۰ھ**) کی توثیق کے لئے دیکھئے: (**امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام: ص ۳۲۳**)

معلوم ہوا کہ اس سند کے سارے روی ثقہ ہیں اور یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔

نوٹ:

کتاب "مناقب أبی حنیفہ مناقبہ و اخبارہ" میں تقریباً ہر حدیث سے پہلے "حدثنی ابی قال حدثنی ابی" موجود ہے یہ در اصل کتاب کے ایک راوی ابو العباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوام (**م ۳۵۴ھ**) کا قول ہے کہ

''حدثنی ابی''یعنی محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوام ''قال حدثنی ابی''یعنی عبداللہ بن محمد بن ابی العوام **(م ۳۳۵ھ)** صاحب کتاب فضائل ابی حنیفۃ مناقبہ واخبارہ۔

ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوام اور محمد بن عبداللہ بن ابی العوام کی توثیق:

بعض لوگ انتہائی تعصب میں آکر کہتے ہیں کہ یہ کتاب امام عبداللہ بن محمد بن ابی العوامؒ **(م ۳۳۵ھ)** سے ثابت نہیں ہے۔کیونکہ اسکی سند میں یہ دونوں راوی مجہول ہیں۔حالانکہ ان حضرات کے بارے میں حافظ عبدالقادر القرشیؒ **(م ۷۷۵ھ)** فرماتے ہیں ''من بیت العلماء الفضلاء'' یہ لوگ علماءوفضلاء کے گھرانے سے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوام اور محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوام روایت میں صدوق ہیں ۔کیونکہ

(۱)ان پر کسی امام یا محدث نے جرح نہیں کی ہے۔

(۲)حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی العوامؒ**(م ۳۳۵ھ)**کی کتاب''فضائل ابی حنیفۃ مناقبہ واخبارہ''کو امت نے قبول کیا ہے۔ **(مناقب الامام ابی حنیفۃ للذہبیؒ:ص۲۲،الاصابہ لابن حجرؒ ج ۴:ص ۱۱۱،''رفع الاصر عن قضاۃ مصر''لابن حجرؒ:ص۴۷،کشف الظنون للامام حاجی خلیفہ :ج ۲:ص ۱۸۳۸-۱۸۳۹)**

اہل حدیث حضرات کے لئے لمحہ فکریہ :

ایک دوسری کتاب علل ترمذی کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ کتاب العلل الکبیر امام ترمذیؒ سے ثابت ہی نہیں ہے ،اس کا راوی ابو حامد مجہول الحال ہے **(ماہنامہ الحدیث شمارہ :۱۰۲ص ۲۷)** لیکن چونکہ اس کتاب**''علل ترمذی ''**میں اہل حدیث محقق کفایت اللہ صاحب کے مسلک کی تائید میں کچھ باتیں تھیں ،اس لئے اس کتاب کا نقل کرنے والا راوی اگرچہ (بقول زئی صاحب)مجہول الحال تھا لیکن پھر بھی کفایت صاحب کہنے لگے :

یہ کتاب ہماری نظر میں امام ترمذیؒ کی یہ ثابت ہے ہمارے ناقص علم کے مطابق اہل علم میں سے کسی نے بھی اس کتاب کا انکار نہیں کیا ہے ،نیز ابو حامد التاجر کو مجہول کہنا بھی غلط ہے ،اور کتاب کے ثبوت اور عدم ثبوت کے متعلق علامہ البانیؒ نے جو اصول پیش کیا ہے وہی راجح ہے۔**(یزید بن معاویہ پر الزامات کا جائزہ :ص ۱۱۴)**

البانی صاحب کا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی کتاب مشہور ہو اور اہل علم کے ہاتھوں میں عام ہو اور اہل علم نے اس پر اعتماد کیا ہو ،اس طرح کی کتابوں کے سلسلے میں (کتاب کی سند مجہول ہونے کو یا سند کے راوی کے معتبر ہونے کی) کوئی شرط نہیں لگائی جائے گی۔**(یزید بن معاویہ پر الزامات کا جائزہ: ص ۳۶۳)**

خود کفایت صاحب نے بھی امام بلاذریؒ**(م ۲۷۹ھ)**کی کتاب ''انساب الاشراف '' جس کی سند بھی مجہول ہے اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ مستند محدثین نے س پر اعتماد کیا ہے اور اس سے بطور حجت روایت نقل کی ہے۔**(یزید بن معاویہؓ پر الزامات کا جائزہ:ص ۳۶۲)**

لہذجب کتاب علل ترمذی اہل حدیث حضرات کے نزدیک اس لئے معتبر ہو سکتی ہے ،کیونکہ اہل علم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور وہ کتاب ان کے یہاں مشہور ہے ،اگرچہ اس میں ایک راوی (بقول علی زئی)مجہول الحال ہے ،لیکن پھر بھی وہ کتاب اہل حدیثوں کے نزدک قابل قبول ہے۔

تو پھر یہ کتاب "فضائل ابی حنیفہ مناقبہ واخبارہ" کیوں نہیں معتبر ہو سکتی ؟جبکہ یہ کتاب بھی اہل علم کے درمیان مشہور ہے اور اہل علم نے اس پر اعتماد بھی کیا ہے۔

چنانچہ امام ذہبیؒ **(م ۷۴۸ھ)** باحتجاج 'فضائل ابو حنیفہ مناقبہ واخبارہ' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :**وقال ابن ابی العوام القاضی فی فضائل ابی حنیفہ: ثنا الطحاوی، ثنا أحمد بن ابی عمران، ثنا محمد بن شجاع، عن الحسن بن زیاد، عن أبی حنیفة قال ربما قرأت فی رکعتی الفجر حزبین من القرآن۔ (مناقب امام اعظم: ص ۲۲)**

اسی طرح ابن حجر عسقلانیؒ **(م ۸۵۲ھ)** **"الاصابہ: ج۴: ص ۱۱۱"** پر عبداللہ بن شعیبؓ کا ترجمہ بطور دلیل نقل کرتے ہیں کہ **"عبداللہ بن شعیب، قرأت بخط مغلطائی، قال أخرج ابن ابی العوام فی مناقب ابی حنیفة من طریق أبی اسامة عنه، عن رشدین، عن طارق بن شهاب، عن عبداللہ بن شعیب، عن النبی ﷺ قال: افضل الاعمال العج والثج۔"**

نیز دیکھئے 'رفع الاصر عن قضاۃ مصر' لابن حجر عسقلانیؒ ص ۷۴، کشف الظنون للامام حاجی خلیفہ ج ۲ ص ۱۸۳۸،۱۸۳۹۔

معلوم ہوا کہ یہ کتاب 'فضائل ابی حنیفہ مناقبہ واخبارہ' خود اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں ثابت ہے۔والحمد للہ علی ذلک۔

لیکن اگر کوئی غیر مقلد یا اہل حدیث اس کتاب کا انکار کرتا ہے تو اسے چاہئیے کہ :

(۱)علل ترمذی کا بھی انکار کرے۔

(۲) سوالات ابو عبید الآجری

(۳) الانساب الاشراف للامام بلاذری

(۴) غنیۃ الطالبین کا بھی انکار کرے ،کیونکہ ان ۳ کتابوں کی سند ہی موجود نہیں ہے۔

(۵) جزء رفع الیدین للبخاری اس کتاب کی سند میں ایک راوی محمود بن اسحق الخزاعیؒ مجہول ہے۔

(۶) جزء قراء ت خلف الامام کی سند میں بھی محمود بن اسحقؒ مجہول ہے۔

(۷) کتاب 'الضعفاء الصغیر للامام بخاری' کی سند میں ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عبداللہ بن الحسین الفارانی، مجہول راوی ہے۔

(۸) امام لالکائیؒ **(م ۴۱۸ھ)** کی کتاب "شرح اعتقاد اصول اہل السنۃ "کی سند میں ایک راوی بقول زئی صاحب کے کذاب ہے۔**(مشہور واقعات کی حقیقت :ص ۴۵)**

اگر غیر مقلدین ان کتابوں کا انکار نہیں کرتے ،تو آخر کیوں ؟جو جواب وہ ان کتابوں کا دیں گے وہی جواب ہمارا کتاب "فضائل ابی حنیفہ مناقبہ واخبارہ" کے بارے میں بھی ہو گا۔

اس بیان میں امام عالی شان صاف تصریح فرمادی ہے کہ آپ علم واجتہاد میں ان نامور تابعین مجتہدین کے ہم پایہ ہیں ، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مجتہد بھی ہیں اور تابعی بھی ہیں ، کیونکہ تابعین مجتہدین کی مزاحمت وہی کرسکتا ہے جو ان ہی کی طرح اجتہاد اور مقام تابعیت پر فائز ہو۔

نیز تعجب ہے کہ زبیر علی زئی کتاب الضعفاء الصغیر کی سند کی تحقیق میں تسلیم کرتے ہیں کہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عبداللہ بن الحسین الفارانی کا انہیں ترجمہ نہیں ملا۔ پھر بھی موصوف نے ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عبداللہ بن الحسین الفارانی کو صدوق قرار دیا ہے۔**(تحفۃ الاقویاء ص ۹)**

آخر ایسا کیوں ؟؟؟؟؟

اسی طرح معلمیؒ **(م۱۳۸۶ھ)** ایک مجہول الحال راوی محمود بن اسحق الخزاعی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "**اذاکان اھل العلم قد وثقوھما وثبتوھما ولم یتکلم احد منھم فیھما فما ذا ینفعک ان تقول لا تثق بھما؟**" جب اہل علم نے ان دونوں (احمد بن محمد بن الحسین الرازی اور محمود بن اسحق بن محمود القواس البخاری) کو ثقہ اور ثبت قرار دیا ہے کسی ایک نے بھی ان پر کوئی کلام نہیں کیا ہے ،تو تمہارا یہ کہنا کہ ہم ان پر اعتماد نہیں کرتے ،کیا فائدہ دیگا ؟**(التنکیل :ج ۲:ص ۷۱)**

حالانکہ محمودبن اسحق بن محمودالقواس بخاریؒ کو کسی ایک محدث نے بھی ثقہ یا ثبت نہیں کہا ہے ،یہاں پر معلمی صاحب نے ان کو ثقہ وثبت اسلئے قرار دیا ہے کیونکہ ان سے مروی کتاب جزء رفع الیدین اور جزء القراء ت پر اہل علم نے اعتماد کیا ہے۔

عجیب دوغلی پالیسی ہے ؟؟کیونکہ اہل علم نے ابو العباس احمد بن محمدبن محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوام اور محمدبن عبداللہ بن محمد بن ابی العوامؒ سے مروی کتاب فضائل ابی حنیفہ مناقبہ واخبارہ پر بھی اعتماد کیا ہے ، جیسا کہ حوالے گذرچکے۔لیکن ان دونوں کو معلمی صاحب نے مجہول قرار دیا ہے۔**(جلد ۱ ص ۲۰)**

الغرض جب جزء رفع الیدین اور جزء القراء ت کا راوی صرف اس وجہ سے مقبول ہو سکتا ہے کہ اس کی مروی کتاب پر اہل علم نے اعتماد کیا ہے اور وہ ان کے یہاں مشہور ہے۔

تو پھر ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوامؒ **(م۴۵۴ھ)** اور محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوام بھی مقبول ہیں،کیونکہ ان سے مروی کتاب پر بھی اہل علم نے اعتماد کیا ہے،اور ان سے مروی کتاب اہل علم کے یہاں مشہور ومعروف ہے۔

لہٰذا معلمیؒ،رئیس سلفی اور زبیر علی زئی کا ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوام اور محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی العوام پر مجہول ہونے کا اعتراض مردود ہے ،اور یہ دونوں حضرات صدوق ہیں اور یہ کتاب بلا شک وشبہہ امام عبداللہ بن محمد بن ابی العوام **(م۳۳۵ھ)** کی ہے اور ابن ابی العوام بھی ثقہ ہیں۔

پھر اس پوری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کی بنیاد صرف صحیح حدیثوں پر ہے۔الحمد للہ

جلیل المرتبت محدث وفقیہ امام حافظ الدین محمد کردری ؒ(م ۸۲۷ھ)[3] نے بھی امام اعظم ؒ کے مذکورہ بالا بیان سے یہی استدلال کیا ہے۔**(مناقب ابی حنیفہ للکردری ص ۲۵،۲۶،۳۵)**

امام اعظم ؒکی تابعیت پر دیگر محدثین کی تصریحات :

امام اعظم ابو حنیفہ ؒکی اپنی تصریح کے علاوہ محدثین کی ایک بڑی تعداد نے بھی کھلے لفظوں میں آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے ،اور یہ وہ محدثین ہیں کہ جو اپنی علمیت ثقاہت اور ورع وتقوی میں شہرہء آفاق ہیں،ان اجلہ ء محدثین میں سے بعض کی تصریحات درج ذیل ہیں :

(۱) امام مجد الدین ابوالسعادات مبارک ابن الاثیر الجزریؒ **(م۶۰۶ھ)** جو کہ جامع الاصول اور غریب الحدیث وغیرہ جیسی کتب نافعہ کے مصنف اور بتصریح ذہبی ؒ الرئیس العلامہ،البارع الاوحد اور بلیغ تھے، **(سیر اعلام النبلاء:ج۲۱ :ص ۴۸۸)** نے امام ابو حنیفہ ؒکے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ **"وابو حنیفۃ تابعی بلا خلاف"** امام ابو حنیفہ ؒکے تابعی ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ **(المختار من مناقب الاخیار:ج۳:ص۲۹۹)**

(۲) امام ابو احمد محمد بن احمد الحاکم الکبیرؒ(م **۳۷۸ھ)** جو کہ محدث خراسان الامام الحافظ المجتہد تھے **(تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ :ج۳:ص۱۲۳)**نے امام صاحب کے ترجمے میں لکھا ہے **"نشأ بالکوفۃ ومات ببغداد ویعد فی التابعین"** آپ نے کوفہ میں پرورش پائی اور بغداد میں فوت ہوئے اور آپ کا شمار تابعین میں ہوتاہے۔ **(کتاب الاسامی والکنی:ج۴:ص۱۷۵)**

(۳) امام محمد بن اسحق المعروف بابن الندیمؒ **(م ۳۸۵ھ)** جو کہ قدیم مؤرخ ہیں ،امام ابن الساعیؒ(م۶۷۴ھ)اور امام یاقوت الحمویؒ(م۶۲۶ھ) نے ان کی وسعت علمی کی بہت تعریف کی ہے۔ **(الدر الثمین فی اسماء المصنفین:ص۱۹۳، معجم الادباء :ج۵:ص۲۲۷)**

---

[3] امام حافظ الدین محمد کردری ؒ**(م ۸۲۷ھ)** کا پورانام حافظ الدین محمد بن محمد بن شهاب بن يوسف الكردري الخوارزمي ہیں۔اور بعض نے نام " محمد بن محمد حافظ الدين بن ناصر الدين العمادي الكردري الحنفي " بتایاہیں۔ مشہور البزازی کے نام سے ہے۔ آپ ؒصدوق امام ہیں۔ امام ابن تغری بردیؒ**(م ۸۷۴ھ)** آپ ؒکو " **العلامة البحر الزاخر** " کہتے ہیں۔**(المنہل الصافی:ج۲:ص۱۴۱)**، امام سخاویؒ**(م ۹۰۲ھ)** نے انہی **'العلماء والكبراء'** میں شمار کیا اور کہا کہ " **بهاء الزاخر مولانا** "۔ **(الضوء اللامع:ج۲:ص۱۹۵، ص۱۲۷)**، قاضی سعد الدین **ابن الدَّيْري** ؒ**(م ۸۶۷ھ) آپ کے بارے میں کہا کہ "أنه كان من أذكياء العالم وجامع الفتاوى"**۔ **(الضوء اللامع:ج ۱۰:ص۳۷)**، فقیہ شمس الدین ابن الغزیؒ**(م ۱۱۶۷ھ)** 'الفقیه الجلیل ' کہتے ہے۔ **(دیوان الاسلام:ج۱:ص ۲۷۰)** علامہ حاجی خلیفہ ؒ**(م ۱۰۶۷ھ)** نے آپ ؒکو 'الشیخ الإمام الفقیه' قرار دیاہے۔ **(سلم الوصول:ج۳:ص۲۳۶)** لہذ آپ ؒصدوق ہیں۔

نامور غیر مقلد لکھاری مولانا محمد اسحق بھٹیؒ نے بھی ان کو وسیع النظر اور بے انتہا معلومات کا حامل قرار دیا ہے۔ **(الفہرست مترجم:ص۵)** موصوف امام اعظم کے ترجمے میں ارقام فرماتے ہیں **"وکان من التابعین ولقی عدۃ من الصحابۃ"** امام ابو حنیفہؒ تابعین میں سے ہیں اور آپ نے کئی صحابہ سے ملاقات کی ہے۔**(کتاب الفہرست:ص۲۵۵)**

(۴) امام یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن عبد البرؒ **(م ۴۶۳ھ)** جن کو حافظ ذہبیؒ شیخ الاسلام اور حافظ المغرب وغیرہ عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں، **(تذکرۃ الحفاظ:ج۳:ص۲۱۷)** انھوں نے بھی امام اعظمؒ کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا ہے۔**(کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنیٰ:ج۱ : ۵۷۳)**

(۵) امام یحیی بن ابراہیم سلماسیؒ **(م ۵۵۰ھ)** جو امام ابن عساکرؒ اور امام ابن الجوزیؒ وغیرہ جیسے نامور محدثین کے استاذ ہیں، امام ابن الجوزیؒ نے ان کے ترجمے میں تصریح کی ہے کہ ان کو عوام وخواص میں قبول تام حاصل تھا، **(المنتظم:ج۱۸ :ص۱۰۵)** موصوف نے امام صاحب کے مناقب میں لکھا ہے **"فأبو حنیفۃ ادرک الصحابۃ رضی اللہ عنھم فھو من التابعین"** امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ کو پایا ہے، لہذا آپ تابعین میں سے ہیں۔**(منازل الائمۃ الاربعۃ:ص۱۲۹)**

(۶) امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبیؒ **(م ۷۴۸ھ)** جو علوم حدیث کی ایک عبقری شخصیت ہیں حافظ سیوطیؒ نے ان کے ترجمے کا آغاز ان دلنشین القاب سے کیا ہے **"الامام الحافظ محدث العصر خاتمۃ الحفاظ مؤرخ الاسلام فرد الدھر الفاھم باعباء ھذہ الصناعۃ"**۔**(طبقات الحفاظ:ص۵۱۲)**

موصوف نے امام اعظمؒ اور آپ کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مناقب میں ایک شاندار کتاب تالیف کی ہے، اس میں وہ امام صاحب کا سن ولادت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں **"وذلک فی حیاۃ جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ عنھم وکان من التابعین لھم ان شاء اللہ باحسان"**[4] امام ابو حنیفہؒ کی ولادت کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت موجود تھی، اور آپ ان شاء اللہ نیکی میں ان کے تابعین میں سے ہیں۔**(مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ:ص۱۰)**

---

[4] حافظ ذہبیؒ نے یہاں اِن شاء اللہ کا لفظ بطور تاکید استعمال کیا ہے، جیسا کہ خود موصوف حافظ عبد الغنی بن سعید الازدیؒ (م ۴۰۹ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے **"إن شاء اللہ علی معنیٰ التاکید"** یعنی اِن شاء اللہ تاکید کے معنی پر محمول ہے۔**(سیر اعلام النبلاء:ج۱۷:ص۲۶۹)** بنابریں حافظ ذہبیؒ نے اپنے مذکورہ بالا بیان میں بھی امام صاحبؒ کی تابعیت کو بیان کرتے ہوئے جو اِن شاء اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ ضرور تابعین میں سے ہیں، لہذا ایک جاہل متعصب غیر مقلد محمد رئیس احمد ندوی سلفی کا اس لفظ ان شاء اللہ کی وجہ سے حافظ ذہبیؒ کے اس قول کو شک پر محمول کرنا **(اللمحات:ج۲:ص۲۴۰- ۲۴۱)** جہاں عقل وفہم سے کوسوں دور ہے، وہاں یہ خود ذہبیؒ کی اس تصریح کے بھی خلاف ہے، اللہ تعالیٰ ان غیر مقلدین کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

نیز ذہبیؒ نے ان کے ترجمے میں تصریح کی ہے کہ **"الامام یعد من التابعین"** اورآپ ایسے امام ہیں جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔**(المقتنیٰ فی سرد الکنیٰ: ج ۱: ۲۲۶)**

(۷) امام زین الدین عبدالرحیم عراقیؒ**(م ۸۰۶ھ)**جو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ محدثین کے استاد ہیں اور بہ قول امام سیوطیؒ :الامام الحافظ اور حافظ العصر تھے،**(طبقات الحفاظ :ص۵۴۳)** انہوں نے مشہور راوی حدیث عمرو بن شعیبؒ **(م ۱۱۸ھ)** کے بارے میں لکھا ہے کہ "انه قد روی عنه جماعة كثيرون من التابعين" (ان سے تابعین کی ایک بڑی جماعت نے حدیث روایت کی ہے)

اور پھر حافظ موصوف نے ان تابعین کے جو اسماء گنوائے ہیں ان میں انھوں نے امام اعظمؒ کا اسم شریف بھی گنوایا ہے۔ **(التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح:ص ۱۳۲، نیز دیکھئے فتح المغیث للسخاویؒ:ص ۳۷۳)**

(۸) امام برھان الدین ابراہیم ابن موسی ابناسیؒ**(م ۸۰۲ھ)**بھی حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نامور محدثین کے استاذ اور جلیل المرتبت محدث ہیں،**(ذیل الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثمانیۃ لابن حجرؒ:ص ۴۳، ۴۴، الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع للسخاویؒ:ج ۱ :ص ۱۷۳)** انہوں نے بھی امام ابو حنیفہؒ کو عمرو بن شعیبؒ سے روایت کرنے والے تابعین کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔ **(الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح:ج ۲ : ۵۴۰)**

(۹) امام شمس الدین محمد بن ابو بکر دمشقی المعروف بہ ابن ناصرالدینؒ**(م ۸۴۲ھ)**جو کہ نامور حافظ حدیث اور متبحر محدث ہیں، **(طبقات الحفاظ:ص ۵۵۰، القبس الحاوی لغرر ضوء السخاوی:ج ۲:ص ۲۴۹-۲۵۲، الدارس فی تاریخ المدارس:ج ۱:ص ۳۲، ۳۳)** وہ بھی امام اعظمؒ کو تابعی قرار دیتے ہیں۔چنانچہ موصوف امام اعظم کے تلمیذ رشید امام قاضی یوسفؒ (م ۱۸۲ھ)کے ترجمے میں لکھتے ہیں **"و کتب العلم عن طائفة من التابعين"** (امام ابو یوسفؒ نے تابعین کی ایک جماعت سے علم لکھا ہے۔

اور پھر موصوف نے امام ابو یوسفؒ کے ان تابعین اساتذہ میں سب سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کیا ہے۔یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام ابن ناصرالدینؒ کے نزدیک امام ابو یوسفؒ کے تابعی اساتذہ میں امام اعظمؒ سرفہرست ہیں۔ **(التبیان لبدیعۃ البیان: ج ۱ :ص ۴۴۹)**

(۱۰) امام احمد بن علی عسقلانی المعروف بہ ابن حجرؒ**(م ۸۵۲ھ)**کے محدثانہ مقام سے کون ناواقف ہوگا ؟ حافظ سیوطیؒ نے ان کو شیخ الاسلام ،امام الحفاظ فی زمانہ ،حافظ الدیار المصریہ اور حافظ الدنیا کے القاب سے خراج تحسین پیش کیا ہے،

(طبقات الحفاظ:ص۵۵۴) موصوف اپنے ایک فتوے میں امام اعظمؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں ”**انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بھا سنۃ ثمانین فھو من طبقۃ التابعین**“ امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے جو کہ آپ کی سن ولادت ۸۰ھ کے بعد کوفہ میں سکونت پذیر تھے ،اس لئے آپ تابعین کے طبقے میں سے ہیں۔ **(الخیرات الحسان:ص۴۸)**

(۱۱)　امام ابن حجرؒ کے شاگرد رشید امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاویؒ **(م ۹۰۲ھ)** جن کی بابت امام نجم الدین غزیؒ **(م ۱۰۶۱ھ)** نے الشیخ ، الامام ،العلامہ ، المسند ، الحافظ اور المتقن وغیرہ القاب استعمال کیے ہیں۔ **(الکواکب السائرۃ باعیان المائۃ العاشرۃ: ج ۱ :ص ۵۳)** انہوں نے امام صاحبؒ کے بارے میں لکھا ہے ”**احد من عد فی التابعین**“ آپ ان لوگوں میں سے ایک ہیں جو تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ **(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاویؒ: ج۳:ص۲۵۷)**

(۱۲)　شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانیؒ **(م۹۲۳ھ)** جو امام سخاویؒ کے شاگرد اور امام غزیؒ کی تصریح کے مطابق **الامام ،العلامہ، الحجۃ الرحلہ، الفھامہ، الفقیہ النبیہ، المقی المجید، المسند المحدث** تھے، **(الکواکب السائرۃ:ج۱:ص۱۲۸)** یہ عظیم الالقاب محدث بھی امام اعظمؒ تابعین کے زمرے میں شمار کرتے ہیں ،چنانچہ وہ اپنی شرح بخاری میں ایک مسئلے کے ذیل میں رقمطراز ہیں :

”**ھذا مذھب من الصحابۃ کابن عباس وعلی ومعاویۃ وانس بن مالک وخالد وابی ھریرۃ وعائشۃ وام ھانئی ومن التابعین الحسن البصری وابن سیرین والشعبی ابن المسیب وعطاء وابو حنیفۃ۔۔۔۔۔**“

یہ جمہور کا مذہب ہے چنانچہ صحابہ میں سے حضرت ابن عباس ،حضرت علی ، حضرت معاویہ ، حضرت انس بن مالک ، حضرت خالد بن الولید ،حضرت ابو ہریرہ ،حضرت عائشہ اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے امام حسن بصری ،امام محمد بن سیرین ،امام شعبی ،امام سعید بن المسیب ،امام عطاء بن ابی رباح اور امام ابو حنیفہ رحمھم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ **(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری:ج۱:ص۳۹۰)**

اس بیان میں امام قسطلانیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے تابعین میں سے ہونے کی کھلم کھلا تصریح کر دی ہے۔

(۱۳)　امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابو بکر سیوطیؒ **(م ۹۱۱ھ)** مشہور صاحب التصانیف محدث ہیں ،امام غزیؒ **(م۱۰۶۱ھ)** نے ان کے ترجمے کا آغاز **الشیخ، الامام، المحقق، المسند، الحافظ** اور **شیخ الاسلام** کے القاب سے کیا

ہے۔(**الکواکب السائرۃ:ج۱:ص۲۲۷،القبس الحاوی لغرر ضوء السخاوی:ج۱:ص۳۳۰۔۳۳۳**) امام موصوف بھی امام ابو حنیفہؒ کو تابعین میں سے قرار دیتے ہیں ،چنانچہ انہوں نے اپنی تاریخ مصر میں جب وہاں کے تابعین کا ذکر کیا تو ان کو تین طبقات میں ذکر کیا ،اور ان میں سے تیسرے طبقے کا تعارف کراتے ہوئے انہوں نے اس کا عنوان یوں قائم کیا :طبقۃالاعمش وابی حنیفۃ(امام اعمش اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا طبقہ)۔(**حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ:ج۱:ص۲۳۰**)

گویا امام سیوطیؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور آپ استاذحدیث امام اعمشؒ کا تابعین میں سے ہونا اس قدر یقینی اور واضح ہے کہ ان کے معاصرین تابعین کا تعارف کراتے ہوئے ان کے طبقے کو ان دو عظیم ہستیوں کے نام سے معنون کرنا ہی مناسب ہے۔

نیز سیوطیؒ نے بحوالہ حافظ عراقیؒ ،امام اعظمؒ کو عمرو بن شعیبؒ سے روایت کرنے والے تابعین کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔ (**تدریب الراوی:ج۲:ص۱۱۶**)

(۱۴)　امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ(م ۹۴۲ھ) وسیع العلم محدث ،مؤرخ الشام اور سیرۃ الشامیہ وغیرہ جیسی عظیم کتب کے مصنف ہیں ،امام عبد الوہاب شعرانیؒ(م ۹۷۳ھ) نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔(**شذرات الذھب:ج۸:ص۲۵۰**) موصوف ارقام فرماتے ہیں " **اعلم رحمک اللہ ان الامام اباحنیفۃ رضی اللہ عنہ من اعیان التابعین**" جان لے۔۔۔اللہ تجھ پر رحم کرے۔۔۔امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔(**عقود الجمان:ص۴۹**)

(۱۵)　شارح مشکوۃ امام احمد بن محمد المعروف بہ ابن حجر المکیؒ(م ۹۷۳ھ) جو بتصریح امام غزیؒ، العلامہ اور شیخ الاسلام تھے ، (**الکواکب السائرۃ:ج۳:ص۱۰۱،۱۰۲، تاریخ اہل حدیث:ص۴۳۵**) نے اپنی شرح مشکوۃ میں امام صاحب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ "**وھو الامام الاعظم، فقیہ اھل العراق و من اکابر التابعین**" آپ امام اعظم ،اہل عراق کے فقیہ اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔(**مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للقاریؒ:ج۱:ص۷۷**)

نیز امام صالحیؒ اور امام مکیؒ امام صاحب کے مناقب میں لکھتے ہیں :

فابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ من اعیان التابعین وداخل فی قولہ تعالی: والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوعنہ واعدلھم جنت تجری تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم۔(سورۃ التوبۃ :۱۰۰)

امام ابو حنیفۃ فضلاء تابعین میں سے ہیں ،اور اللہ تعالی کے اس ارشاد میں داخل ہیں :اور جن لوگوں نے ان (صحابہ)کی تابعداری کی نیکی میں ، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے ، اللہ نے ان کیلئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے ، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔**(عقود الجمان:ص۵۰،۵۱،الخیرات الحسان:ص۴۸)**

(۱۶) امام مرعی بن یوسف حنبلی مقدسیؒ**(م ۱۰۳۳ھ)** بتصریح امام محمد امین **المحبیؒ(م۱۱۱۱ھ)**، امام محدث فقیہ اور ذو اطلاع واسع تھے،**(خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر:ج۴:ص۴۳۸)** انھوں نے امام اعظمؒ کے ترجمے میں لکھا ہے **"وکانت ولادتہ فی عصر الصحابۃ،وھو من التابعین علی الصحیح"** آپ کی ولادت صحابہ کے زمانے میں ہوئی اور صحیح قول کے مطابق آپ تابعین میں سے ہیں۔**(تنویر بصائر المقلدین فی مناقب الائمۃ المجتھدین:ص ۵۲)**

(۱۷) صاحب التصانیف محدث امام محمد علی بن محمد علان مکی شافعیؒ**(م۱۰۵۷ھ)** بتصریح امام محمد امین المحبی واحد الدہر فی الفضائل (فضائل میں یکتائے زمانہ)، مفسر، محی السنہ اور علمائے مفسرین اور ائمہ محدثین میں سے تھے،**(خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر:ج۴:ص۱۸۳،عقد الجواہر والدرر فی اخبار القرن الحادی عشر:ص۲۷۱-۲۷۴)** انہوں نے امام اعظمؒ کو کبار تابعین میں سے شمار کیا ہے۔**(الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویۃ:ج۱:ص۴۲۲)**

(۱۸) امام برہان الدین ابرہیم بن حسن کورانی شافعیؒ**(م۱۱۰۱ھ)** جو کہ بتصریح علامہ شوکانی :الامام الکبیر اور المجتہد تھے، **(البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع:ج۱:ص۱۴)** علامہ مرادیؒ نے بھی ان کی بہت تعریف کی ہے، **(سلک الدرر فی القرن الثانی عشر:ج۱:ص۵)** امام موصوف نے اپنی کتاب المسالک الابرار من حدیث نبی المختار میں امام اعظمؒ کی بابت لکھتے ہیں **" فھو من التابعین رضی اللہ عنہ"** امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تابعین میں سے ہیں۔**("ثبت ابن عابدین" المسمیٰ عقود اللآلی فی الاسانید العوالی:ص۲۵۵)**

(۱۹) امام اسمٰعیل بن محمد عجلونی الشافعیؒ**(م ۱۱۶۲ھ)** جن کو امام محمد بن خلیل مرادیؒ(۱۲۰۶ھ)نے **الشیخ،الامام،العالم ،الھمام،الحجۃ الرحلۃ،العمدۃ بالورع**،وغیرہ جیسے عظیم القاب سے ملقب کیا ہے، **(سلک الدرر فی القرن الثانی عشر:ج۱:ص ۲۵۹)** آں موصوف امام صاحب کے بارے میں تصریح کرتے ہیں**"احد من عد فی التابعین"** آپ ان ائمہ میں سے ایک ہیں جن کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔**(مقدمہ اربعون العجلونیہ:ص ۲۰)**

(۲۰) امام محمد بن عبدالرحمن بن الغزیؒ (م ۱۱۶۷ھ) بتصریح امام مرادی : عالم ، فاضل ، محدث ، نحریر تھے،(**سلک الدرر :ج۴:ص۵۴**) موصوف امام اعظمؒ کے ترجمے میں ارقام فرماتے ہیں **"التابعی الجلیل لقی جماعة من الصحابة"** آپ جلیل القدر تابعی ہیں اور آپ نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی ہے۔(**دیوان الاسلام:ج۲:ص۱۵۲**)

(۲۱) امام احمد بن عبدالمنعم الدمنھوری رحمہ اللہ الشافعی (م۱۱۹۲ھ) جو کہ امام اہل العصر ،علامۃ الوقت اور عالی السند محدث تھے۔(**فہرس الفہارس والاثبات للکتانیؒ:ج۱:ص۴۰۴،۴۰۵،الاعلام للزرکلی:ج۱ : ۱۵۸**) انہوں نے امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھا ہے **"فھو من التابعین علی الصحیح"** آپ صحیح قول کے مطابق تابعی ہیں۔ (**اتحاف المھتدین بمناقب ائمہ الدین :ص۵۳**)

(۲۲) عصر حاضر کے نامور محقق وادیب شیخ ابو زہرہ مصریؒ(م ۱۳۹۴ھ) نے امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھاہے **"ان کتاب المناقب جمیعا یذکرون انه التقی ببعض الصحابة وبعضھم یذکر انه روی عنھم احادیث، وانه ارتفع بذلک الی رتبة التابعین، ویسبق بھذا الفضل الفقھاء الذین عاصروہ کسفیان الثوری والاوزاعی ومالک وغیرہ من اقرانه"**

امام ابوحنیفہؒ کے مناقب نویس سب یہی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے ، اور ان میں سے بعض تو یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے ان صحابہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو تابعین کے رتبے پر فائز مانا گیا ہے۔اور اس شرف تابعیت کی وجہ سے آپ کو اپنے معاصر فقہاء جیسے امام سفیان ثوریؒ،امام اوزاعیؒ،امام مالکؒ اور آپ کے دیگر معاصر ائمہ پر برتری حاصل ہے۔(**ابو حنیفة حیاته عصرہ آراءه وفقھه :ص ۵۹**)

قارئین !امام اعظمؒ کی تابعیت سے متعلق محدثین کی یہ تصریحات آپ نے ملاحظہ کی ہیں کہ یہ محدثین کس قدر واشگاف الفاظ میں امام صاحبؒ کی تابعیت کو بیان کررہے ہیں اور ان تصریحات کے ضمن میں خود ان محدثین کا تعارف بھی آپ کے سامنے آچکا ہے کہ یہ محدثین خود کتنے علمی پایہ کے لوگ ہیں ؟ اب ان محدثین کی تصریحات کے بعد بھی کیا اما م صاحبؒ کی تابعیت میں کوئی شک وشبہہ رہ جاتا ہے ؟ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہاں جن محدثین کی تصریحات نقل ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی محدث حنفی نہیں ہے ، بلکہ یہ سب محدثین دیگر مذاہب مالکی شافعی اور حنبلی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے یہاں عمدا کسی حنفی محدث کا حوالہ نقل نہیں کیا، تاکہ کسی قسم کی جانبداری کا کوئی شبہہ پیدا نہ ہو سکے اور ایک غیر

جانبدارانہ موقف آپ کے سامنے آجائے۔لہذا امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت سے متعلق ان غیر جانبدار محدثین کی گواہی ہر قسم کے شک و شبہے سے بالا تر ہے۔

امام اعظمؒ کی تابعیت پر علمائے غیر مقلدین کی تصریحات

ان محدثین کے علاوہ عصر حاضر کے کئی نامور علمائے غیر مقلدین نے بھی امام اعظمؒ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے۔ مثلا نامور غیر مقلد عالم مولانا عبد المجید سوہدرویؒ (م ۱۳۷۹ھ) لکھتے ہیں : تابعین حضرات میں امام ابو حنیفہؒ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔**(سیرت ثنائی ص : ۵۶)**

مشہور غیر مقلد لکھاری مرزا حیرت دہلویؒ نے حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) کا امام اعظمؒ کے بارے میں یہ بیان بلا جرح وقدح کے نقل کیا ہے کہ : آپ کا نام نعمان ہے اور کنیت ابو حنیفہ ہے ، آپ ۸۰ ھجری میں پیدا ہوئے ۔۔۔اور آپ کو تابعی ہونے کا افتخار بھی حاصل تھا ، چونکہ مجھے اس میں کوئی ردوقدح نہیں کرنی ہے ، میں تو تواریخ پر بھروسہ کر کے کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے بچپن کے زمانے میں انس صحابی کو دیکھا تھا جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گذار تھے۔**(سیرت طیبہ شاہ اسمعیل شہیدؒ ص ۸۴)**

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ (م ۱۴۰۸ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ صحابہ کو دیکھنے کے لحاظ سے تابعی ہیں۔**(حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ ص ۱۲۱،۱۲۲)**

مولانا امیر علی ملیح آبادیؒ (م ۱۳۳۷ھ) جو کہ مولانا نذیر حسین دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) کے شاگرد اور نامور غیر مقلد عالم ہیں ،**(تراجم علمائے حدیث ہند ص :۵۴۶ برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ ص ۳۵۰)** انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے قول کہ "پانچواں طبقہ وہ ہے جنہوں نے ایک یاایک سے زائد صحابہ کو دیکھا ہے " پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے" **ومن ھھنا قیل لابی حنیفة علیه الرحمة انه تابعی فقد صح انه رأی انسا** " اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں کیونکہ یہ بات صحیح ہے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔**(تعقیب التقریب حاشیة تقریب التهذیب :ص ۴)**

نیز موصوف نے عنوان **"فروع اعمال وظھور اجتھاد"** کے ذیل میں لکھا ہے :امام اعظم ابوحنیفہؒ اپنے زمانے کے علمائے مجتہدین کے اعتبار سے ہمارے نزدیک علمائے مجتہدین اعظم میں سے ہیں ، اس طرح پر کہ یہ دوسرے تمام مجتہدوں سے اجتہاد میں اگر بڑھ کر نہ ہوں پھر بھی ان سے کمتر نہیں ہیں برابر ضرور ہیں۔پھر امام ابوحنیفہؒ کو دوسروں پر دو باتوں کی

وجہ سے افضلیت حاصل ہے ، ایک یہ کہ تابعی ہیں ، کیونکہ انھوں نے بالاتفاق حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے جیسا کہ میں نے فتاوی ہندیہ کے مقدمے میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔اس طرح فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم "طوبی لمن رأنی "الحدیث۔۔سے حاصل شدہ فضیلت پانے کے مستحق ہیں۔اور یہ فضیلت بہت بڑی ہے جس میں آپ اپنے ہم زمانہ اور ساتھیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ ہی نے فقہ کے اجتہاد وقواعد استنباط کے اصول مروجہ طریقوں پر سب سے پہلے لوگوں کو بتائے ، اس بناء پر امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اہل فقہ کیلئے سب سے بہترین ہیں۔یہ دونوں خصوصیتیں آپ کے اندر آپ کی فضیلت کے لئے بلاشبہ قوی دلیل ہیں اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ یا اعتراض انصاف خارج ہے۔**(عین الہدایہ ج ۱ص ۱۴۴)**

نیز موصوف نے "فتاوی ہندیہ " المعروف بہ "فتاوی عالمگیری "**مترجم** کے مقدمے میں لکھا ہے:واضح ہو کہ امام (ابوحنیفہؒ)کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے، بعض نے نفی کی ہے اور بعض نے اثبات کیا اور یہی راجح ہے۔**(فتاوی عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۳۹)**

نیز موصوف حضرت انس رضی اللہ عنہ کو امام اعظمؒ کے دیکھنے پر کئی محدثین کی شہادتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھنے پر ائمہ علمائے مذکورین متفق ہیں ، پس ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے کیلئے اس قدر کافی ہے۔**(ایضًا)**

نیز موصوف نے یہ بھی لکھاہے کہ :ابو حنیفہ۔۔ؒحدیث سے جو معنی ثابت ہوئے ہیں اس کے موافق۔۔تابعی ہیں۔**(ایضًا)**

عصر حاضر کے نامور غیر مقلد عالم شیخ ناصرالدین البانیؒ(م ۱۴۲۰ھ)نے بھی امام اعظمؒ کو صغار تابعین میں قرار دیا ہے۔**(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۲۱۹/۴)**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (م ۹۳ھ)سے ملاقات:

امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہ کرام کے جمال مبارک کا دیدار کیاہے، ان میں سر فہرست نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔امام صاحبؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کی خود تصریح فرمائی ہے۔چنانچہ امام محمد بن سعدؒ**(م ۲۳۰ھ)**نے اپنی کتاب "الطبقات "میں لکھا ہے :

حدثنا ابو الموفق سیف بن جابر قاضی واسط، قال سمعت ابا حنیفة یقول: قدم انس بن مالک الکوفة ونزل النخع ، وکان یخضب بالحمرة قد رأیته مرارا۔

ہم سے ابوالموفق سیف بن جابر قاضی واسط نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے اور مقام نخع میں ٹھہرے ، آپ نے سرخ رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا اور میں نے آپ کو کئی بار دیکھا۔**(تاریخ الاسلام للذہبی ۳/۱۰۱۹، عقود الجمان للصالحی ص ۴۹)**[5]

---

[5] **اعتراض:** حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس روایت کا بنیادی راوی سیف بن جابر مجہول الحال ہے، اس کی توثیق کسی مستند کتاب میں نہیں ملی، دوسرے یہ روایت ابن سعد کی کتاب'' الطبقات'' میں موجود نہیں۔'' **(ماہنامہ الحدیث، ش۱۷، ص۲۰)** معلمی اور رئیس احمد سلفی نے بھی یہی سیف بن جابر کو مجہول الحال قرار دیا ہے۔**(التنکیل: ج۱: ص۳۸۴، اللمحات: ج۲: ص۲۰۰)**

جواب: اس اعتراض کی دونوں شقیں باطل ہیں۔

اول: اس لئے کہ سیف بن جابر مجہول الحال نہیں ہیں، امام محمد بن خلف وکیعؒ **(م۳۰۶ھ)** نے ان کو اہل اسلام کے مشہور قاضیوں میں شمار کیا ہے، اور ان کے بارے میں ان کے ہم عصر اہل علم کی جو آراء نقل کی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف ایک دیانتدار، بااصول اور مسلمانوں کے خیر خواہ قاضی تھے۔ **(اخبار القضاۃ، ص۶۹۰)** نیز امام ذہبیؒ وغیرہ محدثین نے ان کی مذکورہ روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ عنقریب ان محدثین کی تصریحات ہم نقل کریں گے **(دیکھئے ص۱۹)**، اور خود زبیر علی زئی نے متعدد مقامات پر یہ تصریح کی ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے، اور اس کے بعد اس سند کے کسی راوی کو مجہول کہنا غلط ہوتا ہے۔**(الحدیث ۳۲ : ۱۴، نور العینین، ص۵۳، نصر الباری، ص۱۷۲، القول المتین، ص۲۰ وغیرہ)** یہی بات کفایت اللہ سنابلی نے بھی کہی ہیں۔**(انوار البدر: ص۲۴۶)** لہذا علی زئی، معلمی اور رئیس سلفی کا اعتراض کا باطل ہونا خود اہل حدیثوں کے اصول سے ثابت ہو گیا۔

اسی طرح ان کے اعتراض کی شق ثانی بھی باطل ہے، اس لئے کہ امام محمد بن سعدؒ کی'' الطبقات الکبریٰ'' کو اُن سے ان کے متعدد تلامذہ نے روایت کیا ہے، اور اس کتاب کے کم از کم آٹھ نسخے ہیں۔**(مقدمہ الطبقات الکبریٰ ۱ : ۱۱۔۱۲)** اس لئے اگر ''الطبقات الکبریٰ'' کے مطبوعہ نسخے میں یہ روایت نہیں ہے تو ممکن ہے یہ روایت کسی دوسرے غیر مطبوعہ نسخے میں ہو، کیونکہ متقدمین کی کتب کے نسخوں میں عموماً اس طرح کی کمی بیشی پائی جاتی ہے، خود زبیر علی زئی نے متعدد کتب کی کئی ایسی روایات وعبارات سے استدلال کیا ہے جو کہ ان کتب کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملتیں، لیکن اس کے باوجود زبیر علی زئی نے ان کو محض یہ کہہ کر قبول کر لیا کہ دیگر محدثین (حافظ ابن حجرؒ وغیرہ) نے ان کتب سے یہ روایات وعبارات نقل کی ہیں، اس لئے ان محدثین کی نقل کو رد کر دینا محل نظر ہے۔ **(دیکھئے: ''ماہنامہ الحدیث'' ش۱۱: ص۱۹، ش۲۱: ص۲۰، ش۴۳: ص۷)**

یہاں بھی جب حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ، اور حافظ صالحیؒ وغیرہ مستند محدثین امام محمد بن سعدؒ کی'' الطبقات'' سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں، تو پھر علی زئی کس لئے ان کی اس نقل کردہ روایت کو قبول کرنے سے پس وپیش کر رہے ہیں؟

محدث کبیر امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (۳۷۸ھ) نے امام صاحب کا یہ مذکورہ قول اپنی اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے :

حدثنی ابو بکر بن ابی عمرو المعدل ببخاری، حدثنی ابو بکر عبداللہ بن محمد بن خالد القاضی الرازی الحبال، قال حدثنی عبداللہ بن محمد بن عبیداللہ القرشی المعروف بابن ابی الدنیا، نا محمد بن سعد الھاشمی صاحب الواقدی، نا ابو الموفق سیف بن جابر قاضی واسط، قال سمعت ابا حنیفۃ یقول۔۔۔(کتاب الاسماء والکنی ۴/۱۷۶)[6]

اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیں کہ مذکورہ روایت امام محمد بن سعد کی کسی نسخے "الطبقـــــات" میں موجود نہیں ہے تو بھی اس روایت پر کوئی زد نہیں پڑتی، کیونکہ امام حاکم الکبیرؒ کی "الاسماء والکنی" اور امام عبد الرحمٰن بن محمد بن فضالۃ نیشاپوریؒ کی کتاب "فضل أبی حنیفۃ" میں یہ روایت امام محمد بن سعد تک اور ان سے امام ابو حنیفہ تک بسند صحیح متصل مذکور ہے، ان دونوں محدثین کی اسناد اوپر متن میں ذکر ہو رہی ہے۔

[6] **رواۃ کی تحقیق: پہلے راوی** امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (**م۳۷۸ھ**) مشہور ثقہ، ثبت محدث ہیں۔ (**سیر: ج۱۶: ص۳۷۰**)

دوسرے راوی ابو بکر بن ابی عمروؒ ہے۔

اعتراض: حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے مذکورہ سند کے پہلے راوی (ابو بکر بن ابی عمرو المعدلؒ) پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: اس کی توثیق نامعلوم ہے، لہذا یہ سند ابن سعدؒ سے ثابت نہیں ہے۔ (**ماہنامہ الحدیث: ش۱۷، ص۳۰**)

جواب: یہ امام الحاکم الکبیرؒ کے استاد ہیں، اور امام موصوف نے ان کو یہاں صراحتاً "المعدّل" قرار دیا ہے، جو کہ باقرار علمائے غیر مقلدین ان کی توثیق کو مستلزم ہے، چنانچہ نامور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری نے بحوالہ امام سمعانیؒ (**م۵۶۲ھ**) لکھا ہے: المعدل اس راوی کا نام ہے جس کی تعدیل اور تزکیہ بیان ہوا ہو اور اس کی شہادت مقبول ہو۔ (**مقالات ۲ : ۲۶۸،۲۶۹**) نیز مولانا اثری نے زبیر علی زئی (جنہوں نے اسی طرح کے ایک اور راوی پر بھی یہی اعتراض کیا تھا، ان) کے رد میں لکھا ہے: المعدل کسی ضعیف کا لقب نہیں بلکہ اس کا لقب ہے جو عادل اور قابل قبول ہو، تو اس کی عدالت اور توثیق کا انکار محض مجادلہ ہے۔ (ایضاً) معلوم ہوا کہ خود غیر مقلدین اصول کی روشنی میں زئی صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

نیز اس سند کے بعد اس روایت کی جو دوسری سند ("فضــــل أبـــــی حنیفـــــۃ" کی) مذکور ہے، اس میں ابو سلیمان محمد بن سلیمان بن یزید الدلّال (**م۳۸۶ھ**) [**ثقہ**]، ابو بکر المعدل کے متابع موجود ہیں، جو کہ امام ابو یعلیٰ خلیلیؒ (**م۴۴۶ھ**) وغیرہ محدثین کے معتمد علیہ استاذ ہیں اور حافظ قاسم بن قُطْلُوْبُغَاؒ نے آپؒ کو ثقات میں شمار کیا ہیں۔ (دیکھئے: فضل أبی حنیفۃ **بحوالہ التدوین فی أخبار قزوین ۱ : ۲۹۸، الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ج۲: ص۷۳۶، کتاب الثقات للقاسم: ج۸: ص۳۲۴**) لہذا اس وجہ سے بھی زبیر علی زئی کا اعتراض مردود ہے۔

تیسرے راوی ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن خالد القاضی الرازی الجبال ہے۔ اور امام ابو سعد عبد الکریم بن محمد سمعانیؒ (۵۶۲ھ) ان کے تذکرۃ میں لکھتے ہیں "**واحادیث ابی بکر مستقیمۃ**" امام ابو بکر رازی الحبالؒ کی روایت کردہ احادیث درست ہیں۔ (**کتاب الانساب: ۲ : ۱۷۰، مادہ الحبال**) لہذا آپؒ بھی معتبر ہیں۔

نیز دیکھئے (**التدوین فی اخبار قزوین: ج۳ : ص ۲۴۴**)

چوتھے راوی امام ابن ابی الدنیاؒ (**م۲۸۱ھ**) نامور صاحب التصانیف محدث ہیں۔ امام ابو حاتمؒ نے ان کو صدوق قرار دیا ہے۔ (**الجرح والتعدیل: ج۵ : ص ۱۶۳**)

پانچویں راوی امام محمد بن سعدؒ (**م۲۳۰ھ**) جن کو حافظ ذہبیؒ نے الحافظ، العلامۃ، الحجۃ کہا ہے۔ (**سیر اعلام النبلاء: ج۱۰: ص۶۶۴**) اور سیف بن جابر کی توثیق گزر چکی۔ لہذا یہ '**الاسماء والکنی**' والی سند بالکل صحیح ہے۔ الحمد للہ

اسی طرح امام ابو علی عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن فضالہ نیشاپوری صیرفی **(م۴۲۵ھ تقریبا)** حافظ خطیب بغدادیؒ **(م۴۶۳ھ)** وغیرہ محدثین کے استاذ اور بلند پایہ حافظ الحدیث اور کثیر الحدیث محدث ہیں،[7] موصوف بھی اپنی کتاب **"فضل ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ"** میں امام صاحب کے اس قول کو درج ذیل سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں :

انبأنا ابو سلیمان ابن یزید الدلال بقزوین، ثنا ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن خالد الرازی، حدثنی عبد اللہ بن محمد بن عبد القرشی، ثنا محمد بن سعد الھاشمی صاحب الواقدی، حدثنی ابو الموفق سیف بن جابر قاضی واسط، سمعت ابا حنیفۃ یقول.......... (التدوین فی اخبار قزوین ۱۵۳/۳، ۱۵۲)[8]

اس سند اور سابق سند دونوں کے راوی ایک ہی ہیں ،سوائے پہلے راوی کے کہ وہاں پہلے راوی ابو بکر المعدل تھے جبکہ یہاں ابوسلیمان الدلال ہیں ،اور یہ سب ثقہ و قابل اعتماد ہیں۔

محدثین کرام نے امام صاحب کے اس قول کی سند کو صحیح قرار دیا ہے ،چنانچہ

(۱) مؤرخ الشام امام محمد بن یوسف الصالحیؒ (۹۴۲ھ) لکھتے ہیں "**وصححوا رؤیاہ لانس بن مالک**" ائمہ حدیث امام ابو حنیفہؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھنے والی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔**(عقود الجمان ص۶۴)** اس روایت کو صحیح قرار دینے والے محدثین میں

(۲) محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بھی ہیں ، چنانچہ موصوف امام صاحب کے مناقب میں لکھتے ہیں "**فانہ صح انہ رأی انس بن مالک رضی اللہ عنہ اذ قدمھا انس رضی اللہ عنہ، قال محمد بن سعد: حدثنا سیف بن جابر انہ سمع ابا حنیفۃ یقول: رأیت انسا رضی اللہ عنہ**" صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تھے ، جیسا کہ امام محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے سیف بن جابر نے بیان کیا کہ میں نے خود امام ابوحنیفہؒ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔**(مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ ص۷،۸)**

---

[7] **(التدوین فی اخبار قزوین:ج۳ : ص۱۵۲، ۱۵۳ ، تاریخ الاسلام للذہبیؒ:ج۹:ص ۴۸۶،۴۸۷، تاریخ بغداد:ج۵،ج۳۵۳،ترجمۃ احمد بن موسیٰ بن العباس)**

[8] یہ سند کے تمام راویوں کا تذکرہ '**الاسماء والکنی**' والی سند کی راویوں کی توثیق کے تحت گزر چکا۔

نیز ذہبیؒ لکھتے ہیں: **"والمحفوظ انہ رأی انس بن مالک لما قدم علیهم بالكوفة"** یہ روایت محفوظ (صحیح) ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا جب وہ کوفہ تشریف لائے تھے۔**(سیر اعلام النبلاء ۳/۳۸۷)**

(۳) شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ **(م۸۵۲ھ)** اپنے فتاوی میں ارقام فرماتے ہیں **"قد روی ابن سعد بسند لا بأس به أن الامام أبا حنيفة رضی اللہ عنہ رأی انس بن مالک رضی اللہ عنہ"** امام محمد بن سعدؒ نے قابل اعتماد سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ **(تبییض الصحیفۃ ص۲۵، عقود الجمان ص۵۰)**

امام محمد بن یوسف صالحیؒ **(م۹۴۲ھ)** اور

(۴) امام ابن حجر مکیؒ **(م ۹۷۳ھ)** ارقام فرماتے ہیں **"وصح کما قال الحافظ الناقد أبو عبد اللہ الذهبی أنه رأی أنس بن مالک رضی اللہ عنہ"** امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھنے والی روایت صحیح ہے جیسا کہ حافظ ناقد ابو عبداللہ الذہبی فرمایا ہے۔**(عقود الجمان ص۴۹، الخیرات الحسان ص۴۷)**

(۵) امام مرعی بن یوسف حنبلیؒ (م ۱۰۳۳ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ " **صح رؤیاہ لانس بن مالک"** امام ابو حنیفہؒ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھنا صحیح روایت سے ثابت ہے۔**(تنویر بصائر المقلدین فی مناقب الائمۃ المجتہدین ص۵۲)**

محدثین کی ان تصریحات سے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ امام محمد بن سعد کی نقل کردہ روایت ، جس میں امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو متعدد مرتبہ دیکھنے کی تصریح فرمائی ہے ، وہ سند کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ امام اعظمؒ نے فرمایا **"رأيت أنس بن مالک فی المسجد يصلی"** میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے بحالت قیام دیکھا ہے۔**(مسند الامام ابی حنیفۃ لابی نعیم ص ۲۴، مناقب ابی حنیفۃ للمکی ص۲۷)** اس روایت کی سند بھی قابل حجت ہے۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ **(م۴۳۰ھ)** وغیرہ محدثین نے اس روایت کو درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے :

حدثنا محمد بن عمر البراء، ثنا احمد بن موسی بن عمران من كتابه، ثنا محمد بن سعد، ثنا ابی، ثنا ابو یوسف عن ابی حنيفة يقول۔۔۔

اس سند کے پہلے راوی امام ابونعیم اصفہانیؒ **(م۴۳۰ھ)** ثقہ، حافظ ہیں۔**(کتاب الثقات للقاسم: ج۸: ص۳۲۴)**

دوسرے راوی امام محمد بن عمر الجعابیؒ **(م۳۵۵ھ)** ہیں جو کہ امام حاکم نیشاپوری **(م۴۰۵ھ)** وغیرہ محدثین کے استاذ ہیں۔امام حاکم ؒ نے ان سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔مثلا وہ ان سے ایک حدیث روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "**حدثنی القاضی ابو بکر محمد بن عمر بن سالم ابن الجعابی الحافظ الاوحد**"یہ حدیث مجھ سے قاضی ابو بکر محمد بن عمر بن سالم ابن الجعابی جو کہ یکتائے روزگار حافظ الحدیث ہیں ،نے بیان کی ہے۔**(المستدرک علی الصحیحین ۱۷۲/۳)** نامور محدث امام دارقطنیؒ **(م۳۸۵ھ)** بھی امام الجعابیؒ کے شاگرد ہیں ، وہ بھی ان کے بارے میں گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "**ماسمعت فیہ الا خیرا**" میں نے ان کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں سنا۔ **(تاریخ بغداد ۲۴۱/۳)** حافظ ذہبی **(م۷۴۸ھ)** نے ان کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے :الحافظ البارع العلامۃ **(سیر اعلام النبلاء ۸۸/۱۶)** نیز ان کے متعلق لکھتے ہیں : "**الحافظ البارع فرید زمانہ**"۔**(تذکرۃ الحفاظ ۹۲/۳)**[9]

---

[9] **اعتراض:** رئیس احمد سلفی صاحب لکھتے ہیں کہ (یہ راوی) آخری عمر میں حفظ سے محروم ہو گیا اور (نیز رئیس صاحب نے نقل کیا کہ) علماء حدیث نے اسے ساقط قرار دیا۔**(اللمحات: ج۱: ص۱۴۹)**

الجواب: حافظ ابو بکر ابن الجعابیؒ **(م۳۵۵ھ)** مشہور امام، حافظ، محدث اور امام الجرح والتعدیل اور علل حدیث کے معرفت کے امام ہیں۔ آپؒ ۴لاکھ (۴۰۰۰۰۰) حدیثوں کے حافظ ہیں۔**(تاریخ بغداد: ج۳: ص ۲۳۸،واسنادہ صحیح)**، اور جمہور علماء کے نزدیک ثقہ، حافظ، متقن ہیں۔اقوال ملاحظہ فرمائے:

امام ابوالحسن الدارقطنیؒ **(م۳۸۵ھ)** فرماتے ہیں: کہ "**ماسَمِعتُ فيه إلا خيرًا**" میں ان کے بارے میں صرف خیر ہی جانتا ہو۔**(موسوعة أقوال أبي الحسن الدارقطني في رجال الحديث وعلله**: ج ۲ : ص ۶۰۹ ، تاریخ بغداد وغیرہ) امام ابوالحسین یحیی بن علی بن عبد اللہ، المعروف الرشید العطارؒ **(م۶۶۲ھ)** نے امام ابو بکر ابن الجعابیؒ کو "حفاظ اور اکابر" میں شمار کیا ہیں اور فرمایا کہ "**حافظٌ جليلٌ و مصنف نبيلٌ**" آپؒ جلیل قدر حافظ الحدیث اور عمدہ مصنف ہیں۔**(نزهة الناظر في ذكر من حدث عن أبي القاسم البغوي من الحفاظ والأكابر: ص۱۱۷)**

القاضي أَبُو عَلِيّ التَّنُوخي **(م۳۸۴ھ)** کہتے ہیں "**ماشاهدنا أحفظ من أبي بكر بن الجعابي. وسمعت من يقول إنه يحفظ مائتي ألف حديث، ويجيب في مثلها، إلا أنه كان يفضل الحفاظ، فإنه كان يسوق المتون بألفاظها، وأكثر الحفاظ يتسامحون في ذلك وإن اثبتوا المتن، وإلا ذكروا لفظة منه أو طرفا، وقالوا: وذكر الحديث. وكان يزيد عليهم بحفظه المقطوع والمرسل والحكايات والأخبار، ولعله كان يحفظ من هذا قريبًا مما يحفظ من الحديث المسند الذي يتفاخر الحفاظ بحفظه. وكان إماما في المعرفة بعلل الحديث، وثقات الرجال من معتليهم وضعفائهم وأسمائهم وأنسابهم، وكناهم ومواليدهم، وأوقات وفاتهم، ومذاهبهم، وما يطعن به على كل واحد، وما يوصف به من السداد، وكان في آخر عمره قد انتهى هذا العلم إليه. حتى لم يبق في زمانه من يتقدمه فيه في الدنيا**"ہم نے ابو بکر الجعابی سے زیادہ حافظہ والا شخص نہیں دیکھا، میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ انہیں دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں، اور اتنی ہی حدیثوں میں وہ جواب دیتے ہیں، مزید یہ کہ انہیں دوسرے حافظین حدیث پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ متن حدیث کے بعینہٖ اور مکمل الفاظ نقل کرتے ہیں، جبکہ اکثر حفاظ حدیث اس بارے میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، اگرچہ وہ بھی متن کو بیان کرتے ہیں مگر اس میں سے ایک آدھ لفظ نقل کر کے کہہ دیتے ہیں کہ بقیہ حدیث ذکر کی، نیز ان کو دوسرے حفاظ حدیث پر یہ فوقیت بھی حاصل ہے کہ وہ، حدیث مقطوع، مرسل، حکایات وواقعات کے بھی حافظ ہیں، اور شاید یہ سب چیزیں بھی ان کو اتنی ہی یاد ہوں جتنی کہ مسند حدیثیں یاد ہیں، جن کے حفظ پر حفاظ حدیث آپس میں فخر کرتے ہیں، اور وہ حدیث کی علتوں، ثقہ و متکلم

فیہ اور ضعیف راویان حدیث، اور ان کے نام ونسب، کنیت، تاریخ پیدائش ووفات، ان کے مذاہب، ان پر کی گئی جروحات اور ان کے مناسب حکم کے جاننے میں بھی امام تھے، اپنی آخری عمر میں وہ اس علم کی انتہاء کو پہنچ گئے تھے، یہاں تک کہ ان کے زمانہ میں، علم حدیث میں دنیا بھر میں ان سے آگے کوئی نہیں تھا۔ **(تاریخ بغداد: ج۳: ص ۲۳۸)**،

حافظ ابوالربیع الکلاعیؒ (م۶۳۴ھ) نے آپ کی حدیث کے بارے میں کہا کہ ''**هذا حديث حسن عال معروف الرجال**''۔ (**المسلسلات من الأحاديث والآثار: ص ۴۶**) اور اہل حدیثوں کے محدث زبیر علی زئی نے متعدد مقامات پر یہ تصریح کی ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے، اور اس کے بعد اس سند کے کسی راوی کو مجہول کہنا غلط ہوتا ہے۔ (**الحدیث ۳۲ : ۱۴، نور العینین، ص ۵۳، نصر الباری، ص ۱۷۲، القول المتین، ص ۲۰ وغیرہ**) یہی بات کفایت اللہ سنابلی نے بھی کہی ہیں۔ (**انوار البدر: ص ۲۴۶**) معلوم ہوا کہ حافظ ابو الربیع الکلاعیؒ نے حافظ جعابیؒ کی توثیق کی ہیں۔

الامام الحافظ ابن الجوزیؒ (م۵۹۷ھ) آپؒ کو '**أحَدَ الْحُفَّاظِ الْمُجَوِّدِينَ**' بہترین حافظین حدیث میں سے ایک قرار دیتے ہیں نیز آپ کو ''**الحث على حفظ العلم وذكر كبار الحفاظ**'' اور ''**اکابر**'' میں بھی شمار کیا ہیں۔ (**ص ۹۸،۱۰۵**)، اور اپنی ایک اور کتاب '**المنتظم**' میں محمد بن ابراہیم البرتی کے ترجمے میں آپ کو '**احاديث مستقيمة**' نقل کرنے والا کہا ہے۔ (**ج۱۳: ص ۲۵۴**) حافظ ابو علی النیسابوریؒ (م۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ ''۔۔۔**و لا رأيت في أصحابنا أحفظ من أبي بكر الجعابي**''، میں نے ہمارے اصحاب میں ابو بکر ابن الجعابیؒ سے زیادہ حافظ والا کسی کو نہیں دیکھا۔ امام رافعیؒ (م۶۲۳ھ) کہتے ہیں کہ ''**كان إماما في المعرفة بعلل الحديث وثقات الرجال وضعفائهم وأسمائهم وكناهم وأوقات وفاتهم وقد انتهى إليه هذا العلم في آخر عمره حتى لم يبقى في زمانه من لم يتقدمه فيه الدنيا**'' حدیث کی علتوں، ثقہ وضعیف راویان حدیث، اور ان کے نام وکنیت، تاریخ پیدائش ووفات کے جاننے میں امام تھے، اپنی آخری عمر میں وہ اس علم کی انتہاء کو پہنچ گئے تھے، یہاں تک کہ ان کے زمانہ میں، علم حدیث میں دنیا بھر میں ان سے آگے کوئی نہیں تھا۔ (**التدوين في أخبار قزوين: ج ۱: ص ۴۸۱-۴۸۲**)، امام ابوعبد اللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) آپؒ کو ''**الْحَافِظُ الْأَوْحَدُ**'' کہتے ہیں اور آپ کی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ حافظ الذہبیؒ نے بھی آپ کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (**المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی: ج۳: ص ۲۷۲، حدیث نمبر ۵۰۶۴**)، حافظ ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) فرماتے ہیں: کہ ''**وكان حافظا مكثرا، يقال إنه كان يحفظ أربعمائة ألف حديث بأسانيدها ومتونها، ويذاكر بستمائة ألف حديث ويحفظ من المراسيل والمقاطيع والحكايات قريبا من ذلك، ويحفظ أسماء الرجال وجرحهم وتعديلهم، وأوقات وفياتهم ومذاهبهم، حتى تقدم على أهل زمانه، وفاق سائر أقرانه. وكان يجلس للإملاء فيزدحم الناس عند منزله، وإنما كان يملي من حفظه إسناد الحديث ومتنه جيدا محررا صحيحا**'' وہ بہت زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے، کہا جاتا ہے ان کو چار لاکھ حدیثیں مع سند ومتن یاد تھیں، اور چھ لاکھ حدیثوں سے مذاکرہ کرتے تھے، اور مقطوع ومراسیل اور حکایات بھی تقریباً اتنی ہی حفظ تھیں، نیز راویوں کے نام، ان پر کی گئی جرح وتعدیل، ان کی تاریخ وفات اور ان کے مذاہب بھی ازبر تھے، یہاں تک وہ اپنے ہمعصروں اور ساتھیوں پر فوقیت لے گئے، جب وہ حدیثیں لکھوانے بیٹھتے تو ان کے گھر کے پاس لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی، وہ اپنے حافظہ سے حدیث کی سند ومتن بہت ہی اچھی طرح لکھواتے تھے۔ (**البداية والنهاية: ج۱۵: ص ۲۸۶-۲۸۷**)،

حافظ الذہبیؒ (م۷۴۸ھ) آپؒ کو ''**حافظ، بارع، علامه، متقن، مَشْهُور مُحَقِّق، اور أحد الحفاظ المجودين، حافظ الزمانه، فريد زمانه**'' قرار دیتے ہیں۔ (**سیر: ج۱۶: ص ۸۸، دیوان الضعفاء: رقم ۳۹۰۸، تاریخ الاسلام: ج۸: ص ۸۴، المغنی: رقم ۵۸۷۱، تذکرۃ الحفاظ: ج۳: ص ۹۲، میزان الاعتدال: ج۳: ص ۶۳۰**)، امام ابن تغری بردیؒ (م۸۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ ''**الجعابي التميمي البغدادي الحافظ قاضي الموصل، سمع الكثير ورحل وكان**

حافظ زمانه"۔ (**النجوم الزاهرة: ج۴: ص ۲۱۱**) امام برقانیؒ (**م ۴۲۵ھ**) فرماتے ہیں کہ "**ماعلمتُ فيه إلا خيرًا**" میں ان کے بارے میں صرف خیر ہی جانتا ہوں۔ امام سبط ابن جوزیؒ (**م ۶۵۴ھ**) کہتے ہیں کہ "**وكان أحدَ الحُفَّاظ المجوِّدين، وكان أحفظ أهل بغداد، وأعرفهم بعلل الحديث، وأسماء الرجال وأنسابهم وكُناهم وضعفائهم، وانتهى إليه العلم حتى لم يبق في زمانه مَن يتقدَّمه في الدنيا**" وہ بہترین حافظین حدیث میں سے ایک تھے، وہ اہل بغداد کے سب سے بڑے حافظ حدیث، اور حدیث کی علتوں، راویوں کے نام، نسب وکنیت، اور ضعفاء کے بارے میں، اہل بغداد میں سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے تھے، وہ اس علم میں منتہی تھے یہاں تک کہ پوری دنیا میں ان کے زمانہ میں کوئی ان سے آگے نہیں رہ گیا تھا۔ (**مرآة الزمان في تواريخ الأعيان: ج۱۷: ص ۳۷۷-۳۷۸**) تقریباً یہی بات امام الصفدیؒ (**م ۷۶۴ھ**) اور امام ابو سعد السمعانیؒ (**م ۵۶۲ھ**) نے بھی کہی ہیں۔ اور حافظ السمعانیؒ نے '**كان أحد الحفاظ المجودين، والمشهورين بالحفظ والذكاء**' وہ بہترین حافظین حدیث، اور حفظ وذکاء میں مشہور لوگوں میں سے ایک تھے۔ (**الوافي بالوفيات: ج۴: ص ۱۷۰، الانساب: ج۳: ص ۲۸۷**)، حافظ ابن عبد الهادیؒ (**م ۷۴۴ھ**) آپؒ کو '**الحافظ البارع، فريد عصره**' کہتے ہیں۔ (**طبقات علماء حدیث: ج۳: ص۱۱۷**) حافظ خلیلیؒ (**م ۴۴۶ھ**) آپؒ کو ثقہ، عالم اور '**الحفاظ الكبار**' میں سے مانتے ہیں۔ (**الإرشاد في معرفة علماء الحديث: ج۲: ص ۵۷۹، ۶۱۲-۶۱۳**) معلوم ہوا کہ آپؒ ثقہ، حافظ اور متقن ہیں۔

اختلاط کی بحث:

امام جعابیؒ پر جرح ان کے اختلاط کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ چناچہ امام ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ (**م ۴۱۲ھ**) فرماتے ہیں کہ " **سألت الدَّارَقُطْنِيّ عن أبي بكر الجعابي هل تكلم فيه إلا بسبب المذهب؟ فقال: خلط** " امام دار قطنیؒ سے پوچھا کہ کیا ابو بکر الجعابیؒ پر (ان کے) مذہب کی وجہ سے کلام کیا گیا ہیں؟ تو امام دار قطنیؒ نے جواب دیا کہ وہ مختلط ہو گئے (تھے)۔ یعنی ان پر اختلاط کی وجہ سے کلام کیا گیا ہیں۔ (**سؤالات السلمی: رقم ۳۹۹**) اور اختلاط سے پہلے وہ بالکل ثقہ تھے۔ جیسا کہ خود امام دار قطنیؒ نے فرمایا کہ "**ماسَمِعتُ فيه إلا خيرًا**" میں ان کے بارے میں صرف خیر ہی جانتا ہو۔ جس کا حوالہ حافظ جعابیؒ کی توثیق کے تحت گزر چکا۔ معلوم ہوا کہ اختلاط سے پہلے بالکل معتبر تھے۔ امام حاکم کے قول سے بھی یہی معلوم ہو تا ہیں۔ امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (**م ۴۰۵ھ**) کہتے ہیں کہ "**قلتُ لأبي الحسن من ذا يبلغني عن أبي بكر ابن الجعابي أنه تغير عما عهدنا؟ فقال: وأي تغير**" میں نے امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (**م ۳۸۵ھ**) سے کہا کہ 'یہ جعابیؒ (کے تعلق) سے مجھے کیا بات پہنچی ہے کہ جس حالت پر ہم نے ان کو پایا تھا، وہ اس سے بدل گئے ہیں؟ امام الدار قطنیؒ کہتے کہ (ان کی حالت) بہت بدل گئی۔ پھر آگے امام دار قطنیؒ نے ان پر (اختلاط کی وجہ سے) جھوٹ کی تہمت بھی لگائی ہے۔ معلوم ہوا کہ جھوٹ کی تہمت اختلاط کی وجہ سے تھی۔ لیکن موصوف رئیس صاحب نے اسے ذکر نہیں کیا۔

آگے امام الحاکم نے ان ایک سوال یہ بھی کیا کہ "**قلت لأبي الحسن وضح لك أن أبا بكر خلط في الحديث قال أي والله**" آپ پر واضح ہو گیا کہ ابو بکرؒ حدیث میں مختلط ہو گئے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم: ہاں۔ (**سوالات حاکم للدار قطنی: رقم ۲۲۵، تاریخ دمشق لابن عساکر: ج۵۴: ص۴۲۵، واسنادہ صحیح**) اس سے پتا چل رہا ہے کہ پہلے یہ بالکل صحیح سالم تھے اور آخری عمر میں وہ مختلط ہو گئے تھے جس کی وجہ سے تمام حفاظ نے ان کو ترک کر دیا تھا۔ (اس پر اور تفصیل آگے آ رہی ہے)

کیا حافظ ابو بکر الجعابیؒ نے نماز ترک کر دی تھی؟

رئیس صاحب نے یہ بھی نقل کیا کہ یہ نماز اور دین چھوڑ چکے تھے۔ (**للمحات: ج۱: ص۱۴۹**)

الجواب:

اول تو جس وجہ سے ان پر یہ الزام لگایا گیا ہیں وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں: امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (**م۴۰۵ھ**) نے پچھلے سوالات کے ساتھ یہ سوال بھی کیا کہ **"قلت: فقد خفت أنّه ترك المذهب؟ قال: ترك الدِّين والصلاة قال لي الثقة من أصحابنا ممّن كان يعاشره: إنّه كان نائمًا، فكتب على رجله كتابة، فكنت أراه إلى ثلاثة أيام لم يمسه الماء"** مجھے ڈر ہے کہ انہوں نے مذہب چھوڑ دیا ہو؟ امام دار قطنیؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے دین اور نماز چھوڑ دیا (تھا)۔ (پھر دلیل بیان کرتے ہوئے) امام الدار قطنیؒ کہتے ہیں کہ مجھے ہمارے اصحاب میں سے ایک معتبر آدمی نے خبر دی ہے جو جعابیؒ کے ساتھ رہتے تھے۔ کہ جعابیؒ سوئے ہوئے تھے تو وہ صاحب نے جعابی کے پیر پر (کچھ) لکھ دیا۔ تو وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں ۳دن تک ان کے پیر کو دیکھتا رہا، ان کے پیر کو پانی نہیں لگا۔ (**سوالات حاکم للدار قطنی: رقم ۲۲۵، تاریخ دمشق لابن عساکر: ج۵۴: ص۴۲۵، واسنادہ صحیح**) اس عبارت سے امام دار قطنیؒ نے یہ اخذ کیا کہ حافظ ابو بکر الجعابیؒ نے نماز ترک کر دی تھی۔ حالانکہ یہ بات خود غیر مقلدین کے اصول کے مطابق مقبول نہیں ہے کیونکہ امام دار قطنیؒ کے شیخ مجہول ہیں۔ بغیر راوی کا نام ذکر کئے محض اس کو ثقہ کہنے سے غیر مقلدین کے نزدیک روایت معتبر نہیں ہوتی۔ (**إرواء الغليل: ج۵: ص۲۴۳، احکام الجنائز: ص۱۵۱**)

دوم اس عبارت میں اس کی بھی وضاحت نہیں ہے کہ امام ابو بکر الجعابیؒ نے یہ جان بوجھ کر کیا ہو۔ بہت ممکن ہے کہ وہ کسی شرعی ضرورت یا عذر سے اپنے پیروں کو نہیں دھوئے ہوں گے۔ اس بات کا قوی احتمال اس لئے بھی ہے کیونکہ راوی نے نماز نہ پڑنے کی بات نہیں کی بلکہ صرف پیروں کو نہ دھونے کی بات کی ہے۔

سوم (بقول رئیس صاحب کہ) اگر مان بھی لیا جائے کہ انہوں نے نماز ترک کر دی تھی، تو یہ اختلاط کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (**م۴۰۵ھ**) کے قول "**من ذا يبلغني عن أبي بكر ابن الجعابي أنه تغير عما عهدنا**" سے معلوم ہوتا ہے۔ اور حالت اختلاط میں ان کے ضعف کا کون قائل نہیں ہے؟ نیز امام سبط ابن جوزیؒ (**م۶۵۴ھ**) کہتے ہیں کہ "**أنه تغير في آخر عمره، [وأمر بإحراق كتبه لأنه] عاشر المتكلّمين، وترك الصلاة والصوم فسقط من عيون البغداديين، فخرج من بغداد إلى دمشق، فأخرجه أهلُها، فرجع إلى بغداد فمات بها في هذه السنة**" حافظ جعابیؒ اپنے آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے۔ اور (پھر) انہونے اپنے کتابوں کو جلانے کا حکم دیا کیونکہ وہ متکلمین کی صحبت میں رہنے لگے تھے اور انہونے نماز اور روزہ ترک کر دیا تھا۔ پھر وہ بغدادیوں کی نظروں سے گر گئے۔ (یعنی اختلاط کی وجہ سے بغداد کے محدثین نے ان کو ترک کر دیا تھا) پھر وہ بغداد سے دمشق گئے تو دمشق والوں نے بھی ان کو نکال دیا۔ (یعنی دمشق والوں نے بھی ان کو قبول نہیں کیا) پھر وہ بغداد واپس آئے اور بغداد میں (ہی) اسی سال (**م۳۵۵ھ**) میں فوت ہوئے۔ (**مرآة الزمان في تواريخ الأعيان: ج۱۷: ص۳۷۷-۳۷۸**)

اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں :

۱) حافظ جعابیؒ عمر کے باکل آخری حصے میں مختلط ہوئے تھے۔ اور امام ابو نعیمؒ جن ہوں نے ان سے یہ روایت بیان کی ہیں۔ انہوں نے جعابیؒ سے (م۳۴۹ھ) میں سماع کیا تھا جو کہ اختلاط سے پہلے ہیں۔ (**تاریخ دمشق لابن عساکر: ج۵۴: ص۴۲۹**)

۲) جعابیؒ میں خرابیاں اختلاط کے بعد پیدا ہوئی ہیں اور ہماری روایت اختلاط سے پہلے کی ہے۔ لہذا یہ اعتراض ہی فضول ہے۔

۳) اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اختلاط کے بعد تمام حفاظ نے ان کو ترک کر دیا تھا۔ اس لحاظ سے بھی امام ابو نعیمؒ (**م۴۳۰ھ**) کا سماع اختلاط سے پہلے ہی ثابت ہوتا ہے۔ والحمد للہ

نوٹ: حافظ الذہبیؒ کا بھی ان کو فاسق وغیرہ کہنا اختلاط کے بعد والی حالت کی وجہ سے تھا۔

اس سند کے تیسرے راوی ابو بکر احمد بن موسی بن عمران ؒہیں ، جو کہ **ثقہ** ،قاری، حافظ الحدیث امام ابو بکر احمد بن موسی بن عباس ؒ(**م۳۲۴ھ**) ہیں[10] ، اور یہ بتصریح علامہ خطیب بغدادی ؒ(**م ۴۶۳ھ**)امام ابو بکر جعابی ؒکے استاذ اور محمد بن سعد العوفی ؒکے شاگرد ہیں۔(**تاریخ بغداد ۳۵۲/۵**)اور یہاں بھی یہ راوی محمد بن سعد العوفی ؒسے روایت کر رہے ہے ، اور اس سے امام جعابی ؒروایت کر رہے ہیں۔

چوتھے راوی محمد بن سعد العوفی ؒ(**م۲۷۶ھ**) ہیں ، جن کے بارے میں امام دارقطنی ؒ(م۳۸۵ھ)فرماتے ہیں "**انه لابأس به**" ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (**سوالات الحاکم للدارقطنی:ص۱۳۹تا۱۷۸**)

امام حاکم نیشاپوری ؒ(**م۴۰۵ھ**)نے ان سے متعدد روایات لی ہیں ، اور ان کی اسناد کو صراحتاً صحیح قرار دیا ہے ،اور امام ذہبی ؒ(**م۷۴۸ھ**) نے اس پر امام حاکم ؒکی موافقت کی ہے۔(**المستدرک مع الحاشیہ ح۲۳۶۴،۳۴۳۵،۴۶۱۵،۷۰۴۶،۷۲۲۶**)[11]

پانچویں راوی محمد بن سعد کے والد سعد بن محمد بن الحسن العوفی ہیں ، امام حاکم ؒاور امام ذہبی ؒنے ان کی بھی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔(**المستدرک مع الحاشیہ ح۷۲۲۶**)[12]

اور ان کے شیخ امام ابو یوسف ؒ(**م ۱۸۲ھ**) ہیں جو کہ صرف ثقہ ہی نہیں بلکہ اوثق (انتہائی اعلی درجے کے ثقہ) ہیں۔(**تلامذہ امام اعظم ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام ص۱۳۸،۱۹۱**) الغرض یہ روایت بھی قابل حجت اور قابل استدلال ہے۔

پس جب خود امام اعظم ؒکی زبانی یہ ثابت ہوگیا کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کئی بار زیارت کی تھی تو اس کے بعد امام صاحب کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت کرنے کیلئے ہمیں کوئی اور دلیل پیش کرنے کی

الغرض حافظ جعابی ؒ[**قبل اختلاط**] ثقہ،حافظ اور متقن ہیں اور ان پر جرح اختلاط کی وجہ سے ہوئی ہے،اسی کی وجہ سے ان کو ترک کر دیا گیا تھااور حافظ ابو نعیم ؒ(**م۴۳۰ھ**)نے یہ روایت اختلاط سے پہلے سنی ہے۔لہذا یہ روایت میں حافظ جعابی ؒثقہ ہیں۔واللہ اعلم

10 مزید توثیق کے لئے دیکھئے:**کتاب الثقات للقاسم بن قُطْلُوْبَغَا:ج۲:ص۱۱۰**۔

11 نیز حافظ قاسم بن **قُطْلُوْبَغَاؒ** نے آپؒ کو ثقات میں شمار کیاہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم بن قُطْلُوْبَغَا:ج۸:ص۳۰۴**)،حافظ ابن عساکر ؒ(**م۵۷۱ھ**)نے آپ کی روایت کو محفوظ اور امام ابو عوانہ ؒ(**م۳۱۶ھ**)اور حافظ ضیاء الدین المقدسی ؒ(**م۶۴۳ھ**)نے صحیح کہاہے۔(**معجم ابن عساکر:حدیث نمبر۹۹۸، صحیح ابوعوانہ:حدیث نمبر ۸۷۴۲،الاحادیث المختارہ:ج۲:ص۱۴۵**) لہذا محمد بن سعد العوفی ؒ(**م۲۷۶ھ**) ثقہ ہیں۔لہذا البانی، رئیس احمد، علی زئی اور کفایت اللہ سنابلی کا اسے ضعیف کہنا باطل اور مردود ہے۔

12 حافظ ابن عساکر ؒ(**م۵۷۱ھ**)نے آپ کی روایت کو محفوظ کہاہے۔(**معجم ابن عساکر:حدیث نمبر۹۹۸**) لہذا آپ ؒبھی ثقہ ہیں۔

ضرورت نہیں رہتی ، کیونکہ خود امام صاحب کا بیان اس سلسلے میں حرف آخر اور سب سے بڑی دلیل ہے۔تاہم امام صاحبؒ کے بیان کی تائید اور استشہاد میں ہم یہاں بعض نامور محدثین کے اقوال بھی پیش کردیتے ہیں تاکہ یہ مسئلہ مزید نکھر کر قارئین کے سامنے آجائے۔

امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات پر محدثین کی تصریحات

محدثین کی ایک بہت بڑی تعداد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی رؤیت وملاقات کا اقرار کیا ہے، چنانچہ ان محدثین میں سے

(۱) ایک امام محمد بن سعدؒ **(م۲۳۰ھ)** بھی ہیں ،جو کہ قدیم مؤرخ، محدث اور امام ہیں ،جیسا کہ امام ابن عبد البرؒ (م ۹۶۳ھ)وغیرہ محدثین نے ان سے نقل کیاہے ۔**(جامع بیان العلم وفضلہ ۱/۴۵)**

(۲) امام دارقطنیؒ **(م ۳۸۵ھ)** بھی حضرت انسؓ سے آپؒ کی رؤیت کااقرار کرتے ہیں ،چنانچہ امام ابن الجوزی **(م۵۹۷ھ)** امام سیوطیؒ (م۹۱۱ھ)اور امام علی بن محمد بن علی بن عراق الکنانیؒ **(م۹۶۳ھ)**وغیرہ محدثین نے امام موصوف کے شاگرد رشید امام حمزہ سہمی **(م۴۲۷ھ)**سے نقل کیا ہے کہ:

"سمعت الدارقطنی یقول:لم یلق أبو حنیفة احدا من الصحابة الا انه رأی أنسا بعینه " میں نے امام دار قطنیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ میں سے کسی شخص سے ملاقات نہیں کی ، البتہ آپ نے حضرت انسؓ کو اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھا ہے۔**(العلل المتناھیه لابن الجوزی ج ۱/۱۲۸ ،،تبییض الصحیفة للسیوطی ص ۲۴ ،،ذیل اللالی المصنوعة للسیوطی ص ۱۱۰ ،تنزیه الشریعة المرفوعة لابن عراق ج ۱/۲۷۱)**

(۳) امام دارقطنیؒ کے استاذ امام محمد بن عمر الجعابیؒ **(م۳۵۵)** بھی تصریح کرتے ہیں کہ امام اعظمؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔**(مسند الامام اعظمؒ للبلخی ۲/۷۹۴)**

(۴) امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ **(م۳۷۸ھ)**نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمے میں لکھا ہے **"یقال رأی اباحمزة انس بن مالک النجاری بالکوفة حین نزوله ایاها"** کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت ابوحمزہ انس بن مالک نجاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں دیکھا تھا ،جب حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے تھے۔**(کتاب الاسامی والکنی ۴/۱۷۵)**

(۵) مشہور صاحب التصانیف محدث امام ابو بکر البیہقیؒ (م۴۵۸ھ) نے بھی امام صاحب کی حضرت انسؓ سے ملاقات کی تصریح کی ہے۔**(المدخل الی السنن الکبری ۱/۱۶۰)**

(۶) امام ابونعیم اصفہانیؒ (م۴۳۰ھ) صاحب "حلیۃ الاولیاء "کی بھی یہی رائے ہے کہ امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات ثابت ہے۔**(مسند الامام ابی حنیفۃ لابی نعیم ص۲۴)**

(۷) امام خطیب بغدادیؒ (م۴۶۳ھ) بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ "**رأی انس بن مالک**ؓ" آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔**(تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۵)**

(۸) شیخ الاسلام امام ابن عبد البر مالکیؒ (م۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں **"قیل انہ رأی انس بن مالک"** کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔**(کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشھورین من حملۃ العلم بالکنی ۱/۵۷۲)**

(۹) امام یحی بن ابراہیم سلماسیؒ (م۵۵۰ھ) رقمطراز ہیں **"و رأی انس بن مالک**رضی اللہ عنہ**"** کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔**(منازل الائمۃ الاربعہ ص۸۰)**

(۱۰) امام ابوسعد سمعانیؒ (م۵۶۲ھ) نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے **"رأی انس بن مالک**رضی اللہ عنہ**"** امام ابوحنیفہؒ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا ہے۔**(کتاب الانساب ۲/۲۹۰)**

(۱۱) نامور صاحب التصانیف محدث امام ابوزکریا بن شرف نوویؒ (م۶۷۶ھ) امام اعظمؒ کے ترجمے میں ارقام فرماتے ہیں **"رأی انس بن مالک**رضی اللہ عنہ**"** آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا۔**(الاسماء واللغات ۲/۴۶۰)**

(۱۲) مؤرخ کبیر امام سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) بھی امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات کا اقرار کرنے والوں میں ہیں۔**(الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح ص۱۹،۲۰)**

(۱۳) نیز امام عبد الغنی المقدسیؒ (م۶۰۰ھ) اور امام شہاب الدین قسطلانیؒ (م ۹۴۳ھ) بھی حضرت انسؓ سے امام صاحبؒ ملاقات کی تصدیق کرتے ہیں۔**(تانیب الخطیب للامام الکوثری ص۱۵)**

(۱۴) استاذالمحدثین امام ابوالحجاج مزیؒ (م۷۴۲ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے **"رأی انس بن مالکؓ"** آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔**(تہذیب الکمال ۱۹/۱۰۲)**

(۱۵) جلیل المرتبت محدث امام ابو المحاسن محمد بن علی علوی الحسینیؒ (م۷۶۵ھ) بھی امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں **"رأی انس بن مالکؓ"** آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔**(التذکرۃ بمعرفۃ رجال الکتب العشرۃ ۳/۱۷۷۲)**

(۱۶) مؤرخ اسلام امام ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں **"ورأی انس بن مالکؓ قیل وغیرہ"** امام ابو حنیفہؒ نے انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ کے علاوہ دیگر صحابہؓ کو بھی دیکھا ہے۔**(البدایہ والنہایہ ۷/۸۶)**

نیز موصوف نے امام اعظمؒ کے تعارف میں یہ بھی لکھا ہے کہ **"فقیہ اھل العراق، واحد ارکان العلماء، رأی انس بن مالک، قیل وجماعۃ آخرین من الصحابۃ"** امام ابوحنیفہؒ جو کہ اہل عراق کے فقیہ اور علماء کے ارکان (ستونوں) میں سے ہیں ،آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ کے علاوہ دیگر صحابہ کی ایک جماعت کو بھی دیکھا ہے۔**(التکمیل فی الجرح والتعدیل ۱/۳۷۵)**

(۱۷) محدث ناقد امام شمس الدین ذہبیؒ (م۷۴۷ھ) ارقم فرماتے ہیں **"رأی انسا"** امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کا دیدار کیا ہے۔**(تذہیب تہذیب الکمال ۹/۲۲۵ دول الاسلام ۱/۱۴۰)**

(۱۸) امام ولی الدین عراقی (م۸۲۶ھ) اپنے ایک فتوی میں امام صاحبؒ کے بارے میں یہ تصریح کرتے ہیں کہ **"وقد رأی انس بن مالکؓ"** امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یقینا دیکھا ہے۔**(تبییض الصحیفہ ص ۲۴)**

(۱۹) امام برہان الدین ابراہیم بن احمد بن خلیل حلبی المعروف بہ "سبط ابن العجمیؒ" (م۸۴۱ھ) امام اعظمؒ کے ترجمے میں ارقام فرماتے ہیں **"رأی ابو حنیفۃ انسا"** امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔**(نہایۃ السول فی رجال الستۃ الاصول بحوالہ مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی الحدیث للعلامہ عبدالرشید النعمانی ص ۱۰۱)**

(۲۰) شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) بھی یہ اقرار کرتے ہیں کہ **"رأی انسا"** امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔**(تہذیب التہذیب ۵/۶۲۹)**

(۲۱) امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م۸۴۴ھ) نے لکھا ہے **"ورأى انس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم مرتين"** امام ابو حنیفہؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔(**الروض الباسم ۱/۳۱۲**)

(۲۲) شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م۸۵۵ھ) رقمطراز ہیں **"كان ابو احنيفة من سادات التابعين، رأى انس بن مالك لا يشك فيه الاحاسد او جاهل"** امام ابوحنیفہؒ تابعین کے سرداروں میں سے تھے ، آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا ،اس میں شک کرنے والا حاسد یا جاہل ہی ہوسکتا ہے۔(**مقدمہ مغانی الاخیار فی شرح رجال شرح معانی الآثار قلمی ورقہ ۴۲۹**)

(۲۳) امام جلال الدین سیوطیؒ (م۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں **"رأى انسا"** امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔(طبقات الحفاظ ص۸۰)

(۲۴) مؤرخ امام ابن العماد الحنبلیؒ (م۱۰۸۹ھ) امام صاحب کے ترجمے میں ارقام فرماتے ہیں **"رأى انسأ وغيره"** آپ نے حضرت انسؓ اور دیگر کئی صحابہ کو دیکھا ہے۔(**شذرات الذہب ۱/۲۲۶**)

(۲۵) محدث جلیل عبدالقاہر القرشیؒ (م۷۷۵ھ)، محدث الشام امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م۹۵۲ھ)، شارح مشکوۃ امام ابن حجر مکیؒ (م۹۷۳ھ)، علامۃ الدہر امام مرعی بن یوسف حنبلیؒ (م۱۰۳۳ھ) اور عالی السند محدث امام احمد بن عبد المنعم الدمنہوریؒ (م۱۱۹۲ھ) بھی یہ اقرار کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔(**الجواہر المضیۃ ۱/۲۸، عقود الجمان ص۴۹، الخیرات الحسان ص۴۷، تنویر بصائر المقلدین ص۵۲، اتحاف المبتدین ص۵۳**)

(۲۶) مجدد قرن دہم امام ملا علی قاریؒ (م۱۰۱۴ھ) تابعی کی تعریف کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وبه يندرج الامام الاعظم في سلك التابعين، فانه رأى انس بن مالك وغيره من الصحابة على ماذكره الشيخ الجزرى في "أسماء رجال القراء" والامام التوربشتي في "تحفة المسترشدين" وصاحب "كشف الكشاف" في سورة المؤمنين، وصاحب "مرآة الجنان" وغيرم من العلماء المتبحرين، فمن نفى انه تابعى، فامامن التتبع القاصر او التعصب الفاتر۔

اس تعریف کی رو سے امام ابوحنیفہؒ کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے ،کیونکہ آپ نے حضرت انسؓ اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے ،جیسا کہ

(۲۷) شیخ محمد جزریؒ (م۸۱۴ھ) نے اپنی کتاب "اسماء رجال القراء" (**۲/۳۴۲**) میں،

(۲۸) امام فضل اللہ تور پشتیؒ (م۶۶۱ھ) نے اپنی کتاب " تحفۃ المسترشدین " میں،

(۲۹) اور صاحب "کشف الکشاف "امام عمر بن عبدالرحمن فارسی الزوینیؒ (م۷۴۵ھ) نے "سورۃالمؤمنون "کی تفسیر میں،

(۳۰) صاحب "مرآۃ الجنان " (امام عبد اللہ یافعیؒ(م۷۶۸ھ))نے مرآۃ الجنان (۳۱۰،۳۰۹/۱) میں اور دیگر کئی علماء متبحرین نے اس کی تصریح کی ہے۔پس جس شخص نے بھی آپ کے تابعی ہونے کا انکار کیا ہے اس نے یا تو اپنی ناقص معلومات سے دھوکہ کھایا ہے ،یا پھر اپنے فتنہ پرداز تعصب کا شکار ہوا ہے۔**(شرح شرح نخبۃ الفکر ص۵۹۶)**

(۱)امام اعظمؒ کی حضرت انسؓ سے متعدد بار ملاقات

امام اعظمؒ کی یہ بھی بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ آپ نے صرف ایک بار ہی نہیں بلکہ کئی بار حضرت انسؓ کے جمال مبارک زیارت کرکے اپنی آنکھیں روشن کی ہیں۔جیسا کہ خود آپ کا اپنا بیان صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا جا چکا ہے ۔اور دیگر کئی محدثین بھی اس کا اقرار کیا ہے۔مثلاً

(۳۱) حافظ العصر امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ(م۷۴۴ھ)نے امام صاحبؒ کے حالات میں لکھاہے : **"ورأى انس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم وصاحبه غير مرة لما قدم عليهم بالكوفة"** آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کئی بار دیکھا ہے جب وہ کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔ **(مناقب الائمۃ الاربعہ ص ۵۸،طبقات علماء الحدیث ۲۶۱/۱)**

محدث ناقد امام شمس الدین ذہبیؒ(م ۷۴۸ھ) بھی آپ کے ترجمہ میں یہ تصریح کرتے ہیں **"رأى انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم بالكوفة"** امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کی متعدد بار زیارت کی ہے ،جب وہ کوفہ میں فروکش ہوئے **(تذکرۃ الحفاظ ۱۲۶/۱،تاریخ الاسلام ۹۹۰/۲)**

(۳۲) محدث و مؤرخ امام صلاح الدین صفدیؒ (م۷۶۴ھ)نے تصریح کی ہے کہ **"رأى انس بن مالك غير مرة بالكوفة قاله ابن سعد"** امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بار بار دیکھا ہے ،جیسا کہ امام محمد بن سعد بیان فرمایا ہے۔**(الوافی بالوفیات ۷۴/۱۶،،اخبار العلیات من الوفی بالوفیات ۱۹۲/۲)**

(۳۳) محدث الشام امام شمس الدین محمد بن ابو بکر دمشقی المعروف بابن ناصر الدین (م۸۴۲ھ) امام اعظمؒ کے ترجمے میں رقم طراز ہیں **"رأی الامام انس بن مالک غیر مرة لما قدم علیھم بالکوفة"** امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو متعدد بار دیکھا ہے، جب وہ کوفہ تشریف لائے۔**(التبیان لبدیعة البیان ۱/۳۶۹)**

(۳۴) مؤرخ شہیر امام ابن تغری بردیؒ (م۸۷۴ھ) بھی یہ تصریح کرتے ہیں کہ **"ورأی انس بن مالک الصحابی غیر مرة بالکوفة لما قدمھا انس"** امام ابو حنیفہؒ نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ان کے زمانہ قدوم کوفہ میں کئی بار دیکھا ہے۔**(النجوم الزاھرہ فی ملوک مصر والقاھرہ ۲/۱۷)** اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو متعدد بار دیکھا ہے۔[13]

---

[13] **امام اعظم ابو حنیفہؒ کا حضرت انسؓ کو دیکھنے پر زبیر علی زئی اور رئیس احمد ندوی کے اعتراضات کے جوابات:**

پہلا اعتراض:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ حنفیہ کے مزعوم امام تابعی نہیں تھے۔**(مقالات: جلد۶: صفحہ ۱۶۵)** نیز امام دار قطنیؒ کا قول کہ ''امام ابو حنیفہؒ نے نا حضرت انسؓ سے کوئی روایت سنی ہے، نہ ان کو دیکھا ہے، بلکہ کسی صحابی سے انہوں نے ملاقات نہیں کی۔'' سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں 'اوثق ہونے کی وجہ سے دار قطنی کے قول کو ہی ترجیح حاصل ہے' ۔**(فتاویٰ علمیہ: جلد ۲ : ۴۰۴)** اسی قول کو رئیس احمد ندوی نے بھی **اللمحات: جلد ۲: صفحہ ۲۰۸-۲۰۹** میں ذکر کیا ہے، اور بکواس کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'کسی بھی ماہر فن محدث نے حافظ دار قطنی کے اس فیصلہ کے خلاف بادلیل معتبر یہ دعویٰ کرنے کی آج تک جرأت نہیں کی، کہ امام صاحب کا کسی صحابی کو دیکھنا ثابت ہے'۔

الجواب:

اول تو رئیس صاحب کی بکواس ہی مردود ہے، کیوں کہ اوپر ۳۴ فقہاء، محدثین کے حوالے نقل کر دیئے گئے ہیں، جنہوں نے صراحت کی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اور ۲ صحیح سندوں کے ساتھ خود امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کیا گیا، کہ آپ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

دوم علی زئی صاحب کا یہ کہنا کہ 'اوثق ہونے کی وجہ سے دار قطنی کے قول کو ہی ترجیح حاصل ہے' خود انہیں کے اصول میں باطل ہے۔ کیوں کہ وہ خود اپنا اصول لکھتے ہیں کہ 'ہمارے نزدیک یہ کوئی مسئلہ نہیں کہ فلاں امام نے فلاں راوی کو کذاب یا ضعیف وغیرہ کہا ہے، بلکہ اصل مسئلہ صرف یہ ہے کہ جمہور محدثین کس طرف ہیں؟ جب جمہور محدثین سے ایک قول (مثلاً توثیق یا تضعیف) ثابت ہو جائے، تو اس کے مقابلہ میں ہر شخص یا بعض اشخاص کی بات مردود ہے اور جرح وتعدیل کے تعارض میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ہی ترجیح حاصل ہے۔' **(مقالات: جلد۶: صفحہ ۱۴۳)**

نیز زبیر علی زئی **ہدیۃ المسلمین: صفحہ ۱۲** پر ایک مسئلہ میں امام شافعیؒ کا رد اور جمہور کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ نیت ائمہ ثلاثہ سے ثابت نہیں ہے، لہذا اس سے اجتناب ہی ضروری ہے۔

موصوف کو اپنے من پسند مسائل میں جمہور کی بات یاد رہی، لیکن امام صاحب کے تابعی ہونے کے مسئلہ پر صرف دار قطنی اور خطیب بغدادی کے قول نقل کر دیئے، حالانکہ امام دار قطنیؒ **(م۳۸۵ھ)** سے پہلے امام ابن سعدؒ **(م۲۳۰ھ)** اور امام ابو احمد الحاکمؒ **(م۳۷۸ھ)** نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اور پھر خطیب کے معاصر حافظ المغرب ابن عبد البرؒ **(م۴۶۳ھ)** نے واضح کیا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کی زیارت کی ہے، جیسا کہ تفصیل اوپر گذر چکی ہے، لیکن علی زئی صاحب نے یہ ساری تفصیل کو حلوا سمجھ کر کھالیا۔

پھر اگر امام دار قطنیؒ نے رؤیت انسؓ کا انکار کیا بھی تھا، تو علی زئی صاحب کو اپنے اصول کے مطابق یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ دار قطنی کے قول کو ان کے بعد والے کتنے محدثین نے قبول کیا ہے، کیونکہ وہ تو ہر مسئلہ میں جمہور کے قائل ہیں؟ جبکہ حقیقت کے آئینہ میں خطیب البغدادیؒ کے قول (کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے) کی تائید ۳۴ محدثین نے کی ہے، جن کا ذکر اوپر گزر چکا۔

مگر افسوس چونکہ زبیر علی زئی کو امام صاحب کا تابعی نہ ہونا ثابت کرنا تھا، تو انہوں نے اپنا اصول خوشی خوشی بھلا دیا اور بیچاری عوام کو دھوکہ دینے کے ساتھ ساتھ احناف سے تعصب اور دوغلی پالیسی کا بھی ثبوت دیا ہے۔ (اللہ ان کی غلطی کو معاف فرمائے۔ آمین)

الغرض علی زئی صاحب کا اعتراض خود ان کے اصول کی روشنی میں مردود ہے۔

دوسرا اعتراض:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ 'حنفیہ کے امام ابو حنیفہ نے خود اپنے بارے میں فرمایا کہ میں نے عطاء سے افضل کوئی نہیں دیکھا، ظاہر ہے کہ اس گواہی سے ثابت ہوا کہ امام صاحب نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا تھا، ورنہ وہ یہ کبھی نہ کہتے: میں نے عطاء سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔' **(مقالات: جلد ۶ : ۱۶۵)**
رئیس احمد سلفی لکھتے ہیں کہ 'ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ بات امام صاحب سے خود یا ان کے معاصرین سے معتبر سند کے ساتھ منقول نہیں (کہ امام صاحب نے کسی صحابی کو دیکھا ہے) البتہ امام صاحب کا اپنا یہ ارشاد باسند صحیح ضرور منقول ہے کہ میں عطاء تابعی سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، یعنی میں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔' **(اللمحات: جلد ۲: صفحہ ۲۰۹)**

الجواب:

اول تو یہ کہ خود امام صاحبؒ سے صحیح سند سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے، لہذا یہ کہنا کہ امام صاحب سے صحیح سند سے مروی نہیں ہے کہ انہوں نے کسی صحابی کو دیکھا ہے، یہ رئیس صاحب کا جھوٹ ہے۔

دوم یہ کہ غیر مقلد علماء کا امام صاحبؒ کے ارشاد 'کہ میں نے عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا' سے امام صاحب کے تابعی نہ ہونے پر استدلال کرنا مردود ہے، کیونکہ ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ میں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ میں صحابہ کے علاوہ جتنے لوگوں سے ملا ہوں

، ان میں عطاء سب سے افضل ہیں، اس کے تفصیلی اور عمدہ جواب کیلئے دیکھئے: حافظ ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ کی کتاب '**امام اعظم ابو حنیفہ کا شرف تابعیت' صفحہ: ۱۶۲**۔ نیز، غیر مقلدین کا کہنا یہ ہے کہ اگر امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہوتا، تو وہ یہ کہتے کہ میں نے حضرت انسؓ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

تو ہم کہتے ہیں کہ امام صاحب نے یہاں پر امام عطاء بن ابی رباحؒ کی عدالت اور ان کی توثیق کو ذکر کی ہے، کیوں کہ اس سے پہلے اسی قول میں امام صاحب نے جابر الجعفی کو جھوٹا قرار دیا ہے، لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہاں پر امام صاحب کو حضرت انسؓ کا ذکر کرنا چاہئے تھا، تو سوال یہ ہے کہ اگر امام صاحبؒ یہاں پر حضرت انسؓ کا ذکر کرتے تو اس سے کیا فائدہ ہوتا؟

کیوں کہ حضرت انسؓ کی عدالت تو پہلے سے ہی ثابت ہے، جبکہ آگے اسی قول میں پہلے امام ابو حنیفہؒ نے جابر الجعفی کی عدالت پر جرح کی ہے۔ "**ما رأیت أحداً أکذب من جابر الجعفی و لا أفضل من عطاء بن أبی رباح**"۔ **(علل الصغیر للترمذی: ص ۷۳۹)**

لہذا جب امام صاحب اپنے قول کے پہلے حصہ میں ایک راوی کی عدالت پر جرح کی ہے، تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ دوسرے حصہ میں بھی کسی کی عدالت ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔ اور صحابی کی عدالت کو وہ کیوں ثابت کریں گے؟ حالانکہ وہ پہلے سے ہی ثابت ہے، "**الصحابہ کلھم عدول**"۔

ثابت ہوا کہ یہاں پر حضرت انسؓ کا ذکر آنا بھی درست نہیں ہے، لہذا علی زئی اور رئیس ندوی کا وسوسہ مردود ہے۔

رئیس صاحب کے پیش کردہ دیگر اقوال کا جائزہ:

امام ابو عبد اللہ الحاکم کا حوالہ:

رئیس صاحب لکھتے ہیں کہ امام حاکم (**م ۴۰۵ھ**) نے واضح طور پر امام صاحب کو تابعین کے بعد طبقہ تبع تابعین میں شمار کیا ہے۔ (**اللمحات: جلد ۲ صفحہ ۲۱۵**)

الجواب:

رئیس صاحب نے یہاں پر امام حاکمؒ پر جھوٹ بولا ہے کہ انہوں نے واضح طور پر امام صاحب کو طبقہ تبع تابعین میں شمار کیا ہے، امام حاکمؒ (**م ۴۰۵ھ**) کی پوری عبارت ملاحظہ فرمایئے:

امام حاکمؒ نے عنوان قائم کیا:

ذکر النوع التاسع و الأربعین من معرفۃ علوم الحدیث ھذا النوع من ھذہ العلوم معرفۃ الأئمۃ الثقات المشھورین من التابعین و أتباعھم۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: صفحہ ۲۴۰)

پھر امام حاکمؒ نے اسی کے تحت امام صاحبؒ کا ذکر اس طرح کیا ہے:

القاسم بن الوليد الهمداني، أبان بن تغلب الربعي، مسعر بن كدام الهلالي، أبو حنيفة النعمان بن ثابت التيمي، مالك بن مغول البجلي، أبو العميس عتبه بن عبد الله المسعودي۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ۲۴۵) غور فرمایئے! امام حاکمؒ نے تابعین اور تبع تابعین دونوں کو ایک ہی باب میں بغیر کسی وضاحت کے جمع کر دیا ہے، کیونکہ ان کا اصل مقصد تابعین اور تبع تابعین میں سے ثقات کو ذکر کرنا ہے۔

لیکن اس کے بارے میں یہ کہنا کہ امام حاکمؒ نے واضح طور پر امام صاحب کو تبع تابعین کے طبقہ میں شمار کیا ہے، کتنا صحیح ہے قارئین یہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ممکن ہے کہ یہاں پر کوئی غیر مقلد کہے کہ امام صاحبؒ کا ذکر امام حاکمؒ جن رواۃ کے ساتھ کیا ہے، مثلاً: **القاسم بن الوليد الهمداني، أبان بن تغلب الربعي، مسعر بن كدام الهلالي، أبو حنيفة النعمان بن ثابت التيمي، مالك بن مغول البجلي، أبو العميس عتبه بن عبد الله المسعودي۔** یہ تمام کے تمام تبع تابعین ہیں، لہذا ثابت ہوا کہ امام حاکمؒ کے نزدیک امام صاحبؒ تبع تابعین ہیں۔

الجواب:

اگر بات یہی ہے، تو اسی کتاب کے **صفحہ: ۲۵۴** پر امام حاکمؒ نے عنوان باندھا ہے کہ: **ذكر النوع الحادي والخمسين من علوم الحديث هذا النوع من هذه العلوم معرفة جماعة من الرواة التابعين، فمن بعدهم لم يحتج بحديثهم في الصحيح ولم يسقطوا۔**

پھر **صفحہ: ۲۵۵** پر امام صاحبؒ کا ذکر اس طرح کیا ہے: **أشعث بن سوار الثقفي، محمد بن سالم أبو سهل، عبد الله بن شبرمة الضبي، أبو حنيفة النعمان بن ثابت، بشير بن سلمان النهدي۔** غور فرمایئے! اس باب میں امام صاحب کا ذکر امام حاکمؒ نے جن رواۃ کے ساتھ کیا ہے وہ تمام کے تمام تابعین ہیں، تو کیا غیر مقلدین اب امام صاحبؒ کو تابعین شمار کریں گے۔

نوٹ:

امام حاکمؒ کے حوالہ سے، رئیس صاحب امام صاحب کو تابعین ثابت کرنا چاہ رہے تھے، لیکن وہ تو نہ کر سکے، البتہ یہ ضرور ثابت کر بیٹھے کہ امام حاکمؒ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ ثقہ، ائمہ میں سے ہیں، اور ان کی حدیث ساقط بھی نہیں ہے۔ الحمد للہ۔

حافظ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ قائنی کا قول:

رئیس ندوی سلفی صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ قائنی نے بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ سے چند اماموں بشمول امام ابو حنیفہ کا نام لے کر کہا تھا کہ یہ تابعین میں سے ہیں؟ یعنی امام صاحب تابعی نہیں ہیں۔ **(اللمحات: جلد ۲ : ۲۱۶)**

الجواب:

اول تو اہل حدیثوں سے گزارش ہے کہ حافظ ابو جعفر قائنیؒ کا صحیح سند کے ساتھ حوالہ پیش کریں۔

دوم یہ کے خود غیر مقلدین کے نزدیک خواب سے کوئی شرعی مسئلہ حل نہیں ہوتا، چنانچہ آپ کے مسلک کے سابق امیر، اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں کہ **خواب** اور کشف کا ظہور جب غیر نبی سے ہو، تو صاحب کشف ممکن ہے اس پر یقین کرلے، عامۃ المسلمین اس کے پابند نہیں۔ **(مسئلہ حیات النبی ﷺ : صفحہ ۴۲)** اسی طرح ایک خواب کے بارے میں اہل حدیث محدث عبید اللہ مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ 'چونکہ یہ ایک محض خواب ہے، اس لئے اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہو سکتا، اور نہ کسی مسئلہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ **(فتاویٰ عبید اللہ مبارکپوری: جلد ۲: صفحہ ۵۲۶-۵۲۷)** لہذا رئیس صاحب کا اعتراض خود ان کے مسلک کے اصول کی روشنی میں مردود ہے۔

رئیس صاحب کا ابن عبد البر، ابن حزم، خطیب البغدادی، ابن الاثیر جزری، نووی، ابن الجوزی اور دیلمی رحمہم اللہ کو زبردستی امام صاحب کو غیر تابعی کہنے والوں میں شمار کرنا:

- **حافظ ابن عبد البرؒ کا حوالہ دیتے ہوئے،** رئیس صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں بصراحت امام صاحب کو غیر تابعی کہنے کے ساتھ حافظ قائنی کے وہ اشعار بھی بطور حجت نقل کئے ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ امام صاحب تابعی نہیں ہیں۔ **(اللمحات: جلد ۲: صفحہ ۲۱۷)**

الجواب:

اول تو امام اہل حدیث ابو القاسم بنارسی کہتے ہیں کہ 'نقل امر اس بات کو مستلزم نہیں، کہ ناقل کا بھی وہی مذہب ہو۔ **(دفاع بخاری: صفحہ ۱۴۴)** یعنی اہل حدیثوں کے امام کے نزدیک اگر کوئی محدث کسی بات کو نقل کرے، تو اس نقل کرنے والے محدث کا اس بات سے متفق ہونا ضروری نہیں، جس کو اس نے نقل کیا ہے، بلکہ خود رئیس صاحب کہتے ہیں کہ " مگر یہ بارہا عرض کیا گیا کہ ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ ذکر کنندہ اپنی ذکر کردہ بات کو صحیح بھی مانتا ہے۔" **(اللمحات: ج ۲: صفحہ ۲۱۸)** لہذا خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں رئیس صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

دوم یہ کہ خود امام ابن عبد البرؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب کو تفصیل سے اپنی کتاب 'الانتقاء' میں ذکر فرمایا ہے، دیکھئے **الانتقاء: صفحہ ۱۲۲۔** یہ خود دلیل ہے کہ وہ قائنی کے قول سے متفق نہیں تھے، اور خاقانی کا قول بھی جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے، کیوں کہ جمہور امام صاحب کو ثقہ، حافظ اور ائمہ میں سے تسلیم کرتے ہیں۔ **(امام اعظم ابو حنیفہؒ کا محدثانہ مقام: ص ۳۲۳)**

سوم یہ کہ امام ابن عبد البرؒ خود امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کے قائل ہیں، جس کا حوالہ **صفحہ: ۲۷** پر موجود ہے، لہذا رئیس صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

- **ابن حزمؒ کے حوالہ کے بارے میں عرض ہے** کہ ان کی کتاب کے نام کے ساتھ ان کے اصل الفاظ کو بھی نقل کریں۔

- **خطیب البغدادی کے بارے میں موصوف نے انتہاء کر دی**، کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں بعض علماء اہل حدیث نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ زیادہ سے زیادہ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ خطیب امام صاحب کیلئے رؤیتِ انس کے معترف تھے، مگر وہ ثبوتِ تابعیت کے لئے صرف رؤیت کو جب کافی نہیں سمجھتے، تو احناف یہ دعویٰ کرنے میں کتنے سچے ہیں کہ خطیب تابعیتِ امام صاحب کے معترف ہیں ؟

پھر خود رئیس صاحب ان بعض اہل حدیث کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'ہماری تحقیق یہ ہے کہ امام خطیب ثبوت تابعیت کے لئے رؤیتِ صحابی کو کافی سمجھتے ہیں'۔ **(اللمحات: جلد ۲: صفحہ ۲۱۸)**

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یا تو ان بعض علماء اہل حدیث نے غلط بیانی سے کام لیا ہے کہ 'خطیب ثبوتِ تابعیت کے لئے صرف رؤیت کو جب کافی نہیں سمجھتے' یا رئیس صاحب غلط بیانی کر رہے ہیں کہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ امام خطیب ثبوت تابعیت کیلئے رؤیتِ صحابی کو کافی سمجھتے ہیں۔ جواب اہل حدیث حضرات کی مجتہد عوام دے گی۔ رئیس صاحب خود ان بعض اہل حدیث علماء کا جواب دینے کے بعد بھی، بے شرم ہو کر لکھا کہ خطیب امام صاحب کے لئے رؤیتِ صحابی کے اسی طرح منکر ہیں جس طرح امام صاحب اور دوسرے اہل علم۔ **(جلد ۲: صفحہ ۲۱۸)**

سوال یہ ہے کہ ان کو آپ نے کس دلیل کی وجہ سے اس زمرہ میں کھڑا کیا ہے، جب کے آپ نے ہی لکھا ہے کہ امام خطیب ثبوتِ تابعیت کے لئے رؤیتِ صحابی کو کافی سمجھتے ہیں۔ اور پھر آپ کے مسلک کے محدث زبیر علی زئی لکھتے ہیں خطیب نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ **(فتاویٰ علمیہ: جلد ۲: صفحہ ۴۰۳)** اس سے اگر خطیب کے نزدیک امام صاحب کا تابعی ہونا ثابت نہیں ہوتا تو پھر کیا ہوتا ہے ؟

حد ہوتی ہے، احناف اور علماء احناف سے بغض اور تعصب کی، اس کے بعد بھی رئیس صاحب لکھتے ہیں، لیکن اہل حدیث کے مذکورہ سوال (جس کا وہ خود جواب دے چکے ہیں) کا احناف نے اب تک کوئی جواب نہیں دیا۔ **(ایضاً)** اِس کے سوا اب ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ایسے متعصب شخص کے شر اور تعصب سے امت کی حفاظت فرمائے۔ آمین

قارئین سے گزارش ہے کہ اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ اس شخص نے اس کتاب میں کتنی ناانصافیوں اور بد دیانتیوں سے کام لیا ہو گا۔ (اللہ اس کی خطاؤں کو معاف فرمائے، آمین)

- **موصوف نے ابن الاثیر جزریؒ کا قول نقل کیا** کہ امام صاحب کی کسی صحابی سے ناملاقات ثابت ہے، اور نا ان سے روایت کرنا، امام صاحب کے اصحاب کہتے ہیں کہ انہوں صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی اور ان سے روایت بھی کی ہے، مگر یہ بات یہ اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ **(جلد ۲: صفحہ ۲۱۹)**

جہاں تک صحابہ سے روایت کرنے کی بات ہے، تو اس کی بحث آئندہ شماروں میں آئے گی، لیکن صحابہ سے ملاقات کرنے کی بات کے سلسلہ میں جمہور نے تسلیم کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے صحابہ کو دیکھا ہے، امام عینیؒ **م ۸۵۵ھ** اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: **"قولهم: لا يثبت ذلك عند أهل النقل، غير صحيح، لأن الخطيب من أهل النقل، وهو قد نقل أنه رأى أنس بن مالك ﷺ، مع شدة تعصبه على الحنفية۔"** (بعض علماء) کا قول کہ امام صاحب کا

صحابہ سے ملاقات کرنا اہل نقل کے نزدیک ثابت نہیں ہے، یہ بات صحیح نہیں ہے، کیونکہ خطیبؒ اہل نقل میں سے ہیں اور انہوں نے حنفیہ کے ساتھ سخت تعصب کے باوجود نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔**(مغانی الاخیار: جلد ۳: صفحہ ۱۲۵)**

پھر اوپر ۳۴ فقہاء اور محدثین سے ثابت کیا گیا ہے کہ انہوں نے امام صاحب کو تابعی تسلیم کیا ہے اور اہل حدیث محدث زبیر علی زئی صاحب کا حوالہ پہلے گزر چکا کہ جمہور مقابلہ میں ہر شخص کی بات مردود ہے۔

نیز وہ اہل نقل جن کے نزدیک امام صاحب کا کسی بھی صحابی سے لقاء ثابت نہیں ہے، زبیر علی زئی صاحب کے اصول کے مطابق مجہول ہیں۔**(مقالات : جلد ا صفحہ ۴۵۳، وغیرہ)** لہذا خود اہل حدیث حضرات کے اصول کے مطابق، رئیس صاحب کا اس سے احتجاج درست نہیں ہے۔

پھر ان سب کے خلاف خود امام ابن الاثیر جزریؒ **(م ۶۰۶ ھ)** نے لکھا ہے کہ آپ بغیر کسی اختلاف کے تابعی ہے، جس کا حوالہ **صفحہ : ۸** پر موجود ہے، اور اہل حدیث مسلک کے محقق ابو خرّم شہزاد صاحب یہ اصول لکھتے ہیں کہ ' اگر کسی محدث کے ایک ہی راوی کے بارے میں ۲ مختلف قول ہیں، تو اس محدث کے دونوں قول آپس میں ٹکرا کر ساقط ہو جائیں گے یا پھر جمہور محدثین کے موافق جو قول ہو گا، وہ لے لیا جائے گا اور دوسرا قول چھوڑ دیا جائے گا۔**(کتاب الضعفاء والمتروکین: جلد ا: صفحہ ۹۰)** اہل حدیث حضرات کے اس اصول کی روشنی میں ابن الاثیر جزریؒ کا وہ قول جس میں انہوں نے امام صاحب کو تابعی تسلیم کیا ہے، جمہور کے موافق ہونے کی وجہ قبول کیا جائے گا اور رئیس صاحب کا نقل کرنا قول کو ساقط کر دیا جائے گا۔

اس لحاظ سے بھی رئیس صاحب کا ابن الاثیر جزری کے قول سے استدلال باطل و مردود ہے۔

- ابن الجوزیؒ کا حوالہ میں رئیس کی بدنیتوں کی انتہاء:

رئیس صاحب اپنی بدنیتی کا ثبوت دیتے ہوئے الزام لگاتے ہیں کہ ' انہوں نے (یعنی ابن الجوزی نے) اپنی کتاب ' المنتظم ' میں امام صاحب کے مفصل حالات لکھے ہیں، مگر المنتظم کی جس جلد میں امام صاحب کا ترجمہ ہے، اسے دائرۃ المعارف حیدر آباد کے ذمہ داروں نے شائع نہیں کیا، ظن غالب ہے کہ المنتظم میں ابن الجوزی نے امام صاحب کے متعلق امام دار قطنی، حاکم، ابن حبان اور خاقانی وغیرہ کے (امام صاحب کے تابعی نہ ہونے کے متعلق) اقوال درج کئے ہوں گے۔**(جلد ۲ : ۲۲۴)**

الجواب:

ابن الجوزیؒ نے اسی کتاب **'المنتظم'** میں لکھا ہے کہ **'رأی أنس بن مالک'** امام صاحب نے حضرت اَنسؓ کو دیکھا ہے۔**(المنتظم: جلد ۸: صفحہ ۱۲۹)**
قارئین! اس سے بھی آپ اندازہ لگالیں کہ یہ شخص کتنا متعصب ہے اور بغض و کینہ کا شکار ہے۔

امام دار قطنیؒ کا ایک دوسرا قول جس میں انہوں نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے، کہ امام صاحب نے حضرت اَنسؓ کو دیکھا ہے، جس کو حافظ سیوطیؒ نے **تبییض الصحیفة'** میں نقل کیا ہے اور اس قول کو موصوف رئیس نے جھوٹا قول قرار دیا۔**(جلد ۲: صفحہ ۲۱۶)** پھر حافظ سیوطیؒ کا کذاب وغیرہ ہونا بھی نقل کیا ہے۔

یہاں پر موصوف نے سیوطی کو کذاب تو بتایا ہے، لیکن سیوطی سے پہلے دار قطنی کا یہی قول ابن الجوزیؒ نے نقل کیا ہے، ابن الجوزیؒ کے الفاظ یہ ہیں : **"الحمانی کان یضع الحدیث کذلک، قال الدار قطنی و ابو حنیفة لم یسمع من أحد من الصحابة إنما رأی أنس بن مالک بعینہ" (العلل المتناهية: جلد ا :صفحه ۱۲۸)** اگرچہ سیوطیؒ کی طرح محدث محمد طاہر پٹنی، ابن العراق کنانیؒ وغیرہ نے بھی دار قطنی کے ہی حوالہ سے یہی قول نقل کیا ہے۔ **(تنزيه الشريعة المرفوعة: ج ا :ص ۲۷۱، تذكرة الموضوعات للفتنی: ص ۱۱۱)** مگر ابن الجوزیؒ کے اس قول کی تاویل کرتے ہوئے رئیس صاحب کہتے ہیں کہ :

'اس جگہ ابن الجوزیؒ نے امام دار قطنیؒ کا صرف اتنا قول نقل کیا ہے کہ 'ابن المغلس وضع حدیث کرتا تھا' اسلئے امام صاحب کی طرف اس کی منسوب روایت صحیح نہیں، اس کے بعد اپنا خیال ذکر کیا کہ امام صاحب کا کسی صحابی سے سماع نہیں، البتہ صرف ایک صحابی حضرت انسؓ کو موصوف امام صاحب نے دیکھا ہے'۔ **(اللمحات: جلد ۲: صفحہ ۲۲۴)**

بقول رئیس صاحب کے اگر ہم یہ تاویل تسلیم کر لیں، تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابن الجوزیؒ امام صاحب کو تابعی تسلیم کرتے ہیں، لیکن چونکہ رئیس صاحب کو زبر دستی کرنی تھی اور امام ابن الجوزی کے قول کو غلط ثابت کرنا تھا، اس لئے موصوف رئیس نے کہا حضرت انسؓ کو دیکھنے کا دارو مدار امام صاحب کی ذات پر ہے، اور امام صاحب سے اس روایت کے ناقل سیف کا حال کتب رجال میں موجود نہیں اور سیف سے روایتِ مذکورہ کا ناقل ابن سعد کو کہا جاتا ہے جو کہ ایک مشکوک چیز ہے، حافظ ابن الجوزی امام صاحب ہی کو ساقط الاعتبار قرار دیئے ہوئے ہیں۔

پھر انہوں نے جو یہ لکھا کہ "امام صاحب نے اگرچہ کسی سے کچھ نہیں سنا، مگر ایک صحابی حضرت اَنس کو دیکھا ہے" وہم کے علاوہ اور کیا ہے؟ **(اللمحات: جلد ۲: صفحہ ۲۲۵)**

حالانکہ قارئین آپ غور فرمالیں، المنتظم کی عبارت کو اور اسی طرح اس العلل المتناہیہ کی عبارت کو، جو کہ رئیس صاحب کے مطابق ابن الجوزی کی عبارت ہے، ان دونوں کتابوں میں نہ امام صاحب سے مروی روایت موجود ہے اور نہ ابن سعد اور سیف بن جابر کا ذکر ہے، لیکن زبر دستی انہوں نے ابن سعد کی روایت کو ذکر کر کے یہ بتانے کی کوشش کی ہے، جب ابن الجوزیؒ کے نزدیک امام صاحبؒ ضعیف ہیں، تو امام صاحب کی روایت کا کیا اعتبار ہے۔

جبکہ ابن الجوزیؒ نے **'المنتظم'** میں صرف اپنی تحقیق پیش کی ہے، کہ امام صاحب نے حضرت اَنسؓ کو دیکھا ہے وہاں پر ابن سعد وغیرہ کی کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے، لیکن چونکہ موصوف رئیس کو ابن سعد کی روایت کو ذکر کر کے ابن الجوزیؒ کے قول کو کمزور اور وہم ثابت کرنا تھا، اس لئے رئیس نے یہ باتیں نقل کر کے ابن الجوزی کی بات وہم کرنے کی ناکام کوشش کی۔

اور جب اتنے سے رئیس صاحب کا کام نہیں چلا، تو انہوں نے ابن الجوزیؒ کو کثیر الوھم بھی قرار دیا۔ **(أيضا)** اور آگے بد دیانتیوں کی انتہاء نہیں ہے، اپنی طرف سے اصول لکھا ہے کہ 'حضرت انسؓ کو دیکھنے کا دار و مدار امام صاحب کی ذات پر ہے'۔

یہ کون سے محدث اور ائمہ جرح و تعدیل کا اصول ہے کہ جب تک کسی راوی کا کسی صحابی کو دیکھنا صحیح سند سے ثابت نہیں ہوتا، تب تک ان کو تابعی تسلیم نہیں کیا جائے گا، چاہے کتنے ہی ائمہ جرح و تعدیل اور محدثین صراحت کر دیں کہ اس نے صحابی کو دیکھا ہے؟

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ (م۸۸ھ) سے ملاقات:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جن کو خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تعلیم دین کے لئے کوفہ روانہ کیا تھا۔آپ کوفہ آکر یہیں سکونت پذیر ہو گئے اور اپنی زندگی کے بقیہ ایام یہیں دین کی نشرواشاعت میں صرف کر دیے۔آپ کا انتقال ۸۷یا ۸۸ہجری میں یا اس کے بعد ہوا ،اور آپ وہ صحابی ہیں جو کوفہ میں مقیم صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔**(معرفۃالصحابہ ۱۰۵/۳ ،الاستیعاب ۱۳۰۹ ،اسدالغابہ ۱۸۱/۳ ،تجریداسماءالصحابہ ۲۹۹/۱ ،الاصابہ ۴۵۷/۳ ،تاریخ الصحابہ لابن حبان ۱۵۵)**

شیخ احمد محمد شاکرؒ(م۱۳۷۷ھ) ارقام فرماتے ہیں **"ھو عبداللہ بن ابی اوفی، مات بالکوفۃ سنۃ ۸۶، وقیل سنۃ ۸۷، وقیل سنۃ ۸۸"** حضرت عبداللہ بن ابی اوفی بمقام کوفہ ۸۶یا ۸۷یا۸۸ہجری میں فوت ہوئے۔**(شرح الفیۃالسیوطی ص۱۱۳)**

امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی چونکہ کوفی ہیں ،اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کی وفات کے وقت امام صاحب کی عمر کم از کم سات یا آٹھ سال تھی ،اس لئے آپ کو ان سے بھی ملاقات کرنے کا موقع مل گیا۔جیساکہ آپ نے فرمایا" **لقیت عبداللہ بن ابی اوفی** " میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔**(مناقب ابی حنیفۃ للمکی ص ۳۶)**

الشیخ الامام ناصر السنۃ ابو المکارم عبداللہ بن حسین نیشاپوری (م۵۵۲ھ) نے اس قول کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔**(الرسائل الثلاث الحدیثیہ ص ۱۶۹)**

کیا غیر مقلدین ہر تابعی کو اسی اصول کے ذریعہ سے ہی تابعی مانتے ہیں ؟ کیا اہل حدیث فرقہ کے لوگ ہر تابعی کے بارے میں یہ بات صحیح سند سے ثابت کر سکتے ہیں کہ انہوں نے صحابی کو دیکھا ہے ؟ یا پھر یہ اصول صرف امام صاحب ہی کیلیئے انہوں نے گھڑ لیا ہے ؟ اللہ ان کو ہدایت عطاء فرمائے۔ آمین۔

- **امام نوویؒ کو بھی** متعصب رئیس سلفی نے زبردستی امام صاحب کو تابعین نہ کہنے والوں میں شمار کیا ہے، حالانکہ امام نوویؒ(م۶۷۶ھ) نے بھی صراحت کی ہے کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے، جس کا حوالہ **صفحہ:۲۷** پر موجود ہے۔

- **دیلمیؒ کا بھی** حوالہ بے کار ہے، کیونکہ خود رئیس صاحب اور دیگر علماء اہل حدیث کا اصول گزر چکا کہ ناقل کا کسی چیز کو نقل کرنا، اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ وہ ناقل کے نزدیک صحیح ہے۔ لہذا رئیس صاحب کا اعتراض خود اپنے اصول کی روشنی میں مردود ہے۔

محدثین ومؤرخین کی ایک بڑی تعداد نے بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے درمیان ملاقات کی تصریح کی ہے۔مثلاً

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) اپنے ایک فتوی میں تصریح کرتے ہیں **"ادرک الامام ابوحنیفۃ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد فی الکوفۃ سنۃ ثمانین من الھجرۃ، وبھا یومئذ من الصحابۃ عبداللہ بن ابی اوفی فانہ مات سنۃ ثمان وثمانین او بعدھا"** امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے،کیونکہ آپ ۸۰ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے ،اور وہاں صحابہ میں سے اس وقت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ موجود تھے ، اس لئے کہ ان کی وفات ۸۸ہجری یا اس کے بعد ہوئی ہے۔**(تبییض الصحیفۃ ص ۲۵ ،، عقود الجمان ص ۵۰ ، الخیرات الحسان ص ۴۸)**

امام شہاب الدین قسطلانیؒ(م۹۳۲ھ)اپنی شرح بخاری میں ارقام فرماتے ہیں **"ابن ابی اوفی عبداللہ ، الصحابی ابن الصحابی، وھو آخر من مات من الصحابۃ بالکوفۃ سنۃ سبع وثمانین، وقد کف بصرہ قبل، وقد رآہ ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ وعمرہ سبع سنین"** حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ،اور ۸۷ہجری میں کوفہ میں مقیم صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے ،آپ اپنی وفات سے پہلے بصارت سے محروم ہوگئے تھے ،امام ابوحنیفہؒ نے ان کی زیارت کی تھی ،جب امام صاحبؒ کی عمر سات سال تھی۔**(ارشاد الباری شرح صحیح بخاری ۲۵۹/۱)**

محدث جلیل ،مؤرخ کبیر امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) اپنی" شرح بخاری" میں رقمطراز ہیں **"عبداللہ بن ابی اوفی واسم ابی اوفی علقمۃ الاسلمی لہ ولابیہ صحبۃ ، وھو آخر من مات بالکوفۃ من الصحابۃ ، اھو من جملۃ من رآہ ابو حنیفۃ من الصحابۃ"** حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد ابو اوفی رضی اللہ عنہ کہ جن کا نام علقمہ اسلمی ہے ،کو بھی شرف صحابیت حاصل ہے۔اور آپ منجملہ ان صحابہ میں سے ہیں جن کو امام ابو حنیفہؒ نے دیکھا تھا۔ **(عمدۃ القاری شرح بخاری ۲۹۳/۱۱ح۲۰۸۰)**

امام احمد بن عبدالمنھم الدمنھوریؒ(م۱۱۹۲ھ) امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں : **"فھو من التابعین علی الصحیح ، لانہ حین ولد بالکوفۃ کان من الصحابۃ عبداللہ بن ابی اوفی"** آپ صحیح قول کے مطابق تابعی ہیں ،کیونکہ جب آپ کوفہ میں پیدا ہوئے ،اس وقت وہاں صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ باحیات تھے۔(جن سے آپ ملاقات کرنے کی وجہ سے شرف تابعیت پر فائز ہوئے)۔**(اتحاف المبتدین ص۵۳)**

امام ابو نعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) مؤلف "حلیۃ الاولیاء" اور شارح مشکوۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) وغیرہ محدثین نے بھی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی۔ **(مسند الامام ابی حنیفۃ لابی نعیم ص ۲۴، الانتصار والترجیح لسبط ابن الجوزی ص ۱۹، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للقاری ۱/۷۸، تنسیق النظام للسنبھلی ص ۱۰)**

معلوم ہوا کہ امام صاحب نے صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی زیارت فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ (م ۹۷ھ) سے ملاقات :

آپ کا شمار فتح مصر میں شریک صحابہ میں ہوتا ہے، آپ مصر فتح ہونے کے بعد یہیں مقیم ہو گئے، اور ایک لمبی عمر پانے بعد کے آپ کا انتقال یہیں مصر میں ہوا۔ **(حسن المحاضرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ ۱/۱۷۰)**

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے آپ کے ترجمہ میں بحوالہ امام ابوزکریا یحی بن مندہ (۵۱۱ھ) لکھا ہے: **"وھو آخر من مات بمصر من الصحابۃ رضی اللہ عنھم"** حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو مصر میں رہنے والے صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ **(تہذیب التہذیب ۱۱۹/۳، اسد الغابہ ۲۰۵/۳)**

آپ کے سن وفات سے متعلق مؤرخین کا اختلاف ہے، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آپ کی وفات ۸۰ ہجری (امام اعظمؒ کی ولادت) کے بعد ہوئی، جیسا کہ امام ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) نے تصریح کی ہے۔ **(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۱۳۳۸)**

امام ابو بکر جعابیؒ (م ۳۵۵ھ) جو کہ علم حدیث و تاریخ کے عظیم سپوت ہیں، فرماتے ہیں **"مات عبداللہ بن الحارث بن الجزء الزبیدی سنۃ سبع وتسعین"** حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ ۹۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ **(مناقب ابی حنیفۃ للمکی ص ۲۸)**

اس اعتبار سے آپ کی وفات کے وقت امام صاحبؒ کی عمر ۱۷ سال تھی امام صاحبؒ نے مکہ مکرمہ میں آپ کے دیدار کا شرف حاصل کیا تھا، جیسا کہ امام اعظمؒ کی حضرت عبداللہ بن جزء رضی اللہ سے سماعت وروایت حدیث بیان میں خود امام صاحبؒ کے حوالے سے آرہاہے۔ نیز متعدد محدثین نے بھی اس کی گواہی دی ہے۔ مثلاً

عظیم ونامور محدث امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے امام صاحبؒ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے **"ویقال انه لقی من الصحابة عبدالله بن الحارث بن جزء الزبیدی وانس بن مالک"** کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی۔ **(المدخل الی السنن الکبری ۱/۱۶۰)**

شیخ الاسلام امام ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں **"ذکر محمد بن سعد کاتب الواقدی ان اباحنیفة رأی انس بن مالک وعبدالله بن الحارث بن جزء"** امام محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) کاتب الواقدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کی زیارت کی تھی۔ **(جامع بیان العلم وفضلہ ۱/۳۵)**

امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ **"لقی بمکة"** امام ابوحنیفہؒ نے مکہ مکرمہ میں ان سے ملاقات کی تھی۔ **(مسند الامام ابی حنیفة لابی نعیم ص۲۵)**[14]

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۰ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے امام صاحبؒ کی ملاقات ہونے کی تصریح کی ہے۔ **(مرقاۃ المفاتیح ۱/۸۷، تنسیق النظام ص۱۰)**

نیز امام ابو حنیفہؒ نے سولہ سال کی عمر میں ان سے حدیث بھی سنی تھی، کما سیأتی تفصیلہ ان شاء اللہ تعالی۔

حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ (م ۱۱۰ھ) سے ملاقات:

حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جو کہ تمام صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے، جیسا کہ پہلے بحوالہ محدثین ومؤرخین گذرا ہے۔

یہ بھی من جملہ ان صحابہ میں سے ہیں، جن کی زیارت سے امام ابوحنیفہؒ مشرف ہوئے ہیں۔ چنانچہ امام حسین بن علی صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) اور امام یحیی بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) نے امام ابو بکر ہلال بن محمد **الرأي**ؒ (م ۳۷۹ھ)، جو ایک

---

[14] ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن سعدؒ (م ۲۳۰ھ)، امام الحافظ ابو نعیمؒ (م ۴۳۰ھ) اور امام البیہقیؒ (م ۴۵۸) وغیرہ حافظ ابو بکر الجعابیؒ کے قول **"مات عبدالله بن الحارث بن الجزء الزبیدی سنة سبع وتسعین"** کو صحیح مانتے ہیں۔ والحمد للہ

جلیل القدر فقیہ ومحدث ہیں[15] سے نقل کیا ہے کہ **"وقد ادرک ابو حنیفة من الصحابة ایضا عبد الله بن ابی اوفی وابا الطفیل عامر بن واثلة وھما صحابیان"** امام ابو حنیفہؒ نے جن صحابہ کو پایا ہے ،ان میں سے یہ دو صحابی حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی

---

[15] رئیس احمد سلفی صاحب بحوالہ میزان الاعتدال لکھتے ہیں کہ ابو بکر ہلال (م۳۷۹ھ) کذاب ہے۔(**اللمحات: ج۲ : ص۲۵۹**)

الجواب:

اول　　تو میزان کی عبارت اس طرح ہیں کہ "**قال ابن غلام الزھري: ادعی لقی شیخ لم یره**" یعنی ابن غلام الزھریؒ کہتے ہیں کہ وہ ایسے شیخ سے ملنے کا دعوی کرتا ہیں جس کو اس نے نہیں دیکھا۔(**ج۴: ص۳۱۶**) اور غیر مقلدین سے ابن غلام الزھریؒ کی توثیق مطلوب ہیں۔

دوم　　یہ کہ ابن غلام الزھریؒ کی اصل عبارت اس طرح ہیں کہ ابن غلام الزھریؒ فرماتے ہیں کہ "**جاءني يوما بجزء عن محمد بن الحسين بن حميد بن الربيع بن الخراز، فقال: هذا اسماعي، قلت في أي سنة كتبت عنه؟ قال كتبت عنه بالبصرة قبل الثلاثمئة**" ابو بکر ہلال ایک دن میرے پاس محمد بن الحسین بن حمید بن الربیع سے مروی (احادیث کا) جزء لے کر آئے پھر کہا کہ یہ (احادیث) میں نے ان سے سنی ہیں۔ابن غلام الزھریؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ نے کون سے سال میں ان سے احادیث لکھی ہیں۔تو ابو بکر ہلالؒ نے کہا کہ میں نے ان سے بصرہ میں (م۳۰۰ھ) پہلے احادیث لکھی۔(یہ سب سنا کر) اب ابن غلام الزھریؒ حمزہ سہمیؒ سے کہتے ہیں کہ "**قال أبو محمد قلت له إياك أن تنطق عنه بشيء لأنه لم يدخل البصرة أصلا**" یعنی ابو بکر ہلال بصرہ میں سرے سے داخل ہی نہیں ہوئے۔معلوم ہوا کہ ابن غلام الزھریؒ نے ابو بکر ہلال پر جرح اس لئے کی کیونکہ ان کے نزدیک ابو بکر ہلالؒ کبھی بصرہ میں داخل ہی نہیں ہوئے۔

لیکن تحقیق کی روح صحیح بات یہ ہے کہ ابو بکر ہلال بن محمد **الرأي** بصریؒ (م۳۷۹ھ) بصرہ گئے تھے۔دلائل درج ذیل ہیں۔

۱)　　حافظ ابو سعد احمد بن محمد مالینیؒ (م۴۱۲ھ) [ثقہ، متقن] کہتے ہیں کہ "**أنا أَبُو بَكْرٍ هِلَالُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الرَّازِيُّ بِالْبَصْرَةِ**" ابو بکر ہلال بن محمد بن محمد الرازیؒ نے **بصرہ میں ہم سے بیان کہا**۔(**مسند الشھاب القضاعی: حدیث نمبر ۷۵۶**، واسنادہ صحیح)

۲)　　امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) حافظ ابن السماکؒ (م۳۴۴ھ) کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ ابن السماک نے ابو بکر ہلال بن محمد سے بصرہ میں حدیثیں سنی۔(**تاریخ الاسلام: ج۹ : ص۵۴۰**)

۳)　　محمد بن علی بن الطیب (م۴۳۶ھ) نے بھی بصرہ میں ابو بکر ہلال کے موجود ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔(**تاریخ بغداد: ج۳ : ص۳۱۲**) ان دلائل سے ابن غلام الزھریؒ کی بات کا غلط اور ابو بکر ہلال بن محمد کا صدوق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سوم　　اس جرح کے ناقل امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) خود ابو بکر ہلال بن محمد کو "بصری" لکھا ہے۔پھر مزید کہتے بھی ہیں کہ "**لم أسمع فيه قدحا**" میں نے ان کے بارے میں کوئی جرح نہیں سنی۔(**سیر: ج۱۶: ص۳۳۹ - ۳۴۰، تاریخ الاسلام: ج۲۶: ص۴۹۲، طبع التوفیقیة، وطبع دار کتاب العربی**) معلوم ہوا کہ امام ذہبیؒ کے نزدیک بھی ابن غلام الزھریؒ کا قول صحیح نہیں ہے۔

رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔(**اخبار ابی حنیفۃ ۱/۷۸، منازل الائمۃ الاربعہ ص۸۰**)

امام ابن حجر مکیؒ(**م۹۷۳ھ**) کی تصریح کے مطابق بھی امام صاحبؒ نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔(**مرقاۃ المفاتیح ۱/۷۸، تنسیق النظام شرح مسند الامام ص۱۰**)

نوٹ: امام ذہبیؒ نے ابن صلاحؒ کا قول نقل کیا ہیں کہ "**ضعفوہ**" تو یہ جرح بھی غیر مقلدین کے اصول کے مطابق مردود ہے۔کیونکہ اس کا جارح (جرح کرنے والا) مجہول و نا معلوم ہیں۔(**مقالات:ج۱ : ص۴۵۳**) پھر یہ جرح بے سند ہے۔اور غیر مقلدین کے نزدیک بے سند بات جھوٹی ہوتی ہے۔(**نور العینین: ص۳۰۸، مقالات ارشاد الحق اثری:ص۴۸، سلفی تحقیقی جائزہ:ص۷۷**) پھر اس جرح کے بھی ناقل امام ذہبیؒ(**م۷۴۸ھ**) نے کہا کہ "**لم أسمع فيه قدحا**" جیسا کہ گزرچکا۔اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ خود غیر مقلدین کے اصولوں کی روشنی میں ابو بکر ہلال بن محمدؒ(**م۲۷۹ھ**) پر کوئی جرح ثابت نہیں ہیں۔

امام ابو بکر ہلال بن محمد **الرأي** البصریؒ (**م۲۷۹ھ**) کی توثیق:

امام ذہبیؒ(**م۷۴۸ھ**) آپؒ کو 'شیخ، معمر' کہتے ہیں۔(**سیر:ج۱۲: ص۳۳۹- ۳۴۰، تاریخ الاسلام:ج۲۶: ص۴۹۲، طبع التوفیقیۃ، و طبع دار کتاب العربی**) شیخ کہنا غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی توثیق ہے۔چنانچہ، غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود صاحب 'شیخ' تعدیل کے الفاظ میں شمار کرتے ہیں۔(**اصطلاحات المحدثین:صفحہ ۱۷**) امام ذہبیؒ(**م۷۴۸ھ**) نے بھی 'شیخ' کو تعدیل کے الفاظ قرار دیا ہے۔(**میزان الاعتدال:ج۱ : ص۴،۳**)

بلکہ اہل حدیث عالم ڈاکٹر سہل حسن صاحب لفظِ تعدیل 'شیخ' کو 'صدوق' اور 'لابأس بہ' کے درجہ کی تعدیل قرار دیتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ ان کی (یعنی جس راوی کو شیخ کہا جائے، اس کی) احادیث قابل قبول ہے۔(**معجم الاصطلاحات:ص۳۲۴**) اور غیر مقلد عالم، اقبال احمد 'بسکوہری' صاحب بھی جس راوی کو شیخ کہا جائے، اس کی روایت کو قابل اعتبار کہتے ہیں۔(**علوم الحدیث:ص۲۸۷، ۲۸۸**) معلوم ہوا کہ امام ابو بکر محمد بن ابی اسحاق البخاریؒ کے نزدیک امام امام ابو بکر ہلال بن محمد **الرأي** البصریؒ کی روایت قابل اعتبار اور قابل قبول ہے۔

پھر حافظ عبد القادر القرشیؒ(**م۷۷۵ھ**)، امام الحافظ ابن السماک(**م۳۴۴ھ**) وغیرہ علماء نے کو آپؒ کو 'الإمام ابن أخي الإمام'، 'فقیہ' اور کبار علماء اسلام میں شمار کیا ہیں۔(**جواھر المضیہ:ج۲ : ص۲۰۶، الوجیز للسلفی:ص۱۲۷، الاشارہ للباجی:ص۲۶، تحقیق محمد علي فركوس**)

لہذا آپؒ صدوق امام ہیں اور آپ پر جرح مردود ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ امام ذہبی علیہ الرحمۃ کی نظر میں (مناقب، میزان الاعتدال اور دیوان الضعفاء کی عبارتوں کا جواب)

مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ کی عبارت:

اس بارے میں مخالف نے مناقب الإمام ابی حنیفہ سے یہ نقل کرکے اعتراض کیا کہ **مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ** میں امام ذہبی نے آپ کے ضبط پر جرح کی ہے۔ اور مخالف ٹولا اس بات پر اڑا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سیئ الحفظ تھے اور ضبط و اِتقان نہیں رکھتے تھے۔

آیئے ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں :

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ امام ذہبیؒ **(م ۷۴۸؁ھ)** نے یہ مانا ہے کہ آپ کی حدیث کو مطلقاً رد نہیں کیا گیا بلکہ حجت سمجھ کر قبول بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں: **''فصل في الاحتجاج بحديثه اختلفوا في حديثه على قولين، فمنهم من قبله ورآه حجة''** یعنی آپ کی حدیث کے بارے میں اختلاف ہے پس بعض نے اسے قبول کرلیا ہے اور اسے حجت مانا ہے۔ **(مناقب الإمام ابی حنیفہ و صاحبیہ: ص ۴۴)**

اسکین:

مَنَاقِبُ الإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ
وَصَاحِبَيْهِ أَبِي يُوسُف وَمُحَمَّد بن الحَسَن

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي
ولد سنة ٦٧٣ وتوفي سنة ٧٤٨ رحمه الله تعالى

عُني بتحقيقه والتعليق عليه

محمد زاهد الكوثري
وكيل
مشيخة الإسلام باستانبول سابقاً

أبو الوفاء الأفغاني
رئيس الجمعية العلمية
من لجنة إحياء المعارف النعمانية

عُنيت بنشره
لجنة إحياء المعارف النعمانية
بحيدرآباد الدكن بالهند

٤٤

يحيى بن عبدالحميد الحِمَّاني، عن أبيه، سَمِع أبا حنيفة يقول: جَهْمُ بنُ صفوان الخراساني كافر[١].

فصل في الاحتجاج بحديثه

اختلفوا في حديثه على قولين، فمنهم من قَبِلَه ورآه حُجَّة[٢]، ومنهم من ليَّنه لكثرةِ غلَطِه في الحديث ليس إلا.

٢٨ قال علي بن المديني: قيل ليحيى بنِ سعيد / القطان: كيف كان حديثُ أبي حنيفة؟ قال: لم يكن بصاحب حديث[٣].

(١) أما ما يقال من أنه قال له: «اخرُجْ يا كافر» فلم أرَهُ بسند متصل، وإن كان عند جهم بدع مكفرة (ز).

(٢) وعليه جمهورُ الفقهاء وأهل الحديث الأيقاظ من غير متعصبة الحشوية، والثاني زَعْمُ أذيال الحشوية الجهلة من النقلة المتعصبة، وهم ممن لا يُقامُ لكلامهم وزن! فدونك ابنَ عدي صاحب «الكامل»، تراه يحمل ما وقَع في كلامِ شيخه أبّاءِ بن جعفر من أوهام له في أحاديثِ أبي حنيفة على الإمام نفسه ظلماً وعدواناً، وقد أفضتُ في هذا البحث في تأنيب الخطيب (ز).

(٣) في سند هذا الخبر في «تاريخ الخطيب» ابنُ حَيُّويه، كان ضعيفاً متساهلاً في الرواية، يحدث من كتب ليس عليها سَمَاعُه، وبمثل هذا السند لا يَثْبُت عن ابنِ المدينيِّ شيء، بل ابنُ المديني نفسُه لم يَنجُ من جروح الرواة حتى قال قائلهم فيه:

يابن المدينيِّ الذي عُرِضَتْ له دُنْيَا فجاد بدِينِهِ لينالَها!

نعم أبو حنيفة لم يكن متفرغاً للرواية، يَعقِدُ لصنوف النقلة مجالس تحديث، بل كان مجلسُهُ مجلسَ تفقيه، يَحضرُه المتدربون على الاستنباط من أذكياءِ المتفقهة، بل كبارُ المجتهدين المتخرجون عليه، فيحدثهم بمناسبات، وصاحبُ الحديث عندهم هو المتفرغ لروايته بدون العناية بالتفقه فيه، وأين التفقيه والتفقه في الدين من الرواية المجردة؟ (ز).

دوسرا قول آپ کی حدیث کو کثرت غلطی کی بناء پر بعض کی جانب سے رد کیا جانے کا ذکر کیا۔ اس قول کی وجہ جو امام ذہبیؒ **(م۷۴۸ھ)** نے لکھی ہے وہ یہ ہے: **"قلت: لم يصرف الإمام همته لضبط الألفاظ والإسناد، وإنما كانت همته القرآن والفقه"** میں کہتا ہوں کہ امام صاحب کی توجہ ضبط الفاظ حدیث و اسناد کی طرف نہیں تھی بلکہ آپ کی زیادہ توجہ قرآن اور فقہ کی جانب تھی۔ **(مناقب ایضا: ص ۴۵)**

اسی عبارت کی وجہ سے مخالف ٹولا اس بات پر اڑا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سیئ الحفظ تھے اور ضبط و اتقان نہیں رکھتے تھے۔

لیکن اس قول کے فوراً بعد امام ذہبیؒ نے امام یحیی بن معینؒ **(م۲۳۳ھ)** سے آپؒ کا " **ثقة و لا بأس به** "ہونا ہی نقل کیا۔ **(ص ۴۵-۴۶)**

اسکین:

مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه أبي يوسف ومحمد بن الحسن

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

ولد سنة ٦٧٣ وتوفي سنة ٧٤٨ رحمه الله تعالى

عني بتحقيقه والتعليق عليه

محمد زاهد الكوثري
وكيل
مشيخة الإسلام بإستانبول سابقاً

أبو الوفاء الأفغاني
رئيس الجمعية العلمية
من لجنة إحياء المعارف النعمانية

عنيت بنشره
لجنة إحياء المعارف النعمانية
بحيدر آباد الدكن بالهند

٤٥

قلتُ: لم يَصرِف الإمامُ هِمَّتَهُ لضبط الألفاظ والإسناد، وإنما كانت هِمَّتُهُ القرآنَ والفقه(١). وكذلك حالُ كلِّ من أقبَلَ على فَنّ، فإنه يَقصُرُ عن غيره.

من ثَمَّ ليَّنوا حديثَ جماعة من أئمة القراء كحفص، وقالون، وحديثَ جماعةٍ [من](٢) الفقهاء كابن أبي ليلى، وعثمان البَتِّي، وحديثَ جماعةٍ من الزهاد كفَرْقَد السَّبَخِي، وشقيق البلخي، وحديثَ جماعة من النحاة، وما ذاك لضعفٍ في عدالةِ الرجل، بل لقلةِ إتقانه للحديث، ثم هو أنبَلُ من أن يَكذِب.

وقال ابن معين فيما رواه عنه صالح بن محمد جَـزَرَة وغيرُه: أبو حنيفة ثقة.

(١) الذهبي لم يحرر المقام تحت تأثير خلطائه من الحشوية المنحرفين البعداء عن تعقل دقة مدارك أبي حنيفة ومنزلته السامية في سعة العلم، وليس شأنُ المجتهدِ، الذي دان له شطرُ الأمة بل ثلثاها، وجَرَى باقي الأئمة على نُورِ تأصيله وتفريعِهِ مدى القرون: أن يُغفِلَ ضبطَ الحديث إسناداً ومتناً، مع قرب عهده من حضرة المصطفى صلى الله عليه وسلم، لكن الهوى يجعل الضابط الثقة ضعيفاً غالطاً!
وأين المتفرغُ إلى الاجتهاد ملتفاً حوله كبارُ المجتهدين المتخرجون عليه من المتفرغ للقضاء أو القراءة أو الزهد؟ والاجتهادُ في مثله لا يتم إلا بالتضلع في الكتاب والسنة والآثار، وفي معرفةِ مواقع الإجماع والخلاف، لكن ذنبُ أبي حنيفة أن أكثر القضاة الذين امتَحَنوا الرواة في عهد المأمون كانوا على مذهبه، فانتقموا منهم بالنيل من إمامهم! سامحهم الله. وتفصيلُ هذا البحث في «التأنيب» (ز).
(٢) كان لفظ «من» ساقطاً من الأصل فزدته هنا لتصح العبارة (أبو الوفاء).

٤٦

وقال أحمد بن محمد بن القاسم بن مُحرِز، عن يحيى بن معين: لا بأسَ به(١). وقال أبو داود السجستاني: رَحِمَ الله مالكاً كان إماماً، رَحِمَ الله أبا حنيفة كان إماماً.

٢٩ / فَصْلٌ في منثورِ أخبارِه

روى الخطيب من طريق أحمد بن عطية: ثنا الحسن بن الربيع، نا قيس بن الربيع: كان أبو حنيفة يَبعث بالبضائع إلى بغداد، فيشتري بها الأمتعة ويحملها إلى الكوفة، ويَجمعُ الأرباحَ عنده من سنة [إلى سنة](٢)، فيشتري بها حوائجَ الأشياخ المحدِّثين وأقواتَهم وكِسْوَتَهم [وجميعَ حوائجهم]، ثم يُعطيهم(٣) ويقول: لا تَحْمَدُوا إلا الله، [فإني] ما أعطيتكم من مالي شيئاً، ولكن من فضل الله عليَّ فيكم(٤).

(١) قال الخطيب: أخبرنا ابنُ رِزق، حدثنا أحمد بن علي بن عَمْرو بن حُبَيش الرازي، سمعت محمد بن أحمد بن عِصام يقول: سمعتُ محمدَ بن سعد العَوْفِيَّ يقول: سمعت يحيى بنَ معين يقول: «كان أبو حنيفة ثقةً، لا يُحدِّثُ إلا ما يَحفَظُ، ولا يُحدِّثُ بما لا يحفظ» وهذا يقضي على من يرميه بقلة الضبط.
وقد أخرج ابن عبدالبر في «الانتقاء» بسنده عن ابن معين أيضاً أنه قال عن أبي حنيفة: «إنه ثقة، ما سمعت أحداً ضعّفه». فظهر أن تضعيفَه حَدَثَ فيما بعدَ ابنِ معين حيث استفحل شرُّ الحشويةِ البُعَداءِ عن الفهم (ز).
(٢) ما بين المربعات من هذه الصفحة زيد من تاريخ الخطيب (أبو الوفاء).
(٣) ولفظ الخطيب في تاريخه «ثم يدفع باقي الدنانير من الأرباح إليهم فيقول: أنفقوا في حوائجكم ولا تحمدوا إلا الله» (أبو الوفاء).
(٤) زاد الخطيب في تاريخه «وهذه أرباح بضائعكم فإنها هي والله مما يُجريه الله لكم على يدي، فما في رزق الله حول لغيره» (أبو الوفاء).

لہذا یہاں صاف واضح ہوتا ہے کہ امام ذہبیؒ **(م۷۴۸ھ)** آپؒ پر سیئ الحفظ کی کوئی جرح نہیں کرتے بلکہ **"صرف الفاظ حدیث و اسناد کے ضبط کرنے کی طرف توجہ نہ کرنے پر"** معلل کر رہے ہیں۔

یاد رہے یہ امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) کا 'منسوخ قول' ہے۔ "ناسخ اقوال" آرہے ہیں۔

ظاہر ہے جس کی توجہ ان کی طرف نہ ہو وہ محدثین میں شمار نہیں ہوتا جس طرح جس شخص کی توجہ اور ہمت فقہ کی طرف نہ ہو اسے فقہاء میں شمار نہیں کیا جاسکتا اور جس طرح کسی کی صرف ہمت علم نحو کی طرف نہ ہو اسے نحوی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ وھلم جرا

دلیل نمبر ۱:

لیکن اس کے بر عکس ہم دیکھتے ہیں کہ خود امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے **"سیر اعلام النبلاء"** میں فرمایا:

"قال الشافعي: العلم يدور على ثلاثة: مالك، والليث، وابن عيينة. قلت: بل وعلى سبعة معهم، وهم: الأوزاعي، والثوري، ومعمر، وأبو حنيفة، وشعبة، والحمادان"

یعنی امام شافعیؒ نے فرمایا: علم کا مدار تین لوگوں پر ہے، امام مالکؒ، امام لیثؒ اور امام ابن عیینہؒ۔ امام ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ بلکہ 7 اور بھی ان کے ساتھ ہیں جن پر علم کا دار و مدار ہے ان میں امام ابو حنیفہ کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ **(سیر اعلام النبلاء: ج۸: ص ۹۴)**

اسکین:

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجُزْءُ الثَّامِنُ

أشرف على تحقيق الكتاب وخرّج أحاديثه

شعيب الأرنؤوط

حقق هذا الجزء

محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

في مسائل، ولاح له الدليل، وقامت عليه الحجةُ، فلا يُقلِّدُ فيها إمامَه، بل يَعْمَلُ بما تَبَرْهَن، ويقلِّد الإمامَ الآخر بالبرهان، لا بالتَّشهِّي والغرض. لكنه لا يُفتي العامَّة إلا بمذهب إمامه، أو ليصمتْ فيما خفيَ عليه دليلُه.

قال الشافعيُّ: العلمُ يدور على ثلاثة: مالك، والليث، وابن عُيينة.

قلت: بل وعلى سبعة معهم، وهم: الأوزاعيُّ، والثوريُّ، ومَعْمرٌ، وأبو حنيفةَ، وشُعْبةُ، والحمّادانِ.

ورُوي عن الأوزاعيّ أنه كان إذا ذَكَرَ مالكاً يقول: عالمُ العلماء، ومفتي الحرمين.

وعن بَقيَّةَ أنه قال: ما بقي على وجه الأرض أعلمُ بسنَّة ماضيَة منك يا مالك.

وقال أبو يوسف: ما رأيتُ أعلمَ من أبي حنيفة، ومالك، وابنِ أبي ليلىٰ.

وذكر أحمد بنُ حنبل مالكاً، فقدَّمه على الأوزاعيِّ، والثوريِّ، والليث، وحمَّاد، والحكَم، في العلم. وقال: هو إمامٌ في الحديث، وفي الفقه.

وقال القطَّان: هو إمامٌ يُقْتَدَىٰ به.

وقال ابنُ مَعين: مالكٌ من حُجج الله على خَلْقه.

وقال أسدُ بن الفرات: إذا أردتَ الله والدارَ الآخرة فعليك بمالكٍ.

٩٤

ظاہر ہے جس کی صرف ہمت ہی الفاظ حدیث و اسناد کی طرف نہ ہو اس پر اس علم کا مدار کیسے ہو گا؟ تو معلوم ہوا کہ امام ذہبیؒ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ الفاظ حدیث و اسناد کے ضبط میں بھی ثقہ اور ثبت ہیں۔ اور یہی حافظ ذہبیؒ کا **"ناسخ قول"** قول ہے۔[16]

[16] امام ذہبیؒ "الکاشف" میں امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: **"الإمام، فقيه العراق، أفردت سيرته في مؤلف"** امام ابو حنیفہؒ امام ہے، عراق کے فقیہ ہے، میں نے ان کی سیرت کو ایک کتاب میں جمع کر دیا۔ (یعنی میں نے ان کے حالات کو ایک کتاب **"مناقب الإمام ابي حنيفه و صاحبيه"** میں جمع کر دیا

دلیل نمبر ۲ : پھر خد امام ذہبیؒ نے امام صاحب کو ”**طبقات المحدثین**“ میں ذکر کیا۔(**المعین في طبقات المحدثین: ص۵۷، رقم ۵۴۶**)

اسکین:

كتاب
المعين في طبقات المحدثين
تأليف
الشيخ العلامة شيخ الحفاظ علم الرواة والمحدثين
شمس الدين الذهبي
المتوفى ٧٤٨هـ - ١٣٧٤م
تحقيق
الدكتور همام عبد الرحيم سعيد
دار الفرقان

(٥٣٩) مُطَرِّف بن طريف.
(٥٤٠) المغيرة بن زياد الموصلي.
(٥٤١) المغيرة بن مِقْسَم.
(٥٤٢) مقاتل بن حيّان البلخي.
(٥٤٣) طلحة بن عمرو المكي صاحب عطاء، أملى من حفظه ألوفاً.
(٥٤٤) مقاتل بن سليمان المُفَسِّر.
(٥٤٥) موسى بن عقبة صاحب المغازي. / (١٠/أ)
(٥٤٦) أبو حنيفة النعمان بن ثابت فقيه الكوفة.
(٥٤٧) هشام بن حسان.
(٥٤٨) هشام بن عروة.
(٥٤٩) هشام بن الغاز.
(٥٥٠) يحيى بن الحارث الذِّماري.
(٥٥١) يحيى بن سعيد الأنصاري.
(٥٥٢) يحيى بن سعيد أبو حيان التيمي.
(٥٥٣) يزيد بن أبي زياد الكوفي.

(٥٣٩) ثقة فاضل، (ت ١٤١) تقريب (٢/٢٥٣).
(٥٤٠) صدوق، له أوهام، (ت ١٥٢) تقريب (٢/٢٦٨).
(٥٤١) ثقة متقن، إلاّ أنه كان يُدلِّس، (ت ١٣٦) تقريب (٢/٢٧٠).
(٥٤٢) صدوق فاضل، مات قبل الخمسين ومائة، تقريب (٢/٢٧٢).
(٥٤٣) متروك، (ت ١٥٢) تقريب (٢/٣٧٩). قال الذهبي عن قصته المتضمنة (إنه أملى ألوفاً من حفظه): في نفسي منها شيء، ميزان الاعتدال (٢/٣٤١).
(٥٤٤) اتهم بالكذب، وقال ابن المبارك، ما أحسن تفسيره لوكان ثقة، وقال الجوزجاني: كان دجالاً جسوراً، (ت ١٥٠) ميزان الاعتدال (٤/١٧٣).
(٥٤٥) ثقة حجة، من صغار التابعين، ميزان الإعتدال (٤/٢١٤).
(٥٤٦) (ت ١٥٠) الإمام، تقريب (٢/٣٠٣).
(٥٤٧) القُرْدُوسي، ثقة، من أثبت الناس في ابن سيرين. (ت ١٤٧) تقريب (٢/٣١٨).
(٥٤٨) ثقة فقيه، ربما دَلَّس، (ت ١٤٥) تقريب (٢/٣١٩).
(٥٤٩) ثقة، مات سنة بضع وخمسين ومائة، تقريب (٢/٣٢١).
(٥٥٠) ثقة، (ت ١٤٥) تقريب (٢/٣٤٤).
(٥٥١) ثقة، (ت ١٤٤) تقريب (٢/٣٤٨).
(٥٥٢) ثقة عابد، (ت ١٤٥) تقريب (٢/٣٤٨).
(٥٥٣) ضعيف. كبر متغير فصار يَتَلَقَّن. (ت ١٣٦) تقريب (٢/٣٦٤).

٥٧

اسی کتاب کے اخیر میں امام ذہبی نے یہ فرمایا ''و إلى هنا انتهى التعريف بأسماء كبار المحدثين و المسندين“ یعنی یہیں تک ”کبار محدثین اور مسندین“ کے ناموں کا تعارف ختم ہو جاتا ہے۔(**المعین: ص۲۳۸**)

ہے)۔(رقم ۵۸۴۵)معلوم ہوا کہ ”الکاشف“ کو لکھتے وقت امام ذہبیؒ **مناقب الإمام ابی حنیفه وصاحبیه**' تحریر فرما چکے تھے۔اور ”الکاشف“ کو امام ذہبیؒ نے تقریباً(**م۷۲۰ھ**) میں رمضان کے مہینے میں مکمل کیا۔(**الکاشف مع حاشیہ ابن العجمیؒ: ج۱: ص۸، طبع دار القبلہ جدہ**) نیز تاریخ الاسلام میں بھی امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ”**أخبار أبي حنيفة رضي الله عنه و مناقبه لا يحتملها هذا التاريخ فإني قد أفردت أخباره في جزأين**“۔(**تاریخ الاسلام: ج۳: ص۹۹۷**)اور امام ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام کو(**م۷۱۴ھ**) میں مکمل کیا ہے۔پھر (**م۷۲۶ھ**) میں آپؒ نے اس میں اضافہ فرمایا۔(**تاریخ الاسلام تحقیق بشار عواد معروف: مقدمہ ص۲۱۵، الحافظ الذہبی مؤرخ الاسلام، ناقد المحدثین، تالیف عبد الستار شیخ: ص۴۵۴**) لیکن (**م۷۲۰ھ**) میں ”الکاشف“ کو لکھتے وقت آپؒ نے مناقب کا ذکر کیا ہے، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام ذہبیؒ نے (**م۷۱۴ھ**) سے پہلے ہی مناقب سے فارغ ہو چکے تھے۔ جبکہ سیر اعلام النبلاء کو آپؒ نے **م۷۳۹ھ** تا **م۷۴۳ھ** میں تحریر فرمایا ہے اور بعض نے کہا کہ آپؒ نے **م۷۳۲ھ** میں اس کی ابتداء فرمائی ہے۔(**الحافظ الذہبی مؤرخ الاسلام، ناقد المحدثین، تالیف عبد الستار شیخ: ص۴۶۹**، نیز دیکھئے **سیر اعلام النبلاء: مقدمہ: ص۹۲، طبع مؤسسہ الرسالہ**) الغرض یہ ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ذہبیؒ نے '**مناقب الإمام ابی حنیفه وصاحبیه**' کو پہلے تصنیف فرمایا اور بعد میں '**سیر اعلام النبلاء**' کو۔لہذا سیر اعلام النبلاء کا قول ناسخ ہو گا۔

اسکین:

كتاب
المعين في طبقات المحدثين

تأليف
الشيخ العلامة شيخ الحفاظ علم الرواة والمحدثين
شمس الدين الذهبي
المتوفى ٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

تحقيق
الدكتور همام عبد الرحيم سعيد

دار الفرقان

١٠٦ — ومسند الآفاق أبو العباس أحمد بن أبى طالب الحجاز ابن الشحنة .

وإلى هنا انتهى التعريف بأسماء كبار المحدثين والمسندين وبحمد الله فى وقتنا طائفة كبيرة منهم بدمشق ومصر والمغرب والأندلس وعدم ذلك جملة من العراق وما والاها من المشرق ومن الجزيرة وبلاد العجم وأذربيجان واليمن والنواحى فلله الأمر .

وعلى قلة من يبقى ففى مسنديهم عامية وعدم فقه . وفى محدثيهم نقص فضيلة وقلة همة والله يوفقهم لصالح العمل ويحفظ إيمانهم من الشك والزلل وأخبار المذكورين فى هذا الكتاب مدونة فى تاريخى الكبير وفى غيره ، فمن رام علم / ذلك فليطلبه . ق ٥٥ ب

ولا قوة إلا بالله العلى العظيم

آخر (كتاب *) المعين فى طبقات المحدثين لابن الذهبى .

(١٠٦) انظر ترجمته فى : الدرر الكامنة ٤/٢٦٠ ، شذرات الذهب ٦/٩٢

* سقطت من الناسخ .

— ٣٢٣ —

معلوم ہوا امام صاحب امام ذہبیؒ کے مطابق کبار محدثین ومسندین میں سے ہیں۔ اور ظاہر ہے جس کی صرف ہمت الفاظ واسناد حدیث کی ضبط کی طرف نہ ہو وہ "محدث کبیر ومسند" کیسے بن سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ **مناقب والا قول منسوخ ہے۔**

اور یہ حوالہ غیر مقلدین اہل حدیثوں کے شیخ الاسلام ابو القاسم بنارسی کے دعویٰ "کہ ان کو (یعنی امام ابو حنیفہؒ کو) کسی نے طبقات المحدثین میں شمار نہیں کیا ہے۔ **(دفاع صحیح بخاری: ص ۱۹۰)** " کو باطل اور مکذوب قرار دینے کے لئے کافی ہے۔

دلیل نمبر ۳: نیز امام ذہبیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو **"تذکرۃ الحفاظ"**[17] میں بھی شمار کیا ہے۔ دیکھئے **(ج ۱: ص ۱۲۶)**

اسکین:

[17] تذکرۃ الحفاظ کو امام ذہبیؒ نے تقریباً ۷۴۴ھ کے آس پاس مکمل کیا ہے۔ **(الحافظ الذہبی مؤرخ الاسلام، ناقد المحدثین، تالیف عبد الستار شیخ: ص ۴۶۱)**

كتاب

تذكرة الحفاظ

تأليف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى سنة ٧٤٨ھ

وضع حواشيه

الشيخ زكريا عميرات

الجزء الأول

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

فالظاهر أنه رأى سهل بن سعد الساعدي وثقه الشافعي ويحيى بن معين. وعن أبي حنيفة قال: ما رأيت أفقه من جعفر بن محمد، وقال أبو حاتم: ثقة لا يسئل عن مثله. وعن صالح بن أبي الأسود سمعت جعفر بن محمد يقول: سلوني قبل أن تفقدوني فإنه لا يحدثكم أحد بعدي بمثل حديثي. وقال هياج بن بسطام: كان جعفر الصادق يطعم حتى لا يبقى لعياله شيء.

قلت: مناقب لهذا السيد جمة ومن أحسنها رواية. حفص بن غياث أنه سمعه يقول: ما أرجو من شفاعة علي شيئًا إلا وأنا أرجو من شفاعة أبي بكر مثله لقد ولدني مرتين. توفي سنة ثمان وأربعين ومائة[1]، لم: يحتج به البخاري واحتج به سائر الأمة.

يقع لي من عواليه من طريق القطيعي عن الكجي عن أبي عاصم عنه.

قال صاحب الحلية أنا أبو أحمد الغطريفي أنا محمد بن أحمد بن مكرم أنا علي بن عبد الحميد أنا موسى بن مسعود أنا سفيان دخلت على جعفر بن محمد وعليه جبة خز وكساء خز دخاني فقلت: يا ابن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ليس هذا من لباس آبائك قال: كانوا على قدر أقتار الزمان وهذا زمان قد أسبل عزاليه ثم حسر عن جبة صوت تحت، وقال يا ثوري لبسنا هذا لله وهذا لكم فما كان لله أخفيناه وما كان لكم أبديناه.

قال منصور بن أبي مزاحم أنا عتبة الخثعمي سمعت جعفر بن محمد يقول: إياكم والخصومة في الدين فإنها تشغل القلب وتورث النفاق.

أنبأنا ابن قدامة وغيره قالوا أنا ابن طبرزذ أنا أحمد بن الحسن أنا أبو محمد الجوري: أنا أبو بكر القطيعي أنا أبو مسلم الكجي حدثنا أبو عاصم عن جعفر بن محمد حدثني أبي قال عمر: ما أدري ما أصنع بالمجوس؟ فقام عبد الرحمن بن عوف قائمًا فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: سنوا بهم سنة أهل الكتاب، هذا منقطع الإسناد.

١٦٣ $\frac{١٠}{٥}$ ع ـ أبو حنيفة الامام الأعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التيمي مولاهم الكوفي: مولده سنة ثمانين رأى أنس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة رواه

(١) وقيل ١٤٠.

١٦٣ ـ تهذيب الكمال: ٣/ ١٤١٥. تهذيب التهذيب: ١٠/ ٤٤٩ (٨١٧). تقريب التهذيب: ٢/ ٣٠٣. خلاصة تهذيب الكمال: ٣/ ٩٥. الكاشف: ٣/ ٢٠٥. تاريخ البخاري الكبير: ٨/ ٨١. تاريخ البخاري الصغير: ٢/ ٤٣، ١٠٠، ٢٣٠. الجرح والتعديل: ٨/ ٢٠٦٢. ميزان الاعتدال: ٤/ ٢٦٥. تاريخ أسماء الثقات: ١٤٧٧. الأنساب: ٦/ ٦٤. الكامل: ٧/ ٢٤٧٢. الضعفاء الكبير: ٤/ ٢٦٨. المعين: ٥٤٦. تراجم الأحبار: ٤/ ١٢٢. التاريخ لابن معين: ٣/ ٦٧. تاريخ الثقات: ٤٥٠. تاريخ بغداد: ١٣/ ٤٢٣، ٤٢٤. سير الأعلام: ٦/ ٣٩٠ والحاشية. معرفة الثقات: ١٨٥٣. ضعفاء ابن الجوزي: ٣/ ١٦٣. ديوان الإسلام: ت: ٧٦٣.

یہاں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب امام ذہبیؒ کے امام صاحبؒ **الفاظ حدیث واسناد کے ضبط کرنے کی طرف توجہ نہیں کی، تو ان کو حفاظِ حدیث میں کیوں شمار کیا؟** معلوم ہوا کہ حافظ ذہبیؒ نے اپنے مناقب والے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ **الحمدللہ**

نوٹ: اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ امام ذہبیؒ کے نزدیک "حافظ" ہے۔ جس کا درجہ بقول کفایت اللہ سنابلی صاحب کے حافظ ذہبیؒ کے نزدیک " ثقہ سے بھی بڑا ہوا ہے"۔ **(انوار البدر: ص ۶۸)**

دلیل نمبر ۴:

بلکہ امام ذہبیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو "**ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل**" میں شمار کیا ہے۔ یعنی امام صاحبؒ کو "**ان لوگوں میں شمار کیا جن کا قول 'جرح وتعدیل' میں معتبر ہے**"۔ **(ص ۱۷۵)**

اسکین:

ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل

للإمام الحافظ المحدث المؤرخ شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي

ولد سنة ٦٧٣ وتوفي سنة ٧٤٨هـ
رحمه الله تعالى

اعتنى به
عبد الفتاح أبو غدة

الناشر
مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب
باب الحديد - مكتبة النهضة - ت ٣٥٢٩١

١٧٥

وجابرِ الجُعْفِي(١)، وأبي هارون العَبْدي(٢).

فلما كان عند انقراضِ عامّةِ التابعين في حدود الخمسين ومئة، تكلّم طائفة من الجهابذة في التوثيق والتضعيف.

٣ ـ فقال أبو حنيفة: ما رأيتُ أكذبَ من جابر الجُعْفي.

٤ ـ وضعّف الأعمشُ جماعةً، ووثّق آخرين(٣).

٥ ـ وانتَقَدَ الرجالَ شعبةُ،

٦ ـ ومالكٌ.

فنشرعُ الآن بتسميةِ من كان إذا تكلّم في الرجال قُبِلَ قولُه، ورُجِعَ إلى نَقْدِه، ونَسُوقُ من يسّر الله تعالى منهم، على الطبقات والأزمنة، والله الموفق للسّداد بمَنّه.

الطبقة الأولى

٥ ـ (الرقم مكرر لتقدُّم ذكرِهِ) شُعْبة بن الحجّاج العَتَكي.

٧ ـ وأبو عَمْرو الأوزاعي(٤).

٨ ـ ومَعْمَر بن راشد.

٩ ـ وهشام الدَّسْتَوائي.

١٠ ـ وأبو الحارث محمد بن عبد الرحمن بن أبي ذِئب.

١١ ـ وسعيد بن أبي عَرُوبة.

(١) هو جابر بن يزيد الجُعْفي الكوفي، أحد علماء الشيعة، مات سنة ١٦٧. له ترجمة مطوّلة في «الميزان» ١: ٣٧٩ ـ ٣٨٤، و«تهذيب التهذيب» ٢: ٤٦ ـ ٥١.

(٢) هو عُمَارة بن جُوَيْن أبو هارون العَبْدي البصري، مات سنة ١٣٤، له ترجمة في «الميزان» ٣: ١٧٣ ـ ١٧٤، و«تهذيب التهذيب» ٧: ٤١٢ ـ ٤١٤.

(٣) اسم الأعمش: سليمان بن مِهران الكوفي. والأعمش لقب له.

(٤) هو عبد الرحمن بن عَمْرو بن يُحْمِد ـ بوزن يُكرِم ـ الدمشقي ويُحرّف إلى محمّد.

سبحان اللہ جس نے **"الفاظ حدیث و اسناد کے ضبط کرنے کی طرف توجہ نہ کی ہو"** اسے **ان لوگوں میں شمار کیا جارہا ہے جن کا قول 'جرح و تعدیل' میں معتبر ہوتا ہے'۔**

الغرض امام ذہبیؒ ہی کے متعدد اقوال اور منہج کے مد نظر آپؒ کے مناقب والے قول کا جواب ہو جاتا ہے اور جس سبب سے امام ابو حنیفہؒ کی حدیث پر امام ذہبیؒ نے جرح بیان کی تھی تو خود امام ذہبیؒ ہی کے متعدد اقوال اور مناھج اس سبب کو ختم کر دیتے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک

دلیل نمبر ۵ : امام ذہبیؒ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کا حدیث میں ثقہ، ثبت اور الفاظ حدیث و اسناد کے ضبط میں مضبوط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ذہبیؒ نے **'تذھیب تھذیب الکمال'**، **'تذکرۃ الحفاظ'**، **'سیر اعلام النبلاء'**، **'تاریخ الإسلام'**، **'الکاشف'** وغیرہ اپنی کتابوں میں امام صاحبؒ کے خلاف میں کوئی حرف تضعیف کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ صرف آپؒ کی تعریف، ثقاہت، مناقب و فضائل ہی بیان کئے ہیں۔ (**تذہیب تہذیب الکمال: ج۹: ص۲۱۹-۲۲۵، تذکرۃ الحفاظ: ج۱: ص۱۲۶-۱۲۷، سیر اعلام النبلاء: ج۸: ص۳۹۰-۴۰۳، تاریخ الإسلام: ج۳: ص۹۹۰-۹۹۶، الکاشف: رقم ۵۸۴۵**)

تذھیب تھذیب الکمال کے الفاظ:

النعمان بن ثابت بن زوطا الامام، ابو حنیفة الکوفی فقیه العراق و امام اهل الرأی۔ قیل انه من ابناء فارس، وولاؤہ لبنی تیم اللہ بن ثعلبة، رأی انساً رضی اللہ عنه۔ وروی عن: عطاء بن أبی رباح، ونافع، وعدی بن ثابت، وعبد الرحمن بن هرمز الأعوج، وعکرمة، ومحارب بن دثار، وعلقمة بن مرثد، وسلمة بن کهیل، وحماد بن أبی سلیمان، والحکم بن عتیبة، وأبی جعفر الباقر، وقتادة، وعمرو بن دینار، وخلق سواهم، وقیل انه روی عن الشعبی، وطاؤس۔

وعنه: ابنه حماد، وحمزة الزیات، وداؤد الطائی، وزفر بن الهذیل، ونوح بن أبی مریم، وأبو یوسف القاضی، ومحمد بن الحسن، وابن المبارک، وأبو یحی الحمانی، ووکیع، وحفص بن عبد الرحمن البلخی، وسعد بن الصلت، وأبو نعیم، وأبو عبد الرحمن المقری، والحسن بن زیاد اللؤلؤی، وابو عاصم النبیل، وعبد الرزاق، وعبید اللہ بن موسی، وخلق کثیر۔

قال أحمد العجلی: هو من رهط حمزة الزیات، وکان خزازاً یبیع الخز، وقال محمد بن اسحاق البکائی، عن عمر بن حماد بن أبی حنیفة قال: زوطی من اهل کابل، وولد ثابت علی الاسلام، وکان ابو حنیفة خزازاً ودکانه معروف فی دار عمر بن حریث، وقیل: اصله من نسا، وقیل من ترمذ، عن اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفة قال: أنا اسماعیل بن حماد بن النعمان (بن ثابت بن النعمان بن المرزبان من أبناء فارس الاحرار، واللہ ما وقع علینا رق قط، ولد جدی فی سنة ثمانین وذهب ثابت الی علی رضی اللہ عنه وهو صغیر فدعا له بالبرکة فیه وفی ذریته، وأبوہ النعمان) هو الذی أهدی لعلی یوم النیروز الفالوذج فقال نوروزنا کل یوم۔

قال صالح بن محمد جزرة وغیرہ: سمعنا یحی بن معین یقول: أبو حنیفة ثقة فی الحدیث۔ وروی أحمد بن محمد بن محرز عن ابن معین: لا بأس به، لقد ضربه ابن هبیرة علی ان یکون قاضیاً فأبی۔

قال ابن کأس النخعی: حدثنا جعفر بن محمد بن خارم حدثنا الولید بن حماد، وعن الحسن بن زیاد، عن زفر بن الهذیل: سمعت ابا حنیفة قال: کنت انظر فی الکلام حتی بلغت فیه، وکنا نجلس بالقرب من حلقة حماد بن ابی سلیمان، فجائتنی امرأة فقالت: رجل له امرأة اراد ان یطلقها للسنة، کم یطلقها؟ فلم ادر ما اقول فأمرتها ان تسأل حماداً ثم ترجع فتخبرنی، فسألته فقال: یطلقها وهی طاهرة من الحیض والجماع تطلیقه، ثم یترکها حتی تحیض حیضتین، فاذا اغتسلت فقد حلت للازواج، فرجعت فاخبرتنی فقلت: لا حاجة لی فی الکلام، واخذت نعلی فجلست الی حماد فکنت اسمع مسائله واحفظ قوله، ثم یعیدها من الغد فأحفظها ویخطئ أصحابه، فقال: لا یجلس فی صدر الحلقة بحذائی الا ابو حنیفة، فصحبته عشر سنین، ثم نازعتنی نفسی الطلب للرئاسة، فأحببت أن أعتزله وأجلس فی حلقة لنفسی، فخرجت یوماً بالعشی وعزمی أن أفعل، فلما دخلت المسجد فرأیته لم تطب نفسی أن أعتزله، فجئت فجلست معه، فجاءہ فی تلک اللیلة نعی لقرابته بالبصرة وترک مالا ولیس له وارث غیرہ، فأمرنی أن أجلس مکانه، فما هو الا أن خرج حتی وردت علی مسائل لم اسمعها منه، فکنت أجیب وأکتب جوابی، فغاب شهرین ثم قدم فعرضت علیه المسائل وکانت نحواً من ستین مسئلة فخالفنی فی عشرین منها، فآلیت أن لا أفارقه حتی یموت۔

وقال محمد بن المزاحم: سمعت ابن المبارک یقول: لولا أن الله اغاثنی بأبی حنیفة وسفیان کنت کسائر الناس۔ وقال سلیمان بن أبی شیخ: حدثنی حجر بن عبد الجبار قال: قیل للقاسم بن معن المسعودی: ترضی ان تکون من غلمان ابی حنیفة؟ قال: ما جلس الناس الی احد أنفع من مجالسة ابی حنیفة۔ وقال أحمد بن الصباح، سمعت الشافعی یقول: قیل لمالک: هل رأیت ابا حنیفة؟ قال: نعم رأیت رجلا لو کلمک فی هذه الساریة أن یجعلها ذهباً لقام بحجته۔

وعن روح قال: کنت عند ابن جریج سنة خمسین ومائة، فأتاه نعی ابی حنیفة جاسترجع وتوجع وقال: أی علم ذهب!

وقال ضرار بن صرد: سئل یزید بن هارون: أیما افقه أبو حنیفة أو سفیان؟ قال: سفیان احفظ للحدیث وابو حنیفة افقه۔ وعن ابن المبارک (قال ما رأیت فی الفقه مثل أبی حنیفة، وعنه قال اذا اجتمع سفیان وابو حنیفة فمن یقوم لهما علی الفتیا؟!۔ وقال ابو عروبة؛ سمعت سلمة بن شبیب، سمعت عبد الرزاق، سمعت ابن المبارک) یقول: ان کان احد ینبغی ان یقول برأیه فأبو حنیفة۔

روی جندل بن والق، حدثنی محمد بن بشر قال: کنت اختلف الی ابی حنیفة والی سفیان فآتی ابا حنیفة فیقول لی: من أین جئت؟ فأقول: من عند سفیان، فیقول: لقد جئت من عند رجل لو أن علقمة والأسود حضر الاحتاجا الی مثله۔ فآتی سفیان فیقول: من این جئت؟ فأقول من عند أبی حنیفة۔ فیقول لقد جئت من عند افقه اهل الارض۔ وروی بکر بن یحی بن زبان عن ابیه: قال لی ابو حنیفة: یا أهل البصرة، انتم اورع منا ونحن افقه منکم، وعن شداد بن حکیم قال: ما رأیت اعلم من ابی حنیفة۔

وقال ابو الفضل عباس بن عزیر القطان: ثنا حرملة، سمعت الشافعی یقول: الناس عیال علی هؤلاء فمن أراد ان یتبحر فی الفقه فهو عیال علی ابی حنیفة، ومن اراد ان یتبحر فی المغازی فهو عیال علی ابن اسحق، ومن اراد أن یتبحر فی التفسیر فهو عیال علی مقاتل بن سلیمان، ومن اراد ان یتبحر فی الشعر فهو عیال علی زهیر بن ابی سلمی، ومن اراد ان یتبحر فی النحو فهو عیال علی الکسائی۔

وروی حماد بن قریش عن أسد بن عمرو قال: صلی ابو حنیفة فیما حفظ علیه صلاة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة۔ فکان عامة اللیل یقرأ جمیع القرآن فی لیلة واحدة، وکان یسمع بکائه باللیل حتی یرحمه جیرانه، وحفظ علیه أنه ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیه سبعین الف مرة۔

قلت: هذه حکایة منکرة، وفی رواتها من لا یعرف رواها عبد الله بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری الفقیه، حدثنا أحمد بن الحسین البلخی، حدثنا حماد۔۔۔ فذکرها۔ قال الحارثی أیضاً: فحدثنا قیس بن ابی قیس، حدثنا محمد بن حرب المروزی، حدثنا اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفة، عن ابیه قال: لما مات ابی سألنا الحسن بن عمارة أن یتولی غسله ففعل، فلما غسله قال: رحمک الله وغفر لک، لم تفطر منذ ثلاثین سنة، ولم تتوسد یمینک باللیل منذ اربعین سنة، وقد أتعبت من بعدک، وفضحت القراء۔

روی بشر بن الولید عن أبی یوسف قال: بینا أنا أمشی مع أبی حنیفة اذ سمعت رجلا یقول لرجل: ھذا أبو حنیفة لا ینام اللیل۔ فقال: واللہ لا یتحدث عنی بما لم أفعل۔ فکان یحی اللیل صلاۃ ودعاء وتضرعاً۔ وقال محمد بن علی بن عفان: حدثنا علی بن حفص البزار، سمعت حفص بن عبد الرحمن، سمعت مسعراً یقول: دخلت المسجد لیلة فرأیت رجلا یصلی فقرأ سبعاً فقلت: یرکع ۔ثم قرأ الثلث، ثم النصف، فلم یزل یقرأ حتی ختم فی الرکعة فنظرت فاذا ھو ابو حنیفة۔ وعن خارجة بن مصعب قال: ختم القرآن فی رکعة اربعة: عثمان، وتمیم الداری، وسعید بن جبیر، وأبو حنیفة۔ وعن یحی بن نصر قال: ربما ختم ابو حنیفة القرآن فی رمضان ستین ختمة۔

قال سلیمان بن الربیع: حدثنا حبان بن موسی، سمعت ابن المبارک یقول: (قدمت الکوفة فسألت عن اورع اھلھا فقالوا: ابو حنیفة۔ قال سلیمان: فسمعت مکی بن ابراھیم یقول: جالست الکوفیین فما رأیت اورع من ابی حنیفة۔ وقال حامد بن آدم :سمعت ابن المبارک) [یقول: ما رأیت أحدا اورع من ابی حنیفة] قد جرب بالسیاط والاموال۔ وعن عبید اللہ بن عمرو الرقی قال: کلم ابن ھبیرۃ أبا حنیفة أن یلی قضاء الکوفة فأبی، فضربه مائة سوط وعشرۃ اسواط فی کل یوم عشرۃ اسواط ثم خلاہ۔ وقال سلیمان بن أبی شیخ: حدثنی الربیع بن عاصم قال: أرسلنی یزید بن عمر بن ھبیرۃ فأتیته بأبی حنیفة فأرادہ علی بیت المال فأبی ، فضربه اسواطاً۔ وعن مغیث بن بدیل قال: قال خارجة بن مصعب: أجاز المنصور أبا حنیفة بعشرۃ آلاف درھم فدعی لیقبضھا فشاورنی وقال: ھذا رجل ان رددتھا علیه غضب۔ فقلت: ان ھذا المال عظیم فی عینه فاذا دعیت لتقبضھا فقل: لم یکن ھذا املی من أمیر المؤمنین۔ فدعی لیقبضھا فقال ذلک فرفع الیه خبرہ فحبس الجائزۃ۔

قال محمد الملک الدقیقی: سمعت یزید بن ھارون یقول: أدرکت الناس فما رأیت أحدا أعقل ولا أفضل ولا أورع من أبی حنیفة۔ وقال محمد بن عبد اللہ الانصاری: کان أبو حنیفة یتبین عقله فی منطقه ومشیه ومدخله ومخرجه۔ وقال سھل بن عثمان: حدثنا اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفة قال: کان لنا جار طحان رافضی له بغلان یسمی أحدھما أبا بکر، والآخر عمر، فرمحه ذات لیلة أحدھما فقتله، فقال أبو حنیفة: انظروا الذی رمحه الذی سماہ عمر، فنظروا فکان کذلک۔ وقال یعقوب بن شیبة: أملی علی بعض اصحابنا أبیاتاً لابن المبارک:

رأیت أبا حنیفة کل یوم	یزید نبالة ویزید خیراً
وینطق بالصواب ویصطفیه	اذا ما قال اھل الجور جوراً
یقاس من تقایسه بلب	فمن ذا تجعلون له نظیراً
کفانا فقد حماد وکانت	مصیبتنا به أمراً کبیراً
فرد شماتة الاعداء عنا	وأبدی بعدہ علما کثیراً
رأیت أبا حنیفة حین یؤتی	ویطلب علمه بحرا غزیراً

اذا ما المشکلات تدافعتها رجال العلم کان بها بصیراً

روی نصر بن علی عن الخریبی قال: کان الناس فی أبی حنیفة ـ رحمہ اللہ ـ حاسد و جاھل، وأحسنھم عندی حالا الجاھل، وقال یحی بن أیوب: سمعت یزید بن ھارون یقول: أبو حنیفة رجل من الناس خطؤہ کخطأ الناس، وصوابہ کصواب الناس ـ توفی أبو حنیفة ببغداد ـ قال سعید بن عفیر وغیرہ: فی رجب سنة خمسین ومائة ـ ومن قال: سنة احدی وخمسین أو سنة ثلاث فقد وھم ـ وعن الحسن بن یوسف قال: صلی علی أبی حنیفة ست مرات من کثرة الزحام، روی لہ الترمذی فی "العلل" قولہ: ما رأیت أفضل من عطاء ـ **قلت: قد أحسن شیخنا أبو الحجاج حیث لم یورد شیئاً یلزم منہ التضعیف ـ**

تذکرۃ الحفاظ کے الفاظ:

أبو حنیفة الإمام الأعظم فقیہ العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمي مولاھم الکوفي: مولدہ سنة ثمانین رأی أنس بن مالك غیر مرة لما قدم علیھم الکوفة رواہ ابن سعد عن سیف بن جابر أنہ سمع أبا حنیفة یقولہ. وحدث عن عطاء ونافع وعبد الرحمن بن ھرمز الأعرج وعدي بن ثابت وسلمة بن کھیل وأبي جعفر محمد بن علي وقتادة وعمرو بن دینار وأبي إسحاق وخلق کثیر. تفقہ بہ زفر بن الھذیل وداود الطائي والقاضي أبو یوسف ومحمد بن الحسن وأسد بن عمرو والحسن بن زیاد اللؤلؤي ونوح الجامع وأبو مطیع البلخي وعدة. وکان قد تفقہ بحماد بن أبي سلیمان وغیرہ وحدث عنہ وکیع ویزید بن ھارون وسعد بن الصلت وأبو عاصم وعبد الرزاق وعبید اللہ بن موسی وأبو نعیم وأبو عبد الرحمن المقري وبشر کثیر **وکان إماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشأن لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویتکسب**. قال ضرار بن صرد: سئل یزید بن ھارون أیما أفقہ: الثوري أم أبو حنیفة؟ فقال: أبو حنیفة أفقہ وسفیان أحفظ للحدیث. وقال ابن المبارك: أبو حنیفة أفقہ الناس. وقال الشافعي: الناس في الفقہ عیال علی أبي حنیفة. وقال یزید: ما رأیت أحدًا أورع ولا أعقل من أبي حنیفة. وروی أحمد بن محمد بن القاسم بن محرز عن یحیی بن معین قال: لا بأس بہ لم یکن یتھم ولقد ضرب بہ یزید بن عمر بن ھبیرة علی القضاء فأبی أن یکون قاضیا. قال أبو داود رحمہ اللہ: أن أبا حنیفة کان إماما. وروی بشر بن الولید عن أبي یوسف قال: کنت أمشي مع أبي حنیفة فقال رجل لآخر: ھذا أبو حنیفة لا ینام اللیل، فقال: واللہ لا یتحدث الناس عني بما لم أفعل، فکان یحیي اللیل صلاة ودعاء وتضرعا. قلت: مناقب ھذا الإمام قد أفردتھا في جزء. کان موتہ في رجب سنة خمسین ومائة رضي اللہ عنہ. أنبأنا ابن قدامة أخبرنا ابن طبرزد أنا أبو غالب بن البناء أنا أبو محمد الجوھري أنا أبو بکر القطیعي نا بشر بن موسی أنا أبو عبد الرحمن المقرئ عن أبي حنیفة عن عطاء عن جابر أنہ رآہ یصلي في قمیص خفیف لیس علیہ إزار ولا رداء قال: ولا أظنہ صلی فیہ إلا لیرینا أنہ لا بأس بالصلاة في الثوب الواحد.

سیر اعلام النبلاء کے الفاظ:

الإِمَامُ، فَقِيْهُ المِلَّةِ، عَالِمُ العِرَاقِ، أَبُو حَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ بنُ ثَابِتِ بنِ زُوْطَى التَّيْمِيُّ، الكُوْفِيُّ، مَوْلَى بَنِي تَيْمِ اللهِ بنِ ثَعْلَبَةَ. يُقَالُ: إِنَّهُ مِنْ أَبْنَاءِ الفُرسِ. وُلِدَ: سَنَةَ ثَمَانِيْنَ، فِي حَيَاةِ صِغَارِ الصَّحَابَةِ. وَرَأَى: أَنَسَ بنَ مَالِكٍ لَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِمُ الكُوْفَةَ، وَلَمْ يَثْبُتْ لَهُ حَرفٌ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُم. وَرَوَى عَنْ: عَطَاءِ بنِ أَبِي رَبَاحٍ، وَهُوَ أَكْبَرُ شَيْخٍ لَهُ، وَأَفْضَلُهُم - عَلَى مَا قَالَ -. وَعَنِ: الشَّعْبِيِّ، وَعَنْ: طَاوُوْسٍ - وَلَمْ يَصِحَّ -. وَعَنْ: جَبَلَةَ بنِ سُحَيْمٍ، وَعَدِيِّ بنِ ثَابِتٍ، وَعِكْرِمَةَ - وَفِي لُقِيِّهِ لَهُ نَظَرٌ - وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بنِ هُرْمُزَ الأَعْرَجِ، وَعَمْرِو بنِ دِيْنَارٍ، وَأَبِي سُفْيَانَ طَلْحَةَ بنِ نَافِعٍ، وَنَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، وَقَتَادَةَ، وَقَيْسِ بنِ مُسْلِمٍ، وَعَوْنِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ عُتْبَةَ، وَالقَاسِمِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بنِ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، وَمُحَارِبِ بنِ دِثَارٍ، وَعَبْدِ اللهِ بنِ دِيْنَارٍ، وَالحَكَمِ بنِ عُتَيْبَةَ، وَعَلْقَمَةَ بنِ مَرْثَدٍ، وَعَلِيِّ بنِ الأَقْمَرِ، وَعَبْدِ العَزِيْزِ بنِ رُفَيْعٍ،

وَعَطِيَّةَ العَوْفِيِّ، وَحَمَّادِ بنِ أَبِي سُلَيْمَانَ -وَبِهِ تَفَقَّهَ- وَزِيَادِ بنِ عِلاَقَةَ، وَسَلَمَةَ بنِ كُهَيْلٍ، وَعَاصِمِ بنِ كُلَيْبٍ، وَسِمَاكِ بنِ حَرْبٍ، وَعَاصِمِ بنِ بَهْدَلَةَ، وَسَعِيْدِ بنِ مَسْرُوْقٍ، وَعَبْدِ المَلِكِ بنِ عُمَيْرٍ، وَأَبِي جَعْفَرٍ البَاقِرِ، وَابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، وَمُحَمَّدِ بنِ المُنْكَدِرِ، وَأَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيْعِيِّ، وَمَنْصُوْرِ بنِ المُعْتَمِرِ، وَمُسْلِمٍ البَطِيْنِ، وَيَزِيْدَ بنِ صُهَيْبٍ الفَقِيْرِ، وَأَبِي الزُّبَيْرِ، وَأَبِي حَصِيْنٍ الأَسَدِيِّ، وَعَطَاءِ بنِ السَّائِبِ، وَنَاصِحٍ المُحَلِّمِيِّ، وَهِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، وَخَلْقٍ سِوَاهُم. حَتَّى إِنَّهُ رَوَى عَنْ: شَيْبَانَ النَّحْوِيِّ -وَهُوَ أَصْغَرُ مِنْهُ- وَعَنْ: مَالِكِ بنِ أَنَسٍ -وَهُوَ كَذَلِكَ-. وَعُنِيَ بِطَلَبِ الآثَارِ، وَارْتَحَلَ فِي ذَلِكَ، وَأَمَّا الفِقْهُ وَالتَّدْقِيْقُ فِي الرَّأْيِ وَغَوَامِضِهِ، فَإِلَيْهِ المُنْتَهَى، وَالنَّاسُ عَلَيْهِ عِيَالٌ فِي ذَلِكَ.

حَدَّثَ عَنْهُ: خَلْقٌ كَثِيْرٌ، ذَكَرَ مِنْهُم شَيْخُنَا أَبُو الحَجَّاجِ فِي (تَهْذِيْبِهِ) هَؤُلاَءِ عَلَى المُعْجَمِ: إِبْرَاهِيْمُ بنُ طَهْمَانَ -عَالِمُ خُرَاسَانَ- وَأَبْيَضُ بنُ الأَغَرِّ بنِ الصَّبَّاحِ المِنْقَرِيُّ، وَأَسْبَاطُ بنُ مُحَمَّدٍ، وَإِسْحَاقُ الأَزْرَقُ، وَأَسَدُ بنُ عَمْرٍو البَجَلِيُّ، وَإِسْمَاعِيْلُ بنُ يَحْيَى الصَّيْرَفِيُّ، وَأَيُّوْبُ بنُ هَانِئٍ. وَالجَارُوْدُ بنُ يَزِيْدَ النَّيْسَابُوْرِيُّ، وَجَعْفَرُ بنُ عَوْنٍ. وَالحَارِثُ بنُ نَبْهَانَ، وَحِبَّانُ بنُ عَلِيٍّ العَنَزِيُّ، وَالحَسَنُ بنُ زِيَادٍ اللُّؤْلُؤِيُّ، وَالحَسَنُ بنُ فُرَاتٍ القَزَّازُ، وَالحُسَيْنُ بنُ الحَسَنِ بنِ عَطِيَّةَ العَوْفِيُّ، وَحَفْصُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ القَاضِي، وَحَكَّامُ بنُ سَلْمٍ، وَأَبُو مُطِيْعٍ الحَكَمُ بنُ عَبْدِ اللهِ، وَابْنُهُ؛ حَمَّادُ بنُ أَبِي حَنِيْفَةَ، وَحَمْزَةُ الزَّيَّاتُ -وَهُوَ مِنْ أَقْرَانِهِ-. وَخَارِجَةُ بنُ مُصْعَبٍ، وَدَاوُدُ الطَّائِيُّ. وَزُفَرُ بنُ الهُذَيْلِ التَّمِيْمِيُّ الفَقِيْهُ، وَزَيْدُ بنُ الحُبَابِ. وَسَابِقٌ الرَّقِّيُّ، وَسَعْدُ بنُ الصَّلْتِ القَاضِي، وَسَعِيْدُ بنُ أَبِي الجَهْمِ القَابُوْسِيُّ، وَسَعِيْدُ بنُ سَلاَّمٍ العَطَّارُ، وَسَلْمُ بنُ سَالِمٍ البَلْخِيُّ، وَسُلَيْمَانُ بنُ عَمْرٍو النَّخَعِيُّ، وَسَهْلُ بنُ مُزَاحِمٍ. وَشُعَيْبُ بنُ إِسْحَاقَ، وَالصَّبَّاحُ بنُ مُحَارِبٍ، وَالصَّلْتُ بنُ الحَجَّاجِ. وَأَبُو عَاصِمٍ النَّبِيْلُ، وَعَامِرُ بنُ الفُرَاتِ، وَعَائِذُ بنُ حَبِيْبٍ، وَعَبَّادُ بنُ العَوَّامِ، وَعَبْدُ اللهِ بنُ المُبَارَكِ، وَعَبْدُ اللهِ بنُ يَزِيْدَ المُقْرِئُ، وَأَبُو يَحْيَى عَبْدُ الحَمِيْدِ الحِمَّانِيُّ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَعَبْدُ العَزِيْزِ بنُ خَالِدٍ -تِرْمِذِيٌّ- وَعَبْدُ الكَرِيْمِ بنُ مُحَمَّدٍ الجُرْجَانِيُّ، وَعَبْدُ المَجِيْدِ بنُ أَبِي رَوَّادٍ، وَعَبْدُ الوَارِثِ التَّنُّوْرِيُّ، وَعُبَيْدُ اللهِ بنُ الزُّبَيْرِ القُرَشِيُّ، وَعُبَيْدُ اللهِ بنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ، وَعُبَيْدُ اللهِ بنُ مُوْسَى، وَعَتَّابُ بنُ مُحَمَّدٍ، وَعَلِيُّ بنُ ظَبْيَانَ القَاضِي، وَعَلِيُّ بنُ عَاصِمٍ، وَعَلِيُّ بنُ مُسْهِرٍ القَاضِي، وَعَمْرُو بنُ مُحَمَّدٍ العَنْقَزِيُّ، وَأَبُو قَطَنٍ عَمْرُو بنُ الهَيْثَمِ، وَعِيْسَى بنُ يُوْنُسَ، وَأَبُو نُعَيْمٍ. وَالفَضْلُ بنُ مُوْسَى، وَالقَاسِمُ بنُ الحَكَمِ العُرَنِيُّ، وَالقَاسِمُ بنُ مَعْنٍ، وَقَيْسُ بنُ الرَّبِيْعِ. وَمُحَمَّدُ بنُ أَبَانٍ العَنْبَرِيُّ -كُوْفِيٌّ- وَمُحَمَّدُ بنُ بِشْرٍ، وَمُحَمَّدُ بنُ الحَسَنِ بنِ أَتَشٍ، وَمُحَمَّدُ بنُ الحَسَنِ الشَّيْبَانِيُّ، وَمُحَمَّدُ بنُ خَالِدٍ الوَهْبِيُّ، وَمُحَمَّدُ بنُ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيُّ، وَمُحَمَّدُ بنُ الفَضْلِ بنِ عَطِيَّةَ، وَمُحَمَّدُ بنُ القَاسِمِ الأَسَدِيُّ، وَمُحَمَّدُ بنُ مَسْرُوْقٍ الكُوْفِيُّ، وَمُحَمَّدُ بنُ يَزِيْدَ الوَاسِطِيُّ، وَمَرْوَانُ بنُ سَالِمٍ، وَمُصْعَبُ بنُ المِقْدَامِ، وَالمُعَافَى بنُ عِمْرَانَ، وَمَكِّيُّ بنُ إِبْرَاهِيْمَ. وَنَصْرُ بنُ عَبْدِ الكَرِيْمِ البَلْخِيُّ الصَّيْقَلُ، وَنَصْرُ بنُ عَبْدِ المَلِكِ العَتَكِيُّ، وَأَبُو غَالِبٍ النَّضْرُ بنُ عَبْدِ اللهِ الأَزْدِيُّ، وَالنَّضْرُ بنُ مُحَمَّدٍ المَرْوَزِيُّ، وَالنُّعْمَانُ بنُ عَبْدِ السَّلاَمِ الأَصْبَهَانِيُّ، وَنُوْحُ بنُ دَرَّاجٍ القَاضِي، وَنُوْحُ بنُ أَبِي مَرْيَمَ الجَامِعُ، وَهُشَيْمٌ، وَهَوْذَةُ، وَهَيَّاجُ بنُ بِسْطَامَ، وَوَكِيْعٌ، وَيَحْيَى بنُ أَيُّوْبَ المِصْرِيُّ، وَيَحْيَى بنُ نَصْرِ بنِ حَاجِبٍ، وَيَحْيَى بنُ يَمَانٍ، وَيَزِيْدُ بنُ زُرَيْعٍ، وَيَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ، وَيُوْنُسُ بنُ بُكَيْرٍ، وَأَبُو إِسْحَاقَ الفَزَارِيُّ، وَأَبُو حَمْزَةَ السُّكَّرِيُّ، وَأَبُو سَعْدٍ الصَّاغَانِيُّ، وَأَبُو شِهَابٍ الحَنَّاطُ، وَأَبُو مُقَاتِلٍ السَّمَرْقَنْدِيُّ، وَالقَاضِي أَبُو يُوْسُفَ.

قَالَ أَحْمَدُ العِجْلِيُّ: أَبُو حَنِيْفَةَ: تَيْمِيٌّ، مِنْ رَهْطِ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ، كَانَ خَزَّازاً يَبِيْعُ الخَزَّ. وَقَالَ عُمَرُ بنُ حَمَّادِ بنِ أَبِي حَنِيْفَةَ: أَمَّا زُوْطَى: فَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ كَابُلَ، وَوُلِدَ ثَابِتٌ عَلَى الإِسْلاَمِ. وَكَانَ زُوْطَى مَمْلُوْكاً لِبَنِي تَيْمِ اللهِ بنِ ثَعْلَبَةَ، فَأُعْتِقَ، فَوَلاَؤُهُ لَهُم، ثُمَّ لِبَنِي قَفْلٍ. قَالَ: وَكَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ خَزَّازاً، وَدُكَّانُهُ مَعْرُوْفٌ فِي دَارِ عَمْرِو بنِ حُرَيْثٍ. وَقَالَ النَّضْرُ بنُ مُحَمَّدٍ المَرْوَزِيُّ: عَنْ يَحْيَى بنِ النَّضْرِ، قَالَ: كَانَ وَالِدُ أَبِي حَنِيْفَةَ مِنْ نَسَا. وَرَوَى: سُلَيْمَانُ بنُ الرَّبِيْعِ، عَنِ الحَارِثِ بنِ إِدْرِيْسَ، قَالَ: أَبُو حَنِيْفَةَ أَصْلُهُ مِنْ تِرْمِذَ. وَقَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ المُقْرِي: أَبُو حَنِيْفَةَ مِنْ أَهْلِ بَابِلَ. وَرَوَى: أَبُو جَعْفَرٍ أَحْمَدُ بنُ إِسْحَاقَ بنِ البُهْلُوْلِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: ثَابِتٌ وَالِدُ أَبِي حَنِيْفَةَ مِنْ أَهْلِ الأَنْبَارِ.

مُكْرَم بنُ أَحْمَدَ القَاضِي: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ شَاذَانَ المَرْوَزِيُّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، سَمِعْتُ إِسْمَاعِيْلَ يَقُوْلُ: أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ حَمَّادِ بنِ أَبِي حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ بنِ ثَابِتِ بنِ المَرْزُبَانِ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسٍ الأَحْرَارِ، وَاللهِ مَا وَقَعَ عَلَيْنَا رِقٌّ قَطُّ. وُلِدَ جَدِّي فِي سَنَةِ ثَمَانِيْنَ، وَذَهَبَ ثَابِتٌ إِلَى عَلِيٍّ وَهُوَ صَغِيْرٌ، فَدَعَا لَهُ بِالبَرَكَةِ فِيْهِ وَفِي ذُرِّيَّتِهِ، وَنَحْنُ نَرْجُو مِنَ اللهِ أَنْ يَكُوْنَ اسْتَجَابَ ذَلِكَ لِعَلِيٍّ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- فِيْنَا.

قَالَ: وَالنُّعْمَانُ بنُ المَرْزُبَانِ وَالِدُ ثَابِتٍ هُوَ الَّذِي أَهْدَى لِعَلِيٍّ الفَالُوْذَجَ فِي يَوْمِ النَّيْرُوْزِ. فَقَالَ عَلِيٌّ: نَوْرِزُوْنَا كُلَّ يَوْمٍ. وَقِيْلَ: كَانَ ذَلِكَ فِي المَهرجَانِ، فَقَالَ: مَهْرِجُوْنَا كُلَّ يَوْمٍ.

قَالَ مُحَمَّدُ بنُ سَعْدٍ العَوْفِيُّ: سَمِعْتُ يَحْيَى بنَ مَعِيْنٍ يَقُوْلُ: كَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ ثِقَةً، لاَ يُحَدِّثُ بِالحَدِيْثِ إِلاَّ بِمَا يَحْفَظُه، وَلاَ يُحَدِّثُ بِمَا لاَ يَحْفَظُ. وَقَالَ صَالِحُ بنُ مُحَمَّدٍ: سَمِعْتُ يَحْيَى بنَ مَعِيْنٍ يَقُوْلُ: كَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ ثِقَةً فِي الحَدِيْثِ. وَرَوَى: أَحْمَدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ القَاسِمِ بنِ مُحْرِزٍ، عَنِ ابْنِ مَعِيْنٍ: كَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ لاَ بَأْسَ بِهِ. وَقَالَ مَرَّةً: هُوَ عِنْدَنَا مِنْ أَهْلِ الصِّدْقِ، وَلَمْ يُتَّهَمْ بِالكَذِبِ، وَلَقَدْ ضَرَبَهُ ابْنُ هُبَيْرَةَ عَلَى القَضَاءِ، فَأَبَى أَنْ يَكُوْنَ قَاضِياً.

أَخْبَرَنَا ابْنُ عَلاَّنَ كِتَابَةً، أَنْبَأَنَا الكِنْدِيُّ، أَنْبَأَنَا القَزَّازُ، أَنْبَأَنَا الخَطِيْبُ، أَنْبَأَنَا الخَلاَّلُ، أَنْبَأَنَا عَلِيُّ بنُ عَمْرٍو الحَرِيْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ مُحَمَّدِ بنِ كَاسٍ النَّخَعِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ مَحْمُوْدٍ الصَّيْدَنَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ شُجَاعِ بنِ الثَّلْجِيِّ، حَدَّثَنَا الحَسَنُ بنُ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ أَبِي يُوْسُفَ، قَالَ: قَالَ أَبُو حَنِيْفَةَ: لَمَّا أَرَدْتُ طَلَبَ العِلْمِ، جَعَلْتُ أَتَخَيَّرُ العُلُوْمَ، وَأَسْأَلُ عَنْ عَوَاقِبِهَا. فَقِيْلَ: تَعَلَّمِ القُرْآنَ. فَقُلْتُ: إِذَا حَفِظْتُه فَمَا يَكُوْنُ آخِرُهُ؟ قَالُوا: تَجْلِسُ فِي المَسْجِدِ، فَيَقرَأُ عَلَيْكَ الصِّبْيَانُ وَالأَحدَاثُ، ثُمَّ لاَ يَلْبَثُ أَنْ يَخْرُجَ فِيْهِم مَنْ هُوَ أَحْفَظُ مِنْكَ، أَوْ مُسَاوِيكَ، فَتَذهَبُ رِئَاسَتُكَ. قُلْتُ: مَنْ طَلَبَ العِلْمَ لِلرِّئَاسَةِ قَدْ يُفِكِّرُ فِي هَذَا، وَإِلاَّ فَقَدْ ثَبَتَ قَوْلُ المُصْطَفَى -صَلَوَاتُ اللهُ عَلَيْهِ-: (أَفْضَلُكُم مَنْ تَعَلَّمَ القُرْآنَ وَعَلَّمَهُ). يَا سُبْحَانَ اللهِ! وَهَلْ مَحَلٌّ أَفْضَلُ مِنَ المَسْجِدِ؟ وَهَلْ نَشْرٌ لِعِلمٍ يُقَارِبُ تَعْلِيْمَ القُرْآنِ؟ كَلاَّ وَاللهِ، وَهَلْ طَلَبَةٌ خَيْرٌ مِنَ الصِّبْيَانِ الَّذِيْنَ لَمْ يَعْمَلُوا الذُّنُوبَ؟! وَأَحسِبُ هَذِهِ الحِكَايَةَ مَوْضُوْعَةً، فَفِي إِسْنَادِهَا مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ.

تَتِمَّةُ الحِكَايَةِ: قَالَ: قُلْتُ: فَإِنْ سَمِعْتُ الحَدِيْثَ وَكَتَبتُه حَتَّى لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا أَحْفَظُ مِنِّي؟ قَالُوا: إِذَا كَبِرتَ وَضَعُفْتَ، حَدَّثتَ، وَاجْتَمَعَ عَلَيْكَ هَؤُلاَءِ الأَحْدَاثُ وَالصِّبْيَانُ، ثُمَّ لَمْ تَأْمَنْ أَنْ تَغلَطَ، فَيَرمُوكَ بِالكَذِبِ، فَيَصِيْرُ عَاراً عَلَيْكَ فِي عَقِبِكَ. فَقُلْتُ: لاَ حَاجَةَ لِي فِي هَذَا.

قُلْتُ: الآنَ كَمَا جَزَمتُ بِأَنَّهَا حِكَايَةٌ مُختَلَقَةٌ، فَإِنَّ الإِمَامَ أَبَا حَنِيْفَةَ طَلَبَ الحَدِيْثَ، وَأَكْثَرَ مِنْهُ فِي سَنَةِ مائَةٍ وَبَعدَهَا، وَلَمْ يَكُنْ إِذْ ذَاكَ يَسْمَعُ الحَدِيْثَ الصِّبْيَانُ، هَذَا اصْطِلاَحٌ وُجِدَ بَعْدَ ثَلاَثِ مائَةِ سَنَةٍ، بَلْ كَانَ يَطْلُبُه كِبَارُ العُلَمَاءِ، بَلْ لَمْ يَكُنْ لِلْفُقَهَاءِ عِلْمٌ بَعْدَ القُرْآنِ سِوَاهُ، وَلاَ كَانَتْ قَدْ دُوِّنَتْ كُتُبُ الفِقْهِ أَصلاً. ثُمَّ قَالَ: قُلْتُ: أَتَعَلَّمُ النَّحوَ. فَقُلْتُ: إِذَا حَفِظْتُ النَّحْوَ وَالعَرَبِيَّةَ، مَا يَكُوْنُ آخِرُ أَمْرِي؟ قَالُوا: تَقعُدُ مُعَلِّماً، فَأَكْثَرُ رِزْقِكَ دِيْنَارَانِ إِلَى ثَلاَثَةٍ. قُلْتُ: وَهَذَا لاَ عَاقِبَةَ لَهُ. قُلْتُ: فَإِنْ نَظَرتُ فِي الشِّعرِ، فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشعَرُ مِنِّي؟ قَالُوا: تَمدَحُ هَذَا فَيَهَبُ لَكَ، أَوْ يَخلَعُ عَلَيْكَ، وَإِنْ حَرَمَكَ هَجَوتَه. قُلْتُ: لاَ حَاجَةَ فِيْهِ. قُلْتُ: فَإِنْ نَظَرتُ فِي الكَلاَمِ، مَا يَكُوْنُ آخِرُ أَمرِهِ؟ قَالُوا: لاَ يَسْلَمُ مَنْ نَظَرَ فِي الكَلاَمِ مِنْ مُشَنِّعَاتِ الكَلاَمِ، فَيُرمَى بِالزَّنْدَقَةِ، فَيُقتَلُ، أَوْ يَسلَمُ مَذْمُوْماً. قُلْتُ: قَاتَلَ اللهُ مَنْ وَضَعَ هَذِهِ الخُرَافَةَ، وَهَلْ كَانَ فِي ذَلِكَ الوَقْتِ وُجِدَ عِلْمُ الكَلاَمِ؟!! قَالَ: قُلْتُ: فَإِنْ تَعَلَّمتُ الفِقْهَ؟ قَالُوا: تُسأَلُ، وَتُفتِي النَّاسَ، وَتُطلَبُ لِلْقَضَاءِ، وَإِنْ كُنْتَ شَابّاً.

قُلْتُ: لَيْسَ فِي العُلُوْمِ شَيْءٌ أَنْفَعُ مِنْ هَذَا، فَلَزِمتُ الفِقْهَ، وَتَعَلَّمْتُهُ.

وَبِهِ: إِلَى ابْنِ كَاسٍ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ خَازِمٍ، حَدَّثَنَا الوَلِيْدُ بنُ حَمَّادٍ، عَنِ الحَسَنِ بنِ زِيَادٍ، عَنْ زُفَرَ بنِ الهُذَيْلِ، سَمِعْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ: كُنْتُ أَنظُرُ فِي الكَلاَمِ حَتَّى بَلَغتُ فِيْهِ مَبْلَغاً يُشَارُ إِلَيَّ فِيْهِ بِالأَصَابِعِ، وَكُنَّا نَجلِسُ بِالقُرْبِ مِنْ حَلْقَةِ حَمَّادِ بنِ أَبِي

سُلَيمَانَ، فَجَاءَتْنِي امْرَأَةٌ يَوْماً، فَقَالَتْ لِي: رَجُلٌ لَهُ امْرَأَةٌ أَمَةٌ، أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا لِلسُّنَّةِ، كَمْ يُطَلِّقُهَا؟ فَلَمْ أَدرِ مَا أَقُوْلُ، فَأَمَرتُهَا أَنْ تَسأَلَ حَمَّاداً، ثُمَّ تَرْجِعَ تُخْبِرَنِي.

فَسَأَلَتْهُ، فَقَالَ: يُطَلِّقُهَا وَهِيَ طَاهِرٌ مِنَ الحَيْضِ وَالجِمَاعِ تَطْلِيقَةً، ثُمَّ يَترُكُهَا حَتَّى تَحِيضَ حَيْضَتَيْنِ، فَإِذَا اغْتَسَلتْ، فَقَدْ حَلَّتْ لِلأَزْوَاجِ.

فَرَجَعَتْ، فَأَخْبَرَتْنِي. فَقُلْتُ: لاَ حَاجَةَ لِي فِي الكَلاَمِ، وَأَخَذتُ نَعْلِي، فَجَلَستُ إِلَى حَمَّادٍ، فَكُنْتُ أَسْمَعُ مَسَائِلَه، فَأَحْفَظُ قَوْلَه، ثُمَّ يُعِيدُهَا مِنَ الغَدِ، فَأَحْفَظُهَا، وَيُخطِئُ أَصْحَابُه. فَقَالَ: لاَ يَجْلِسْ فِي صَدْرِ الحَلْقَةِ بِحِذَائِي غَيْرُ أَبِي حَنِيْفَةَ.

فَصَحِبتُه عَشْرَ سِنِيْنَ، ثُمَّ نَازَعَتنِي نَفْسِي الطَّلَبَ لِلرِّئَاسَةِ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَعتَزِلَه وَأَجلِسَ فِي حَلْقَةٍ لِنَفْسِي، فَخَرَجتُ يَوْماً بِالعَشِيِّ وَعَزمِي أَنْ أَفْعَلَ، فَلَمَّا رَأَيْتُه، لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَعتَزِلَه. فَجَاءَهُ تِلْكَ اللَّيلَةَ نَعْيُ قَرَابَةٍ لَهُ قَدْ مَاتَ بِالبَصْرَةِ، وَتَرَكَ مَالاً، وَلَيْسَ لَهُ وَارِثٌ غَيْرُهُ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَجلِسَ مَكَانَه. فَمَا هُوَ إِلاَّ أَنْ خَرَجَ حَتَّى وَرَدَتْ عَلَيَّ مَسَائِلُ لَمْ أَسْمَعْهَا مِنْهُ، فَكُنْتُ أُجِيبُ وَأَكْتُبُ جَوَابِي، فَغَابَ شَهْرَيْنِ، ثُمَّ قَدِمَ. فَعَرَضتُ عَلَيْهِ المَسَائِلَ، وَكَانَتْ نَحْواً مِنْ سِتِّيْنَ مَسْأَلَةً، فَوَافَقَنِي فِي أَرْبَعِيْنَ، وَخَالَفَنِي فِي عِشْرِيْنَ، فَآلَيْتُ عَلَى نَفْسِي أَلاَّ أُفَارِقَه حَتَّى يَمُوْتَ. وَهَذِهِ أَيْضاً اللهُ أَعْلَمُ بِصِحَّتِهَا، وَمَا عَلِمْنَا أَنَّ الكَلاَمَ فِي ذَلِكَ الوَقْتِ كَانَ لَهُ وُجُوْدٌ - وَاللهُ أَعْلَمُ -.

قَالَ أَحْمَدُ بنُ عَبْدِ اللهِ العِجْلِيُّ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: قَالَ أَبُو حَنِيْفَةَ: قَدِمْتُ البَصْرَةَ، فَظَنَنْتُ أَنِّي لاَ أُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ إِلاَّ أَجبتُ فِيْهِ، فَسَأَلُوْنِي عَنْ أَشْيَاءَ لَمْ يَكُنْ عِنْدِي فِيْهَا جَوَابٌ، فَجَعَلتُ عَلَى نَفْسِي أَلاَّ أُفَارِقَ حَمَّاداً حَتَّى يَمُوْتَ، فَصَحِبتُه ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً.

شُعَيْبُ بنُ أَيُّوْبَ الصَّرِيْفِيْنِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الحِمَّانِيُّ، سَمِعْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ: رَأَيْتُ رُؤْيَا أَفزَعَتْنِي، رَأَيتُ كَأَنِّي أَنبُشُ قَبْرَ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَأَتَيْتُ البَصْرَةَ، فَأَمَرتُ رَجُلاً يَسأَلُ مُحَمَّدَ بنَ سِيْرِيْنَ. فَسَأَلَه، فَقَالَ: هَذَا رَجُلٌ يَنبُشُ أَخْبَارَ رَسُوْلِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -. المُحَدِّثُ مَحْمُوْدُ بنُ مُحَمَّدٍ المَرْوَزِيُّ: حَدَّثَنَا حَامِدُ بنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو وَهْبٍ مُحَمَّدُ بنُ مُزَاحِمٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بنَ المُبَارَكِ يَقُوْلُ: لَوْلاَ أَنَّ اللهَ أَعَانَنِي بِأَبِي حَنِيْفَةَ وَسُفْيَانَ، كُنْتُ كَسَائِرِ النَّاسِ. أَحْمَدُ بنُ زُهَيْرٍ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بنُ أَبِي شَيْخٍ، حَدَّثَنِي حُجْرُ بنُ عَبْدِ الجَبَّارِ، قَالَ: قِيْلَ لِلْقَاسِمِ بنِ مَعْنٍ: تَرضَى أَنْ تَكُوْنَ مِنْ غِلْمَانِ أَبِي حَنِيْفَةَ؟

قَالَ: مَا جَلَسَ النَّاسُ إِلَى أَحَدٍ أَنْفَعَ مِنْ مُجَالَسَةِ أَبِي حَنِيْفَةَ.

وَقَالَ لَهُ القَاسِمُ: تَعَالَ مَعِي إِلَيْهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِلَيْهِ، لَزِمَه، وَقَالَ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هَذَا.

مُحَمَّدُ بنُ أَيُّوْبَ بنِ الضُّرَيْسِ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ الصَّبَّاحِ، سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ قَالَ: قِيْلَ لِمَالِكٍ: هَلْ رَأَيتَ أَبَا حَنِيْفَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، رَأَيْتُ رَجُلاً لَوْ كَلَّمَكَ فِي هَذِهِ السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَباً، لَقَامَ بِحُجَّتِه.

وَعَنْ أَسَدِ بنِ عَمْرٍو: أَنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ - رَحِمَهُ اللهُ - صَلَّى العِشَاءَ وَالصُّبْحَ بِوُضُوْءٍ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً.

وَرَوَى: بِشْرُ بنُ الوَلِيْدِ، عَنِ القَاضِي أَبِي يُوْسُفَ، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ أَبِي حَنِيْفَةَ، إِذْ سَمِعْتُ رَجُلاً يَقُوْلُ لآخَرَ: هَذَا أَبُو حَنِيْفَةَ لاَ يَنَامُ اللَّيلَ. فَقَالَ أَبُو حَنِيْفَةَ: وَاللهِ لاَ يُتَحَدَّثُ عَنِّي بِمَا لَمْ أَفْعَلْ، فَكَانَ يُحْيِي اللَّيْلَ صَلاَةً، وَتَضَرُّعاً، وَدُعَاءً.

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ وَجْهَيْنِ: أَنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ قَرَأَ القُرْآنَ كُلَّهُ فِي رَكْعَةٍ.

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بنُ مُحَمَّدِ بنِ المُغِيْرَةِ: رَأَيْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ شَيْخاً يُفْتِي النَّاسَ بِمَسْجِدِ الكُوْفَةِ، عَلَى رَأْسِهِ قَلَنْسُوَةٌ سَوْدَاءُ طَوِيْلَةٌ.

وَعَنِ النَّضْرِ بنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ جَمِيْلَ الوَجْهِ، سَرِيَّ الثَّوْبِ، عَطِرَ الرِّيحِ، أَتَيْتُهُ فِي حَاجَةٍ، وَعَلَيَّ كِسَاءٌ قُرمسِيٌّ، فَأَمَرَ بِإِسرَاجِ بَغلِه، وَقَالَ: أَعْطِنِي كِسَاءَكَ، وَخُذْ كِسَائِي. فَفَعَلتُ، فَلَمَّا رَجَعَ، قَالَ: يَا نَضْرُ! أَخجلتَنِي بِكِسَائِكَ، هُوَ غَلِيْظٌ. قَالَ: وَكُنْتُ أَخَذْتُهُ بِخَمْسَةِ دَنَانِيْرَ، ثُمَّ إِنِّي رَأَيْتُه وَعَلَيْهِ كِسَاءٌ قَوَّمْتُهُ ثَلاَثِيْنَ دِيْنَاراً.

وَعَنْ أَبِي يُوْسُفَ، قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ رَبْعَةً، مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صُوْرَةً، وَأَبْلَغِهِم نُطْقاً، وَأَعذَبِهِم نَغْمَةً، وَأَبْيَنِهِم عَمَّا فِي نَفْسِه.

وَعَنْ حَمَّادِ بنِ أَبِي حَنِيْفَةَ، قَالَ: كَانَ أَبِي جَمِيْلاً، تَعلُوْهُ سُمْرَةٌ، حَسَنَ الهَيْئَةِ، كَثِيْرَ التَّعَطُّرِ، هَيُوْباً، لاَ يَتَكَلَّمُ إِلاَّ جَوَاباً، وَلاَ يَخُوضُ - رَحِمَهُ اللهُ - فِيْمَا لاَ يَعْنِيْه.

وَعَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَجُلاً أَوْقَرَ فِي مَجْلِسِهِ، وَلاَ أَحْسَنَ سَمْتاً وَحِلْماً مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ.

إِبْرَاهِيمُ بنُ سَعِيدٍ الجَوْهَرِيُّ: عَنِ المُثَنَّى بنِ رَجَاءٍ، قَالَ: جَعَلَ أَبُو حَنِيْفَةَ عَلَى نَفْسِهِ إِنْ حَلَفَ بِاللهِ صَادِقاً أَنْ يَتَصَدَّقَ بِدِيْنَارٍ، وَكَانَ إِذَا أَنفقَ عَلَى عِيَالِهِ نَفَقَةً، تَصَدَّقَ بِمِثْلِهَا.

وَرَوَى: جُبَارَةُ بنُ المُغَلِّسِ، عَنْ قَيْسِ بنِ الرَّبِيعِ، قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ وَرِعاً، تَقِيّاً، مُفْضِلاً عَلَى إِخْوَانِه.

قَالَ الخُرَيْبِيُّ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنِّي وَضَعتُ كِتَاباً عَلَى خَطِّكَ إِلَى فُلاَنٍ، فَوَهَبَ لِي أَرْبَعَةَ آلاَفِ دِرْهَمٍ. فَقَالَ أَبُو حَنِيْفَةَ: إِنْ كُنْتُم تَنْتَفِعُوْنَ بِهَذَا، فَافْعَلُوْهُ.

وَعَنْ شَرِيْكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ، كَثِيْرَ العَقْلِ.

وَقَالَ أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيْلُ: كَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ يُسَمَّى الوَتِدَ؛ لِكَثْرَةِ صَلاَتِه.

وَرَوَى: ابْنُ إِسْحَاقَ السَّمَرْقَنْدِيُّ، عَنِ القَاضِي أَبِي يُوْسُفَ، قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيْفَةَ يَخْتِمُ القُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَكْعَةٍ.

يَحْيَى بنُ عَبْدِ الحَمِيْدِ الحِمَّانِيُّ: عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّهُ صَحِبَ أَبَا حَنِيْفَةَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ. قَالَ: فَمَا رَأَيْتُهُ صَلَّى الغَدَاةَ إِلاَّ بِوُضُوْءِ عِشَاءِ الآخِرَةِ، وَكَانَ يَخْتِمُ كُلَّ لَيْلَةٍ عِنْدَ السَّحَرِ.

وَعَنْ زَيْدِ بنِ كُمَيْتٍ، سَمِعَ رَجُلاً يَقُوْلُ لأَبِي حَنِيْفَةَ: اتَّقِ اللهَ. فَانْتَفَضَ، وَاصفَرَّ، وَأَطرَقَ، وَقَالَ: جَزَاكَ اللهُ خَيْراً، مَا أَحوَجَ النَّاسَ كُلَّ وَقْتٍ إِلَى مَنْ يَقُوْلُ لَهُم مِثْلَ هَذَا. وَيُرْوَى: أَنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ خَتَمَ القُرْآنَ سَبْعَةَ آلاَفِ مَرَّةٍ.

قَالَ مِسْعَرُ بنُ كِدَامٍ: رَأَيْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ قَرَأَ القُرْآنَ فِي رَكْعَةٍ.

ابْنُ سَمَاعَةَ: عَنْ مُحَمَّدِ بنِ الحَسَنِ، عَنِ القَاسِمِ بنِ مَعْنٍ: أَنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ قَامَ لَيْلَةً يُرَدِّدُ قَوْلَهُ تَعَالَى: {بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ}، وَيَبْكِي، وَيَتَضَرَّعُ إِلَى الفَجْرِ.

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ: أَنَّ الإِمَامَ أَبَا حَنِيْفَةَ ضُرِبَ غَيْرَ مَرَّةٍ عَلَى أَنْ يَلِيَ القَضَاءَ، فَلَمْ يُجِبْ.

قَالَ يَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ: مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَحلَمَ مِنْ أَبِي حَنِيْفَةَ.

وَعَنِ الحَسَنِ بنِ زِيَادٍ اللُّؤْلُؤِيِّ، قَالَ: قَالَ أَبُو حَنِيْفَةَ: إِذَا ارْتَشَى القَاضِي، فَهُوَ مَعْزُوْلٌ، وَإِنْ لَمْ يُعْزَلْ.

وَرَوَى: نُوْحٌ الجَامِعُ، عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ، أَنَّهُ قَالَ: مَا جَاءَ عَنِ الرَّسُوْلِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَعَلَى الرَّأْسِ وَالعَيْنِ، وَمَا جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ اخْتَرْنَا، وَمَا كَانَ مِنْ غَيْرِ ذَلِكَ، فَهُم رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ.

قَالَ وَكِيْعٌ: سَمِعْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ: البَوْلُ فِي المَسْجِدِ أَحْسَنُ مِنْ بَعْضِ القِيَاسِ.

وَقَالَ أَبُو يُوْسُفَ: قَالَ أَبُو حَنِيْفَةَ: لاَ يَنْبَغِي لِلرَّجُلِ أَنْ يُحَدِّثَ إِلاَّ بِمَا يَحْفَظُه مِنْ وَقْتِ مَا سَمِعَهُ.

وَعَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ الضَّرِيْرِ، قَالَ: حُبُّ أَبِي حَنِيْفَةَ مِنَ السُّنَّةِ.

قَالَ إِسْحَاقُ بنُ إِبْرَاهِيْمَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ بِشْرِ بنِ الوَلِيْدِ، قَالَ:

طَلَبَ المَنْصُوْرُ أَبَا حَنِيْفَةَ، فَأَرَادَه عَلَى القَضَاءِ، وَحَلَفَ لَيَلِيَنَّ، فَأَبَى، وَحَلَفَ: إِنِّي لاَ أَفْعَلُ.

فَقَالَ الرَّبِيْعُ الحَاجِبُ: تَرَى أَمِيْرَ المُؤْمِنِيْنَ يَحلِفُ وَأَنْتَ تَحلِفُ؟

قَالَ: أَمِيْرُ المُؤْمِنِيْنَ عَلَى كَفَّارَةِ يَمِيْنِه أَقْدَرُ مِنِّي. فَأَمَرَ بِهِ إِلَى السِّجْنِ، فَمَاتَ فِيْهِ بِبَغْدَادَ.

وَقِيْلَ: دَفَعَهُ أَبُو جَعْفَرٍ إِلَى صَاحِبِ شُرطَتِه حُمَيْدٍ الطُّوْسِيِّ، فَقَالَ: يَا شَيْخُ! إِنَّ أَمِيْرَ المُؤْمِنِيْنَ يَدفَعُ إِلَيَّ الرَّجُلَ، فَيَقُوْلُ لِي: اقْتُلْه، أَوِ اقْطَعْه، أَوِ اضْرِبْه، وَلاَ أَعْلَمُ بِقِصَّتِه، فَمَاذَا أَفْعَلُ؟ فَقَالَ: هَلْ يَأْمُرُكَ أَمِيْرُ المُؤْمِنِيْنَ بِأَمرٍ قَدْ وَجَبَ، أَوْ بِأَمرٍ لَمْ يَجِبْ؟ قَالَ: بَلْ بِمَا قَدْ وَجَبَ. قَالَ: فَبَادِرْ إِلَى الوَاجِبِ. وَعَنْ مُغِيْثِ بنِ بُدَيْلٍ، قَالَ: دَعَا المَنْصُوْرُ أَبَا حَنِيْفَةَ إِلَى القَضَاءِ، فَامْتَنَعَ، فَقَالَ: أَتَرغَبُ عَمَّا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَقَالَ: لاَ أَصْلُحُ. قَالَ: كَذَبتَ. قَالَ: فَقَدْ حَكَمَ أَمِيْرُ المُؤْمِنِيْنَ عَلَيَّ أَنِّي لاَ أَصْلُحُ، فَإِنْ كُنْتُ كَاذِباً فَلاَ أَصلُحُ، وَإِنْ كُنْتُ صَادِقاً، فَقَدْ أَخبَرتُكُم أَنِّي لاَ أَصلُحُ. فَحَبَسَهُ. وَرَوَى نَحْوَهَا: إِسْمَاعِيْلُ بنُ أَبِي أُوَيْسٍ، عَنِ الرَّبِيْعِ الحَاجِبِ، وَفِيْهَا: قَالَ أَبُو حَنِيْفَةَ: وَاللهِ مَا أَنَا

بِمَأْمُوْنِ الرِّضَى، فَكَيْفَ أَكُوْنُ مَأْمُوْنَ الغَضَبِ، فَلاَ أَصلُحُ لِذَلِكَ. قَالَ المَنْصُوْرُ: كَذَبتَ، بَلْ تَصلُحُ. فَقَالَ: كَيْفَ يَحِلُّ أَنْ تُوَلِّيَ مَنْ يَكْذِبُ؟ وَقِيْلَ: إِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ وَلِيَ لَهُ، فَقَضَى قَضِيَّةً وَاحِدَةً، وَبَقِيَ يَوْمَيْنِ، ثُمَّ اشْتَكَى سِتَّةَ أَيَّامٍ، وَتُوُفِّيَ. وَقَالَ الفَقِيْهُ أَبُو عَبْدِ اللهِ الصَّيمَرِيُّ: لَمْ يَقْبَلِ العَهْدَ بِالقَضَاءِ، فَضُرِبَ، وَحُبِسَ، وَمَاتَ فِي السِّجْنِ.

وَرَوَى: حَيَّانُ بنُ مُوْسَى المَرْوَزِيُّ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ المُبَارَكِ: مَالِكٌ أَفْقَهُ، أَوْ أَبُو حَنِيْفَةَ؟ قَالَ: أَبُو حَنِيْفَةَ.

وَقَالَ الخُرَيْبِيُّ: مَا يَقَعُ فِي أَبِي حَنِيْفَةَ إِلاَّ حَاسِدٌ، أَوْ جَاهِلٌ.

وَقَالَ يَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ القَطَّانُ: لاَ نَكْذِبُ اللهَ، مَا سَمِعنَا أَحْسَنَ مِنْ رَأْيِ أَبِي حَنِيْفَةَ، وَقَدْ أَخَذنَا بِأَكْثَرِ أَقْوَالِه.

وَقَالَ عَلِيُّ بنُ عَاصِمٍ: لَوْ وُزِنَ عِلْمُ الإِمَامِ أَبِي حَنِيْفَةَ بِعِلْمِ أَهْلِ زَمَانِهِ، لَرَجَحَ عَلَيْهِم.

وَقَالَ حَفْصُ بنُ غِيَاثٍ: كَلاَمُ أَبِي حَنِيْفَةَ فِي الفِقْهِ، أَدَقُّ مِنَ الشَّعْرِ، لاَ يَعِيبُه إِلاَّ جَاهِلٌ.

وَرُوِيَ عَنِ الأَعْمَشِ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسْأَلَةٍ، فَقَالَ: إِنَّمَا يُحسِنُ هَذَا النُّعْمَانُ بنُ ثَابِتٍ الخَزَّازُ، وَأَظُنُّه بُوْرِكَ لَهُ فِي عِلْمِهِ.

وَقَالَ جَرِيْرٌ: قَالَ لِي مُغِيْرَةُ: جَالِسْ أَبَا حَنِيْفَةَ تَفْقَهْ، فَإِنَّ إِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيَّ لَوْ كَانَ حَيّاً، لَجَالَسَه.

وَقَالَ ابْنُ المُبَارَكِ: أَبُو حَنِيْفَةَ أَفْقَهُ النَّاسِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: النَّاسُ فِي الفِقْهِ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيْفَةَ.

قُلْتُ: الإِمَامَةُ فِي الفِقْهِ وَدَقَائِقِه مُسَلَّمَةٌ إِلَى هَذَا الإِمَامِ، وَهَذَا أَمرٌ لاَ شَكَّ فِيْهِ.

وَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الأَذْهَانِ شَيْءٌ... إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيلِ

وَسِيْرَتُه تَحْتَمِلُ أَنْ تُفرَدَ فِي مُجَلَّدَيْنِ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَرَحِمَهُ-.

تُوُفِّيَ: شَهِيداً، مَسْقِيّاً، فِي سَنَةِ خَمْسِيْنَ وَمائَةٍ، وَلَهُ سَبْعُوْنَ سَنَةً، وَعَلَيْهِ قُبَّةٌ عَظِيْمَةٌ، وَمَشْهَدٌ فَاخِرٌ بِبَغْدَادَ -وَاللهُ أَعْلَمُ-. وَابْنُهُ الفَقِيْهُ حَمَّادُ بنُ أَبِي حَنِيْفَةَ، كَانَ ذَا عِلْمٍ، وَدِيْنٍ، وَصَلاَحٍ، وَوَرَعٍ تَامٍّ.

لَمَّا تُوُفِّيَ وَالِدُه، كَانَ عِنْدَه وَدَائِعُ كَثِيْرَةٌ، وَأَهْلُهَا غَائِبُوْنَ، فَنَقَلَهَا حَمَّادٌ إِلَى الحَاكِمِ لِيَتَسَلَّمَهَا، فَقَالَ: بَلْ دَعْهَا عِنْدَكَ، فَإِنَّكَ أَهْلٌ. فَقَالَ: زِنْهَا، وَاقْبِضْهَا حَتَّى تَبرَأَ مِنْهَا ذِمَّةُ الوَالِدِ، ثُمَّ افعَلْ مَا تَرَى. فَفَعَلَ القَاضِي ذَلِكَ، وَبَقِيَ فِي وَزْنِهَا وَحِسَابِهَا أَيَّاماً، وَاسْتَتَرَ حَمَّادٌ، فَمَا ظَهَرَ حَتَّى أَوْدَعَهَا القَاضِي عِنْدَ أَمِيْنٍ. تُوُفِّيَ حَمَّادٌ: سَنَةَ سِتٍّ وَسَبْعِيْنَ وَمائَةٍ، كَهْلاً. لَهُ رِوَايَةٌ عَنْ: أَبِيْهِ، وَغَيْرِه. حَدَّثَ عَنْهُ: وَلَدُهُ؛ الإِمَامُ إِسْمَاعِيْلُ بنُ حَمَّادٍ، قَاضِي البَصْرَةِ.

تاریخ الإسلام *کے الفاظ:*

مَوْلَى بَنِي تَيْمِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ وُلِدَ سَنَةَ ثَمَانِينَ، وَرَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ غَيْرَ مَرَّةٍ بِالْكُوفَةِ إِذْ قَدِمَهَا أَنَسٌ. قَالَهُ ابْنُ سَعْدٍ فقال: حدثنا سَيْفُ بْنُ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُهُ. وَرَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَقَالَ: مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْهُ. وَعَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، وَنَافِعٍ، وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، وَأَبِي جَعْفَرٍ الْبَاقِرِ، وَعَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، وَقَتَادَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزٍ الأَعْرَجِ، وَعَمْرِو بْنِ دينار، ومنصور، وأبي الزبير، وحماد بن أبي سُلَيْمَانَ، وَعَدَدٍ كَثِيرٍ.

وَتَفَقَّهَ بِحَمَّادٍ، وَغَيْرِهِ، فَبَرَعَ فِي الرَّأْيِ، وَسَادَ أَهْلَ زَمَانِهِ فِي التَّفَقُّهِ وَتَفْرِيعِ الْمَسَائِلِ، وَتَصَدَّرَ لِلإِشْغَالِ وَتَخَرَّجَ بِهِ الأَصْحَابُ. فَمِنْ تَلامِذَتِهِ: زُفَرُ بْنُ الْهُذَيْلِ الْعَنْبَرِيُّ، والقاضي أبو يوسف يعقوب بن إِبْرَاهِيم الأنصاري قاضي القضاة، ونوح بن أبي مريم الْمَرْوَزِيُّ، وأبو مطيع الحكم بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَلْخِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ اللُّؤْلُؤِيُّ، وَأَسَدُ بْنُ عَمْرٍو، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ، وَحَمَّادُ بْنُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَخَلْقٌ.

وَرَوَى عَنْهُ مُغِيرَةُ بْنُ مِقْسَمٍ، وَمِسْعَرٌ، وَسُفْيَانُ، وَزَائِدَةُ، وَشَرِيْك، وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، وَعَلِيُّ بْنِ مُسْهِرٍ، وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَوَكِيعٌ، وَإِسْحَاقُ الأَزْرَقُ، وَسَعْدُ بْنُ الصَّلْتِ، وَأَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، وَالأَنْصَارِيُّ، وَأَبُو نُعَيْمٍ، وَهَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، وَجَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، وَأَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ، وَخَلْقٌ كَثِيرٌ.

وَكَانَ خَزَّازًا يُنْفِقُ مِنْ كَسْبِهِ وَلا يَقْبَلُ جَوَائِزَ السُّلْطَانِ تَوَرُّعًا، وَلَهُ دَارٌ وَصُنَّاعٌ وَمَعَاشٌ مُتَّسِعٌ، وَكَانَ معدودا في الأجواد الأسخياء والألباء الأذكياء، مَعَ الدِّينِ وَالْعِبَادَةِ وَالتَّهَجُّدِ وَكَثْرَةِ التِّلاوَةِ وَقِيَامِ اللَّيْلِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

قَالَ ضِرَارُ بن صرد: سئل يزيد بن هارون: أيما أفقه: أبو حنيفة أو الثَّوْرِيُّ؟ فَقَالَ: أَبُو حَنِيفَةَ أَفْقَهُ، وَسُفْيَانُ أَحْفَظُ لِلْحَدِيثِ.

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: أَبُو حَنِيفَةَ أَفْقَهُ النَّاسِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: النَّاسُ فِي الْفِقْهِ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ.

وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَوْرَعَ وَلا أَعْقَلَ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَقَالَ صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ جَزَرَةُ، وَغَيْرُهُ: سَمِعْنَا ابْنَ مَعِينٍ يَقُولُ: أَبُو حَنِيفَةَ ثِقَةٌ.

وَرَوَى أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحْرِزٍ عَنِ ابْنِ مَعِينٍ قَالَ: لا بَأْسَ بِهِ، لَمْ يُتَّهَمْ بِالْكَذِبِ، لَقَدْ ضَرَبَهُ يَزِيدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ هُبَيْرَةَ عَلَى الْقَضَاءِ فَأَبَى أَنْ يَكُونَ قَاضِيًا.

وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَحِمَ اللهُ مَالِكًا، كَانَ إِمَامًا، رَحِمَ اللهُ الشَّافِعِيَّ، كَانَ إِمَامًا، رَحِمَ اللهُ أَبَا حَنِيفَةَ، كَانَ إِمَامًا، سَمِعَ هَذَا ابْنُ دَاسَةَ مِنْهُ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: عِلْمُنَا هَذَا رَأْيٌ، وَهُوَ أَحْسَنُ مَا قَدِرْنَا عَلَيْهِ فَمَنْ جَاءَنَا بِأَحْسَنَ مِنْهُ قَبِلْنَاهُ.

وَعَنْ أَسَدِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالصُّبْحَ بِوُضُوءٍ أَرْبَعِينَ سَنَةً.

وَرَوَى بِشْرُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ أَبِي يُوسُفَ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ إِذْ سَمِعْتُ رَجُلا يَقُولُ لِآخَرَ: هَذَا أَبُو حَنِيفَةَ لا يَنَامُ اللَّيْلَ، فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: وَاللهِ لا يَتَحَدَّثُ عَنِّي بِمَا لَمْ أَفْعَلْ فَكَانَ يُحْيِي اللَّيْلَ صَلاةً وَدُعَاءً وَتَضَرُّعًا.

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ وَجْهَيْنِ أَنَّهُ خَتَمَ الْقُرْآنَ فِي رَكْعَةٍ.

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ: رَأَيْتُ أَبَا حَنِيفَةَ شَيْخًا يُفْتِي النَّاسَ بِمَسْجِدِ الكوفة عليه قلنسوة سوداء طويلة.

وعن النَّضْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ جَمِيلَ الْوَجْهِ، سَرِيَّ الثَّوْبِ، عَطِرًا، أَتَيْتُهُ فِي حاجة وعلي كساء قرمسي، فأمر بإسراج بغلة وَقَالَ: أَعْطِنِي كِسَاءَكَ وَخُذْ كِسَائِي، فَفَعَلْتُ، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ لِي: يَا نَضْرُ، أَخْجَلْتَنِي بِكِسَائِكَ، قُلْتُ: وَمَا أَنْكَرْتَ مِنْهُ؟ قَالَ: هُوَ غَلِيظٌ. قَالَ النَّضْرُ: وَكُنْتُ اشْتَرَيْتُهُ بِخَمْسَةِ دَنَانِيرَ وَأَنَا بِهِ مُعْجَبٌ، ثُمَّ رَأَيْتُهُ مَرَّةً وَعَلَيْهِ كِسَاءٌ قومته ثلاثين دِينَارًا.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ رَبْعَةً، مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صُورَةً، وَأَبْلَغِهِمْ نُطْقًا، وَأَعْذَبِهِمْ نَغْمَةً، وَأَبْيَنِهِمْ عَمَّا فِي نَفْسِهِ.

وَعَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ: كَانَ أَبِي جَمِيلا تَعْلُوهُ سُمْرَةٌ، حَسَنَ الْهَيْئَةِ، كَثِيرَ الْعِطْرِ، هَيُوبًا، لا يَتَكَلَّمُ إِلا جَوَابًا، وَلا يَخُوضُ فِيمَا لا يَعْنِيهِ.

وَعَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَجُلا أَوْقَرَ فِي مَجْلِسِهِ وَلا أَحْسَنَ سَمْتًا وَحِلْمًا مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَرَوَى إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ رَجَاءٍ قَالَ: جَعَلَ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى نَفْسِهِ إِنْ حَلَفَ بِاللهِ صَادِقًا أَنْ يَتَصَدَّقَ بِدِينَارٍ، وَكَانَ إِذَا أَنْفَقَ عَلَى عِيَالِهِ نَفَقَةً تصدق بمثلها.

وَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ: لَقِيَ أَبُو حَنِيفَةَ مِنَ النَّاسِ عَنَتًا لِقِلَّةِ مُخَالَطَتِهِ، فَكَانُوا يَرَوْنَهُ مِنْ زَهْوٍ فِيهِ وَإِنَّمَا كَانَ غَرِيزَةً.

وَقَالَ جَبَّارَةُ بْنُ مُغَلِّسٍ: سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ الرَّبِيعِ يَقُولُ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ وَرِعًا تَقِيًّا مُفَضِّلا عَلَى إِخْوَانِهِ.

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ: حدثنا الْخُرَيْبِيُّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَقَالَ رَجُلٌ لَهُ: إِنِّي وَضَعْتُ كِتَابًا عَلَى خَطِّكَ إِلَى فُلانٍ فَوَهَبَ لِي أَرْبَعَةَ آلافِ دِرْهَمٍ. فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: إِنْ كُنْتُمْ تَنْتَفِعُونَ بِهَذَا فَافْعَلُوهُ.

وَعَنْ شَرِيكٍ قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ طَوِيلَ الصَّمْتِ كَثِيرَ الْعَقْلِ.

قَالَ يَعْقُوبُ بْنُ شيبة: حدثني بكر، قال: أخبرنا أبو عاصم النبيل قال: كان حَنِيفَةَ يُسَمَّى الْوَتَدُ لِكَثْرَةِ صَلَاتِهِ. وَرَوَاهَا يُوسُفُ الْقَطَّانُ عَنْ أَبِي عَاصِمٍ.

وَرَوَى عَلِيُّ بْنُ إِسْحَاقَ السَّمَرْقَنْدِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ قَالَ: كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَكْعَةٍ.

وَرَوَى يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْحِمَّانِيُّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ صَحِبَ أَبَا حَنِيفَةَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَمَا رَآهُ صَلَّى الْغَدَاةَ إِلا بِوُضُوءِ عِشَاءِ الآخِرَةِ، وَكَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ ليلة عند السَّحَرِ.

وَعَنْ يزيد بْنِ كُمَيْتٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلا يَقُولُ لأَبِي حَنِيفَةَ: اتَّقِ اللهَ، فَانْتَفَضَ وَاصْفَرَّ وَأَطْرَقَ وَقَالَ: جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا مَا أَحْوَجُ النَّاسِ كُلَّ وَقْتٍ إِلَى مَنْ يَقُولُ لَهُمْ مِثْلَ هَذَا.

وَيُرْوَى أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ خَتَمَ الْقُرْآنَ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ سَبْعَةَ آلافِ مَرَّةٍ.

قَالَ مِسْعَرٌ: رَأَيْتُ أَبَا حَنِيفَةَ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي رَكْعَةٍ.

وَرَوَى مُحَمَّدُ بْنُ سَمَاعَةٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مَعْنٍ، أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ قَامَ لَيْلَةً يُرَدِّدُ قَوْلَهُ - تَعَالَى - {بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ} وَيَبْكِي وَيَتَضَرَّعُ إِلَى الْفَجْرِ.

وَيُرْوَى أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ ضُرِبَ غَيْرَ مَرَّةٍ عَلَى أَنْ يَلِيَ الْقَضَاءَ فَلَمْ يَفْعَلْ.

وَقِيلَ: إِنَّ إِنْسَانًا اسْتَطَالَ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَقَالَ لَهُ: يَا زِنْدِيقُ، فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: غَفَرَ اللَّهُ لَكَ هُوَ يَعْلَمُ مِنِّي خِلافَ مَا تَقُولُ.

قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْلَمَ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ: قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: إِذَا ارْتَشَى القاضي فَهُوَ مَعْزُولٌ وَإِنْ لَمْ يُعْزَلْ.

وَرَوَى نُوحٌ الْجَامِعُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ: مَا جَاءَ عَنِ الرَّسُولِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَعَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ، وَمَا جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ اخْتَرْنَا، وَمَا كَانَ مِنْ غَيْرِ ذَلِكَ فَهُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ.

وَقَالَ وَكِيعٌ: سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ: الْبَوْلُ فِي الْمَسْجِدِ أَحْسَنُ مِنْ بَعْضِ الْقِيَاسِ.

قَالَ أَبُو مُحَمَّدِ بْنُ حَزْمٍ: جَمِيعُ الْحَنَفِيَّةِ مُجْمِعُونَ عَلَى أَنَّ مَذْهَبَ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ ضَعِيفَ الْحَدِيثِ أَوْلَى عِنْدَهُ مِنَ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ.

قَالَ أبو نعيم: كان أبو حنيفة يَجْهَرُ فِي أَمْرِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ جَهْرًا شَدِيدًا فَقُلْتُ: وَاللَّهِ مَا أَنْتَ بِمُنْتَهٍ حَتَّى تُوضَعَ فِي أَعْنَاقِنَا الْحِبَالُ.

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: لا يَنْبَغِي لِلرَّجُلِ أَنْ يُحَدِّثَ إِلا بِمَا يَحْفَظُهُ مِنْ وَقْتِ مَا سَمِعَهُ. وَرَوَاهَا أَبُو يُوسُفَ عَنْهُ.

وَعَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ: حُبُّ أَبِي حَنِيفَةَ مِنَ السُّنَّةِ، وَهُوَ مِنَ الْعُلَمَاءِ الَّذِينَ امْتُحِنُوا فِي اللهِ.

جَاءَ مِنْ طُرُقٍ مُتَعَدِّدَةٍ أَنَّهُ ضُرِبَ أَيَّامًا لِيَلِيَ الْقَضَاءَ فَأَبَى.

قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الزُّهْرِيُّ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيِّ قَالَ: طَلَبَ الْمَنْصُورُ أَبَا حَنِيفَةَ فَأَرَادَهُ عَلَى الْقَضَاءِ وحلف ليلين فَأَبَى، وَحَلَفَ أَنْ لا يَفْعَلَ، فَقَالَ الرَّبِيعُ حَاجِبُ الْمَنْصُورِ: تَرَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَحْلِفُ وَأَنْتَ تَحْلِفُ! قَالَ: أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى كَفَّارَةِ يَمِينِهِ أَقْدَرُ مِنِّي. فَأُمِرَ بِهِ إِلَى السِّجْنِ فَمَاتَ فِيهِ بِبَغْدَادَ.

وَقِيلَ: دَفَعَهُ إِلَى صَاحِبِ الشُّرْطَةِ حُمَيْدٌ الطُّوسِيُّ فَقَالَ لَهُ: يَا شَيْخُ إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَدْفَعُ إِلَيَّ الرَّجُلَ فَيَقُولُ لِي: اقْتُلْهُ أَوْ قَطِّعْهُ أَوِ اضْرِبْهُ، وَلا عِلْمَ لِي بِقِصَّتِهِ، فَمَا أَفْعَلُ؟ فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: هَلْ يَأْمُرُكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بِأَمْرٍ قَدْ وَجَبَ أَوْ بِأَمْرٍ لَمْ يَجِبْ؟ قَالَ: بَلْ بِمَا قَدْ وَجَبَ، قَالَ: فَبَادِرْ إِلَى الْوَاجِبِ.

وَعَنْ مُغِيثِ بْنِ بُدَيْلٍ، قَالَ: دَعَا الْمَنْصُورُ أَبَا حَنِيفَةَ إِلَى الْقَضَاءِ فَامْتَنَعَ، فَقَالَ: أَتَرْغَبُ عَمَّا نَحْنُ فِيهِ! فَقَالَ: لا أَصْلُحُ، قَالَ: كَذَبْتَ، قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: فَقَدْ حَكَمَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيَّ أَنِّي لا أَصْلُحُ، فَإِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَلا أَصْلُحُ، وَإِنْ كُنْتُ صَادِقًا فَقَدْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنِّي لا أَصْلُحُ، فَحَبَسَهُ.

قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ: سَمِعْتُ الرَّبِيعَ بْنَ يُونُسَ الْحَاجِبَ يَقُولُ: رَأَيْتُ الْمَنْصُورَ تَنَاوَلَ أَبَا حَنِيفَةَ فِي أَمْرِ الْقَضَاءِ فَقَالَ: والله ما أنا بمأمون الرضى، فَكَيْفَ أَكُونُ مَأْمُونَ الْغَضَبِ، فَلا أَصْلُحُ لِذَلِكَ، فَقَالَ: كَذَبْتَ بَلْ تَصْلُحُ، فَقَالَ: كَيْفَ يَحِلُّ لَكَ أَنْ تُوَلِّيَ مَنْ يَكْذِبُ؟.

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الْخَطِيبُ: قِيلَ: إِنَّهُ وَلِيَ الْقَضَاءَ وَقَضَى قَضِيَّةً وَاحِدَةً وَبَقِيَ يَوْمَيْنِ ثُمَّ اشْتَكَى سِتَّةَ أَيَّامٍ وَمَاتَ.

وَقَالَ الْفَقِيهُ أَبُو عَبْدِ اللهِ الصَّيْمَرِيُّ: لَمْ يَقْبَلِ الْعَهْدَ بِالْقَضَاءِ فَضُرِبَ وَحُبِسَ وَمَاتَ فِي السِّجْنِ.

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ: قِيلَ لِمَالِكٍ: هَلْ رَأَيْتَ أَبَا حَنِيفَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ رَأَيْتُ رَجُلا لَوْ كَلَّمَكَ فِي هَذِهِ السَّارِيَةِ أَنْ يَجْعَلَهَا ذَهَبًا لقام بحجته.

وَقَالَ حِبَّانُ بْنُ مُوسَى: سُئِلَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: أَمَالِكٌ أَفْقَهُ أَمْ أَبُو حَنِيفَةَ؟ قَالَ: أَبُو حَنِيفَةَ.

وَقَالَ الْخُرَيْبِيُّ: مَا يَقَعُ فِي أَبِي حَنِيفَةَ إِلا حَاسِدٌ أَوْ جَاهِلٌ.

وَقَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ: لا نَكْذِبُ اللهَ، مَا سَمِعْنَا أَحْسَنَ مِنْ رَأْيِ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَدْ أَخَذْنَا بِأَكْثَرِ أَقْوَالِهِ.

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ: لَوْ وُزِنَ عِلْمُ أَبِي حَنِيفَةَ بِعِلْمِ أَهْلِ زَمَانِهِ لَرَجَحَ عَلَيْهِمْ.

وَقَالَ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ: كَلامُ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفِقْهِ أَدَقُّ مِنَ الشِّعْرِ لا يَعِيبُهُ إِلا جَاهِلٌ.

وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: شَيْئَانِ مَا ظَنَنْتُهُمَا يُجَاوِزَانِ قَنْطَرَةَ الْكُوفَةِ: قِرَاءَةُ حَمْزَةَ، وَفِقْهُ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَدْ بَلَغَا الآفَاقَ.

وَعَنِ الأَعْمَشِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَقَالَ: إِنَّمَا يُحْسِنُ هَذَا النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ الْخَزَّازُ، وَأَظُنُّهُ بُورِكَ لَهُ فِي عِلْمِهِ.

وَقَالَ جَرِيرٌ: قَالَ لِي مُغِيرَةُ: جَالِسْ أَبَا حَنِيفَةَ تَفْقَهْ، فَإِنَّ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيَّ لَوْ كَانَ حَيًّا لَجَالَسَهُ.

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ عَاصِمٍ يَقُولُ: لَوْ وُزِنَ عَقْلُ أَبِي حَنِيفَةَ بِعَقْلِ نِصْفِ النَّاسِ لَرَجَحَ بِهِمْ.

قُلْتُ: وَأَخْبَارُ أَبِي حَنِيفَةَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- وَمَنَاقِبُهُ لا يَحْتَمِلُهَا هَذَا التَّارِيخُ فَإِنِّي قَدْ أفردت أخباره في جزأين.

وَقِيلَ: إِنَّ الْمَنْصُورَ سَقَاهُ السُّمَّ لقيامه مَعَ إِبْرَاهِيمَ، فَعَلَى هَذَا يَكُونُ قَدْ حَصَلَ الشَّهَادَةَ وَفَازَ بِالسَّعَادَةِ.

قَالَ أَبُو يُوسُفَ الْقَاضِي: كَانَتْ وفاته في نصف شَوَّالٍ سَنَةَ خَمْسِينَ وَمِائَةٍ.

وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ، وَأَبُو حَسَّانٍ الزِّيَادِيُّ، وَيَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ: مَاتَ فِي رَجَبٍ سَنَةَ خَمْسِينَ، وَيُقَالُ: مَاتَ فِي شَعْبَانَ.

وَحَدِيثُهُ يَقَعُ عَالِيًا لابْنِ طَبَرْزَدَ.

الکاشف کے الفاظ:

النعمان بن ثابت بن زوطا الامام أبو حنيفة فقيه العراق مولى بني تيم الله بن ثعلبة رأى أنسا وسمع عطاء ونافعا وعكرمة وعنه أبو يوسف ومحمد وأبو نعيم والمقرئ أفردت سيرته في مؤلف عاش سبعين عاما مات في رجب 150 ت س۔

یہ ہم نے '**تذھیب تھذیب الکمال**'، '**تذکرۃ الحفاظ**'، '**سیر اعلام النبلاء**'، '**تاریخ الإسلام**'، '**الکاشف**' وغیرہ کے تمام الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔ اہل حدیث حضرات اس میں سے کوئی حرف تضعیف بتائے۔ ورنہ تسلیم کریں کہ امام ذہبیؒ امام ابو حنیفہؒ کی توثیق اور ثناء کے ہی قائل ہیں۔

نیز ذہبیؒ نے '**تذھیب تھذیب الکمال**' میں امام صاحبؒ کے ترجمہ کے آخر میں فرمایا "**قد احسن شیخنا ابو الحجاج حیث لم یورد شیئا یلزم منه التضعیف**" یعنی ہمارے شیخ الحافظ ابو الحجاج المزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے بہت اچھا کیا ہے جو ایسی کسی قسم کی بات نہیں لائے جس سے امام صاحب کی کوئی تضعیف لازم آتی ہو۔ (**ج۹: ص۲۲۵**)[18]

اسکین:

تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للإمام الحافظ
شيخ الإسلام محجة المحدثين وإمام المؤرخين
شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قيماز
الشهير بـ "الذهبي"
(٦٧٣-٧٤٨ هـ)

تحقيق
مسعد كامل — أيمن سلامة
مجدي السيد أمين

المجلد التاسع

الناشر
الفاروق الحديثة للطباعة والنشر

خمسين ومائة ، ومن قال: سنة إحدى وخمسين أو سنة ثلاث فقد وهم .

وعن الحسن بن يوسف قال : صُلي على أبي [٤/ ق ٩٠ -١] حنيفة ست مرات من كثرة الزحام ، روى له الترمذي في « العلل » قوله : ما رأيت أفضل من عطاء .

قلت : قد أحسن شيخنا أبو الحجاج حيث لم يورد شيئًا يلزم منه التضعيف .

٧١٩٥ ـ خت م ٤ : النُّعْمان (١) بن راشد الجزري الرقي مولى بني أمية أبو إسحاق .

عن : ميمون بن مهران ، وعبد الملك بن أبي محذورة ، والزهري ، وجماعة .

وعنه : ابن جريج ـ وهو من أقرانه ـ وجرير بن حازم ، وحماد بن زيد (٢) ووهيب .

ضعفه يحيى القطان ، وقال أحمد : روى أحاديث مناكير . وقال ابن معين : (ليس بشيء) (٣) .

وقال البخاري : صدوق ، في حديثه وهم كثير . وقال النسائي : ضعيف كثير الغلط . وأما ابن حبان فذكره في الثقات ، وقد احتج به مسلم .

٧١٩٦ ـ م ٤ : النَّعْمان (٤) بن سالم الطائفي .

(١) التهذيب (٢٩ / ٤٤٥ـ ٤٤٨) .
(٢) زاد في « خ » : وعبد الملك بن أبي محذورة . وقد تقدم أنه من شيوخه . ولم يذكر في « الأصل ، هـ » والتهذيب أن عبد الملك روى عن النعمان .
(٣) في « هـ » : لا بأس به .
(٤) التهذيب (٢٩ / ٤٤٨ ـ ٤٥٠) .

٢٢٥

---

[18] یاد رہے کہ امام ذہبیؒ نے مناقب کو (م ۷۱۴ھ) سے پہلے تحریر فرمادیا تھا۔ جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی۔ جبکہ تذہیب تہذیب الکمال کو آپؒ نے (م ۷۱۶ھ) میں مکمل کیا۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام ذہبیؒ کا مناقب والا **قول منسوخ** ہے۔ اور آپؒ کے **ناسخ قول** کے مطابق امام اعظم ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث میں ثقہ ہیں۔

کیا اس کا مطلب یہ تھوڑی ہو گا کہ اچھا کیا جو حق کو چھپا لیا اور تضعیف ذکر نہیں کی ؟ اس سے صاف، ستری عبارت اور کون سی ہو سکتی جس سے ذہبیؒ کے نزدیک امام صاحبؒ کی توثیق ثابت ہوتی ہو۔

میزان الاعتدال کی عبارت اور امام صاحبؒ کا ترجمہ :

میزان میں امام ابو حنیفہؒ کے ترجمے کے اضافہ کے جواب میں محدث عبد الفتاح ابو غدۃؒ نے بڑی طویل، عمدہ اور علمی بحث فرمائی ہیں۔ ان کی عبارات کا **خلاصہ** ملاحظہ فرمائیں :

(شیخ) عبد الفتاح (رحمہ اللہ) کہتے ہیں:

هذا على ما في بعض النسخ، فإنه توجد فيه في حرف النون ترجمة الامام ابی حنيفة، وتوجد فيه هذه اللفظة، وفي بعض النسخ لا أثر لترجمته في الميزان، ويؤيده قول العراقي رحمه الله: إنه لم يذكر الذهبي رحمه الله أحداً من الائمة المتبوعين، منه رحمه الله۔

یہ عبارت میزان الاعتدال کے اس نسخہ کے مطابق ہے، جس میں حرف نون کے تحت امام ابو حنیفہؒ کے حالات بیان کئے گئے ہیں ، اور اس میں یہ عبارت بھی درج ہے، جبکہ میزان کے دوسرے نسخہ میں سرے سے امام صاحبؒ کا تذکرہ ہی موجود نہیں۔

اور امام عراقیؒ کے قول : "یقیناً امام ذہبیؒ نے (میزان الاعتدال میں) ائمہ متبوعین میں سے کسی کا تذکرہ نہیں کیا" سے، (میزان کے) اُس (نسخہ کے درست ہونے) کی تائید ہوتی ہے (جس میں امام صاحبؒ کا ترجمہ نہیں ہے)۔

قال عبد الفتاح:

وقد أوسع المؤلف اللكنوی القول جداً في التدليل على دس ترجمة أبي حنيفة في بعض نسخ الميزان في كتابه 'غيث الغمام على حواشي إمام الكلام': (ص ۱۴۶)، وذكر وجوها كثيرة في تعزيز نفيها عن 'الميزان'، أقتصر على نقل الوجه الأول منها، وأحيل القارىء إلى ما عداه لطوله۔

(شیخ) عبد الفتاح (رحمہ اللہ) کہتے ہیں:

میزان کے بعض نسخوں میں کتر بیونت کرتے ہوئے، امام ابو حنیفہؒ کے حالات بڑھائے جانے پر، اس کتاب کے مؤلف، (علامہ) لکھنویؒ نے، اپنی (دوسری) کتاب '**غیث الغمام علی حواشی إمام الکلام**' میں بہت تفصیل سے، مدلل گفتگو کی ہے۔ اور

میزان الاعتدال (کی اصل کتاب) میں آپؒ کا ذکر نہ ہونے پر بہت سے دلائل دیئے ہیں، تفصیل بڑی طویل ہے، اس لئے یہاں صرف ایک دلیل کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں، باقی کیلئے اصل کتاب (غیث الغمام) کی طرف رجوع کیا جائے۔

قال علیہ الرحمۃ: ''إن هذه العبارة ليست لها أثر في بعض النسخ المعتبرة على ما رأيته بعيني۔ ويؤيده:

قول العراقي في 'شرح ألفيته': (۳: ۲۶۰): ''لكنه أي ابن عدي ذكر في كتاب 'الكامل' كل من تكلم فيه وإن كان ثقة، وتبعه على ذلك الذهبي في 'الميزان'، إلا أنه لم يذكر أحداً من الصحابة والأئمة المتبوعين۔'' انتهى۔

وقول السخاوي في 'شرح الالفية' (ص۴۷۷) مع أنه أي الذهبي تبع ابن عدي في إيراد كل من تكلم فيه ولو كان ثقة، لكنه التزم أن لا يذكر أحدا من الصحابة و لا الأيمة المتبوعين۔

وقول السيوطي في 'تدريب الراوي شرح تقريب النواوي' (ص ۵۱۹): إلا أنه أي الذهبي لم يذكر أحداً من الصحابة و لا الأيمة المتبوعين۔ انتهیٰ

فهذه العبارات من هؤلاء الثقات الذين قد مرت أنظارهم على نسخ 'الميزان' الصحيحة مرات: تنادي بأعلىٰ النداء على أنه ليس في حرف النون من 'الميزان' أثر لترجمة أبي حنيفة النعمان، فلعلها من زيادات بعض الناسخين والناقلين في بعض نسخ 'الميزان'۔

علامہ لکھنویؒ (م ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

''بعض معتبر نسخوں میں، جیسا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اس عبارت کا نام ونشان تک نہیں اور اس (عبارت کے نہ ہونے) کی تائید درج ذیل (عبارتوں) سے بھی ہوتی ہے: حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ)، 'الفیۃ' کی شرح میں (جلد ۳: صفحہ ۲۶۰ پر) فرماتے ہیں:

لیکن انہوں نے یعنی ابن عدیؒ نے (اپنی کتاب) 'الکامل' میں، ہر اس (راوی حدیث) کا ذکر کیا ہے، جس پر جرح کی گئی ہے، اگرچہ وہ ثقہ ہو، اور **امام ذہبیؒ نے بھی 'میزان' میں انہیں کا طرز اپنایا ہے، البتہ انہوں نے صحابہ کرام اور ائمہ متبوعین کا تذکرہ نہیں کیا۔**

حافظ سخاویؒ **(م ۹۰۲ھ)**، بھی الفیۃ (العراقی) کی شرح میں **(ص: ۴۷۷ پر)** فرماتے ہیں:

"اگرچہ ذہبیؒ نے (بھی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں) امام ابن عدیؒ کا ہی طرز اختیار کیا ہے کہ 'ہر متکلم فیہ راوی کو ذکر کریں گے، چاہے (حقیقت میں) وہ ثقہ ہو، لیکن انہوں نے **اس بات کا التزام کیا ہے کہ وہ کسی صحابی کا نہ ہی ائمہ متبوعین میں سے کسی امام کا، تذکرہ کریں گے۔**"

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) (اپنی کتاب) 'تدریب الراوی شرح تقریب النواوی' میں **(صفحہ ۵۱۹ پر)** فرماتے ہیں:

"مگر ذہبیؒ نے، نہ صحابہ کرام میں سے کسی کا تذکرہ کیا ہے، نہ ہی ائمہ متبوعین کا"۔ پس، یہ معتبر علماء، جن کی نظروں سے میزان کی صحیح نسخے متعدد مرتبہ گذرے ہیں، ان کی عبارتیں ببانگِ دہل کہہ رہی ہیں کہ میزان میں حرف النون کے ذیل میں امام ابو حنیفہؒ کے تذکرہ کا کوئی وجود ہی نہیں، یہ یقیناً، میزان کے کسی ناقل کی کرم فرمائی ہے۔"

قال عبد الفتاح: بل قد صرح الذهبی فی مقدمة 'المیزان' فقال (۱: ۳):

"وکذا لا أذکر فی کتابی من الأئمة المتبوعین فی الفروع أحداً، لجلالتهم فی الاسلام، وعظمتهم فی النفوس، مثل أبی حنیفة والشافعی والبخاری، فإن ذکرت أحداً منهم فأذکره علی الانصاف، ومایضره ذلک عند الله ولا عند الناس"۔ انتهیٰ

وجاءت فی المطبوعة من 'المیزان' ترجمة أبی حنیفة: (۳: ۲۳۷) فی سطرین، لیس فیها دفاع عن أبی حنیفة إطلاقاً، وإنما تحط علی جرحه وتضعیفه، وکلام الذهبی فی المقدمة ینفی وجودها علی تلک الصفة، لأنها تحمل القدح لا الانصاف۔

(شیخ) عبد الفتاحؒ کہتے ہیں:

بلکہ خود امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں صراحتاً کہا ہے: **"اسی طرح، میں اپنی (اس) کتاب میں، ان ائمہ میں سے، جن کی فروعات میں اتباع کی جاتی ہے، کسی کا تذکرہ نہیں کروں گا، چونکہ اسلام میں ان کا بڑا مقام ہے، اور لوگوں کے دلوں میں انکی عظمت راسخ ہو چکی ہے، جیسے کہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام بخاری، اور اگر کسی کا ذکر کیا بھی تو انصاف کے ساتھ کروں گا، اور یہ (جرح) عند اللہ وعند الناس، انکے (مرتبہ) لئے مضر نہیں ہے"۔ اھ**

جبکہ میزان کے مطبوعہ نسخہ میں امام ابو حنیفہؒ کا ترجمہ، صرف دو سطروں میں ہے، جس میں امام صاحب کے دفاع کی بجائے صرف جرح اور تضعیف ہی ہے، حالانکہ مقدمہ میں امام ذہبیؒ کا کلام، **اس انداز میں امام ابو حنیفہؒ کے تذکرہ کے منافی ہے، کیونکہ وہ صرف جرح پر مشتمل ہے، انصاف پر نہیں۔**

قال عبد الفتاح: والطبعة الهندية من 'الميزان' المطبوعة في مدينة لكنو سنة ١٣٠١ بالمطبع المعروف بأنوار محمدي، لم تذكر فيها ترجمة للامام ابي حنيفة في أصل الكتاب وإنما ذكر على الحاشية كلمات في سطرين، قال مثبتها: "لما لم تكن هذه في نسخة، وكانت في أخرىٰ أوردتها على الحاشية" انتهیٰ۔ فلما طبع الكتاب بمصر سنة ١٣٢٥، طبعت تلك الكلمات التي على الحاشية في صلب الكتاب، دون تنبيه!

(شیخ) عبد الفتاحؒ کہتے ہیں:

ہندوستان میں، شہر لکھنؤ کے، مطبع انوار محمدی سے، ۱۳۰۱ھ میں چھپی میزان کے، متن میں تو امام صاحبؒ کا ترجمہ موجود نہیں، البتہ حاشیہ میں دوسطروں میں کچھ کلمات ہیں، جن کے لکھنے والے نے یہ نوٹ بھی تحریر کیا ہے کہ: "چونکہ یہ عبارت کسی نسخہ میں ہے، اور کسی میں نہیں، اس لئے میں نے اسے حاشیہ میں بڑھادیا"۔ اھ

مگر جب کتاب مصر سے ۱۳۲۵ھ میں چھپی، تو وہ کلمات، جو حاشیہ میں تھے، کتاب کے متن میں، بغیر کسی نوٹ کے، بڑھادیئے گئے۔

قال عبد الفتاح: وقد رجعت إلى المجلد الثالث من 'ميزان الاعتدال' المحفوظ في ظاهرية دمشق تحت الرقم (٨٦٣ حديث)، وهو جزء نفيس جداً، يبتدىء بحرف الميم، وينتهي بآخر الكتاب، كله بخط العلامة الحافظ شرف الدين عبد الله بن محمد الواني الدمشقي، المتوفیٰ سنة ٧٤٩، تلميذ الذهبي رحمهما الله تعالیٰ، وقد قرأه عليه ثلاث مرات مع المقابلة بأصل الذهبي، كما صرح بذلك في ظهر الورقة ١٠٩، وظهر الورقة ١٥٩، وفي غير موطن منه تصريحات كثيرة له بالقرأة والمقابلة أيضاً، فلم أجد فيه ترجمة للامام أبي حنيفة النعمان في حرف النون ولا في الكنیٰ۔

(پہلا نسخہ) دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں، میں نے میزان الاعتدال کا ایک بہت ہی نفیس نسخہ دیکھا۔ جو حرف میم سے کتاب کے اخیر تک تھا۔

(یہ نسخہ) مؤلف کتاب امام ذہبیؒ کے تلمیذ حافظ عبد اللہ الوانی الدمشقی کے ہاتھوں لکھا ہوا، اور امام ذہبیؒ کے (ہاتھوں لکھے ہوئے) اصل نسخہ سے ملانے کے ساتھ ساتھ، خود مؤلف کے سامنے تین مرتبہ پڑھا بھی گیا تھا، متعدد جگہ اس کی تصریح موجود ہے۔ مگر اس میں بھی مجھے امام ابو حنیفہ کا ترجمہ نظر نہیں آیا، نہ اسماء میں نہ کنیٰ میں ۔

قال عبد الفتاح: وكذلك لم أجد له ترجمة في النسخة المحفوظة في المكتبة الاحمدية بحلب تحت الرقم ٣٣٧، وهي نسخة جيدة كتبت سنة ١١٦٠ بخط علي بن محمد الشهير بابن مشمشان، في

مجلد واحد کبیر۔ وقد کتبھا عن نسخۃ کتبت سنۃ ۷۷۷، یوجد بخط الشیخ ابن مشمشان ھذا فی المکتبۃ الاحمدیۃ بحلب، الجزء الاول والثالث والرابع والخامس من کتاب 'نصب الرایہ' للحافظ الزیلعی، وذلک مما یدل علی أنہ من أھل العلم المشتغلین بالحدیث، وھو علی بن محمد بن الشیخ کامل ، الشھیر بابن مشمشان۔

(دوسرا نسخہ) اسی طرح آپ کے حالات کا تذکرہ مجھے اس نسخہ میں بھی نہیں ملا، جو حلب کے مکتبہ الاحمدیہ میں محفوظ ہے۔ جس کے لکھنے والے علی بن محمد بن شیخ کامل المعروف بابن مشمشـــــان ہیں۔ یہ نسخہ (۱۶۰ھ) میں لکھا گیا، ایک ایسے نسخہ کے مطابق، جو (۷۷۷ھ) میں لکھا گیا تھا۔ ابـن مشمشـانؒ کے ہاتھوں لکھی ہوئی، نصب الرایہ للزیلعی کی بھی چند جلدیں، مکتبہ احمدیہ میں موجود ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم حدیث سے اشتغال رکھنے والے علماء میں سے تھے۔

قال عبد الفتاح: وقد سنحت لی فی أوائل رمضان المبارک من سنۃ ۱۳۸۲ زیارۃ 'المغرب' فزرت مدینۃ الرباط، ورأیت فی (الخزانۃ العامۃ) فیھا نسخۃ من 'میزان الاعتدال' فی مجلد واحد، رقمھا (۱۲۹ ق) ناقصۃ یبتدئ القسم الموجود منھا من أوائل ترجمۃ (عثمان بن مقسم البری) وھو یوافق أواخر الصفحۃ ۱۹۰ من الجزء الثانی المطبوع بمصر سنہ ۱۳۲۵ وینتھی بآخر الکتاب، وفی حواشی ھذہ النسخۃ کتبت إلحاقات کثیرۃ جدا فی کل صفحۃ، حتی فی بعض الصفحات أخذت الالحاقات الحواشی الثلاث وتارۃ الحواشی الاربع الصفحۃ، وھی بخط واحد دون الحواشی الملحقۃ علی جوانب الصفحات والاوراق المدرجۃ فیھا، وقد کتب علی الورقۃ الأخیرۃ من أصل النسخۃ قراءات کثیرۃ وتواریخ لھا ولنسخھا، فکان من ذلک أن النسخۃ قرئت علی مؤلفھا اکثر من ست مرات، وھذا نص ما کتب فی حواشی الورقۃ الاخیرۃ بحسب تواریخہ لا بحسب ترتیب کتابتھا:

۱۔ أنھاہ کتابۃ ومعارضۃ داعیا لمؤلفہ عبد اللّٰہ المقریزی فی سنۃ تسع وعشرین وسبعمائۃ۔

۲۔ أنھاہ کتابۃ ومعارضۃ ابو بکر بن السرّاج داعیا لمؤلفہ فی سنۃ ثلاث وثلاثین وسبعمائۃ۔

۳۔ فرغہ نسخاً مرۃ ثانیۃ داعیا لمؤلفہ ابو بکر بن السرّاج عفا اللّٰہ عنہ فی سنۃ تسع وثلاثین وسبعمائۃ۔

۴۔ قرأت جمیع ھذا 'المیزان' وھو سفران علی جامعہ سیدنا شیخ الاسلام۔۔۔۔ الذھبی أبقاہ اللّٰہ تعالی فی مجالس آخرھا یوم السبت ثانی عشر شھر رمضان سنۃ ثلاث وأربعین وسبعمائۃ بالمدرسۃ الصدریۃ بدمشق وکتب سعید بن عبد الدھلی عفا اللّٰہ عنہ۔

۵۔ قرأت جمیع ھذا الکتاب علی جامعہ شیخنا شیخ الاسلام۔۔۔ الذھبی فسح اللّٰہ فی مدتہ فی مجالس آخرھا یوم الجمعۃ ثانی عشر رجب الفرد سنۃ خمس وأربعین وسبعمائۃ بمنزلہ فی الصدریۃ،

رحم الله واقفها بدمشق المحروسة، وكتبه علي بن عبد المؤمن بن علي الشافعي البعلبكي حامداً لله ومصليا على النبي وآله ومسلماً۔

۶۔ **فرغه نسخاً لنفسه داعيا لمؤلفه احمد بن عمر بن علي القوصي (؟) في العشر الآخر من ربيع الآخر سنة ست وأربعين وسبعمائة۔**

۷۔ **فرغه ابو القاسم بن الفارقي عفا الله عنه داعياً لمؤلفه۔**

۸۔ **قرأت جميع كتاب 'ميزان الاعتدال في نقد الرجال' وما على الهوامش من التخاريج والحواشي والملحقات بحسب التحرير والطاقة والتؤدة على مصنفه شيخنا الامام العلامة الذهبي فسح الله في مدته في مواعيد طويلة كثيرة، وافق آخرها يوم الاربعاء العشرين من شهر رمضان المعظم في سنة سبع وأربعين وسبعمائة في الصدرية بدمشق، وأجاز جميع مايرويه، وكتب محمد (بن علي الحنفي؟) بن عبد الله---،**

وقد كانت وفاة الذهبي رحمه الله تعالىٰ في ليلة الثالث من ذي القعدة سنة ۷۴۸ كما في الدرر الكامنة لابن حجر (۳۳۸:۳)

قلت قد رجعت أيضاً إلى هذه النسخة العظيمة النادرة المثال في عالم المخطوطات فلم أجد فيها ترجمة للإمام أبي حنيفة رضي الله عنه، وهذا مما يقطع معه المرء بأن الترجمة المذكورة في بعض نسخ 'الميزان' ليست من قلم الذهبي، وإنما هي دخيلة على الكتاب بيد بعض الحانقين على الامام أبي حنيفة، وذلك أنها جاءت في سطرين لا تليق بمقام الامام الاعظم، ولا تحاكي تراجم الائمة الذين ذكرهم الذهبي لدفع الطعن عنهم، وهم دون أبي حنيفة إمامة ومنزلة، فقد أطال النفس في تراجمهم طويلاً وجلى مكانتهم وإمامتهم أفضل تجلية۔

(تیسرا نسخہ) (م ۱۳۸۲ھ) میں، مجھے (افریقی ملک) 'مغرب' جانے کا موقعہ ملا، جہاں میں نے رباط شہر کے، الخزانۃ العامۃ (نامی) مکتبہ کی زیارت کی، اور میزان کا ایک نسخہ دیکھا، جو 'عثمان البری کے ترجمہ سے کتاب کے اخیر تک تھا۔ جس کے حاشیوں میں بہت کچھ اضافہ کیا گیا تھا، بلکہ بعض جگہ مزید صفحات لگا کر ان پر لکھا گیا تھا، اور اخیر صفحہ پر، اس کے لکھنے، اور مؤلف کے سامنے متعدد مرتبہ پڑھے جانے کی تاریخیں درج تھیں، جن سے معلوم ہوتا ہے یہ نسخہ مؤلف کے سامنے چھ سے زیادہ مرتبہ پڑھا گیا ہے۔

۱) **(م ۷۲۹ھ)** کو عبد اللہ بن المقریزیؒ نے اس کی کتابت اور معارضہ (پیش کرنا، چیک کرنا) سے فارغ ہوئے۔ اس کے مصنف کے لیے دعا گو ہو کر۔

۲) **(م۷۳۳ھ)** کو ابو بکر بن السراجؒ فارغ ہوئے کتابت و معارضہ سے یعنی اپنے لیے اس سے نسخہ لکھنے اور پھر دوبارہ اس پر پیش کر کے چیک کرنے یا بالفاظ دیگر نظر ثانی کرنے سے فارغ ہوئے۔

۳) **(م۷۳۹ھ)** کو ابو بکر بن السراجؒ دوبارہ اس سے ایک نسخہ لکھنے اور چیک کرنے سے فارغ ہوئے۔

۴) **(م۷۴۳ھ)** کو میں نے یہ میزان پوری کی پوری ہمارے شیخ۔ شیخ الاسلام امام ذہبی پر کئی مجالس میں پڑھی جس کی آخری مجلس ۱۲ ار مضان بروز ہفتہ **م۷۴۳ھ** کو ان کے مکان پر اختتام پذیر ہوا اس کو سعید بن عبد اللہ الذھلیؒ نے لکھا

۵) **(م۷۴۵ھ)** کو علی بن عبد المؤمن بن علی الشافعيؒ نے اس پوری کتاب کو مصنف امام ذہبی پر پڑھا جس کی آخری مجلس بروز جمعہ 12 رجب **م۷۴۵ھ** ہے

۶) **(م۷۴۶ھ)** احمد بن عمر بن علی القوصیؒ نے اس سے اپنے لیے نسخہ لکھا اور اس سے فراغت **م۷۴۶ھ** کو ہوئی ربیع الثانی کے آخری عشرے میں ہوئی۔

۷) **(م۷۴۷ھ)** کو محمد بن علی بن عبد اللہ الحنفیؒ نے اس کا پورا نسخہ مع الحواشي وملحقات کے مصنف پر پڑھا۔ آخری مجلس بروز بدھ 20 رمضان **م۷۴۷ھ** ہے۔ جبکہ امام ذہبی کی وفات **(م۷۴۸ھ)** کی ہے۔

جن میں سے اخیری مرتبہ مؤلف کی وفات **(۳ر ذی القعدة ۷۴۸ھ)** سے ایک سال پہلے **(بدھ، ۲۰ر رمضان المعظم ۷۴۷ھ)** کو پڑھا گیا ہے۔ میں نے اس عظیم اور نادر المثال نسخہ کی بھی مراجعت کی، لیکن **اس عظیم نسخے میں بھی امام ابو حنیفہؒ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔**

اس سے اتنی بات تو یقینی ہو جاتی ہے کہ میزان کے بعض نسخوں میں جو امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ ہے، وہ امام ذہبیؒ کے قلم سے نہیں، بلکہ امام صاحبؒ کے کسی مخالف کا بڑھایا ہوا ہے۔ نیز، آپؒ کا تذکرہ بھی صرف دو سطروں میں کیا گیا ہے، جو نہ آپکے مقام کے لائق ہے، اور نہ ان ائمہ کے تذکرہ سے میل کھاتا ہے، جن کا دفاع کرنے کیلئے امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ان کا تذکرہ کیا ہے، اور طویل بحثوں کے ذریعہ ان کا بھرپور دفاع کیا ہے، جبکہ وہ ائمہ مرتبہ میں امام ابو حنیفہؒ سے کم ہیں۔

وكتاب 'ميزان' هذا مرتع واسع لالحاق تراجم فيه للنيل من أصحابها، وقد امتد اليه قلم غير الذهبي في مواطن، فيجب طبعه عن أصلي مقروء على المؤلف كالجزء المحفوظ بظاهرية دمشق، وهو يبتدئ بحرف الميم، وينتهي بآخر الكتاب، وكالقسم الموجود في خزانة الرباط۔

کسی عالم کو مجروح کرنے کے لئے، میزان الاعتدال کتاب، بڑی بہترین جگہ ہے، بس ان کا تذکرہ، اس کتاب میں بڑھادیا جائے، (یہی وجہ ہے کہ) امام ذہبیؒ کے علاوہ بھی بہت سے لوگوں کا قلم اس کتاب میں چلا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ کتاب، مؤلف کے سامنے پڑھے گئے اصل نسخوں کے مطابق طبع کی جائے، جیسے کہ مکتبہ ظاہریہ کا نسخہ، الخزانۃ العامۃ کا نسخہ، وغیرہ۔

وإنما أطلت في هذه التعليقة كثيراً: تنزيها لمقام الامام أبي حنيفة، وتبرئة لساحة الحافظ الذهبي عليه السلام، وتعريفاً بالمخطوطات الموثوقة من 'ميزان الاعتدال' ليصار إلى طبعه عنها ممن يوفقه الله تعالىٰ۔

میں نے یہ طویل حاشیہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ذہبیؒ کی جانب منسوب کی جانے والی غلط باتوں سے ان کے دامن کو بچانے کے لئے، اور میزان کے معتبر نسخوں کی نشاندہی کے لئے لگایا ہے، تاکہ ان کے مطابق اسے طبع کیا جائے۔

وبعد مدة من كتابتي هذه رأيت لصديقنا العلامة الشيخ محمد عبد الرشيد النعماني الهندي حفظه الله تعالىٰ كلمة حسنة في كتابه النافع 'ماتمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة' (ص ۴۷)، حقق فيها على نحو آخر دس ترجمة أبي حنيفة على الميزان '۔ فانظر۔

ان سطروں کے لکھنے کے ایک زمانہ بعد، میرے دوست شیخ محمد عبد الرشید النعمانی کی ایک اچھی تحریر، ان کی کتاب '**ماتمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجه**' میں دیکھی، جس میں انہوں نے، میزان میں امام ابو حنیفہؒ کے ترجمہ کی دسیسہ کاری کو الگ انداز سے ثابت کیا ہے، جو لائق دید ہے۔

وقد سبقه إلى ذلك العلامة المحقق البارع ظهير احسن النيموي تلميذ المؤلف اللكنوي، في كتابه 'التعليق الحسن على آثار السنن ۱ :۸۸۔

ان سے پہلے، علامہ لکھنویؒ کے شاگرد رشید محقق جلیل علامہ ظہیر احسن نیمویؒ نے (بھی اسے) التعلیق الحسن میں ذکر کیا ہے۔

ثم رأيت شيخنا العلامة الكبير مولانا ظفر احمد العثماني التهانوي رحمه الله تعالىٰ نقل في كتابه قواعد في علوم الحديث ص ۲۱۱ كلمة الحافظ الذهبي في مقدمة 'الميزان' (وقد نقلتها في سابق كلامي) ثم علق عليها بقوله:

'وبهذا يعلم أن ما وجد في بعض نسخ 'الميزان' من ذكر ابي حنيفة فيه وتضعيفه من جهة الحفظ فهو إلحاق، لأن المؤلف نص بلفظه على عدم ذكره فيه أحداً من الائمة المتبوعين في الفروع، كيف وقد ذكر الذهبي عليه السلام أبا حنيفة في الحفاظ في 'تذكرته' ونص في أول كتابه هذا بقوله: هذه تذكرة بأسماء معدلي

حملة العلم النبوي ومن يرجع إلىٰ اجتهادهم في التوثيق والتصحيح والتزييف ۔۔اھ۔فهذا يدل على أن أبا حنيفة عنده حافظ إمام مجتهد في الحديث، معدل حامل للعلم النبوي ’۔انتھیٰ

پھر علامہ ظفر احمد تھانویؒ کی عبارت نظر پڑی، انہوں امام ذھبیؒ کا کلام (جو پہلے ذکر کیا جاچکا ہے) میزان کے مقدمہ سے نقل کرنے کے بعد اس پر یہ تعلیق لگائی ہے کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ میزان کے بعض نسخوں میں جو امام صاحبؒ کا تذکرہ ہے اور آپ کے حافظہ پر کلام کیا گیا ہے، یہ کسی کا بڑھایا ہوا ہے، کیونکہ خود مصنف نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ وہ ائمہ متبوعین کا تذکرہ نہیں کریں گے، (نیز امام صاحب کا ترجمہ میزان میں ہو بھی کیسے سکتا ہے) جبکہ خود امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے، اور (تذکرۃ الحفاظ کے) شروع میں لکھا ہے کہ یہ ان علماء کے اسماء گرامی ہیں جو علم نبوی کے حاملین پر کلام کرنے والے ہیں، اور جرح وتعدیل کے باب میں جن طرف رجوع کیا جاتا ہے۔اھ

اس سے معلوم ہوا کہ امام ذہبیؒ کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ علم حدیث میں بھی امامت اور اجتھاد کے درجہ پر فائز تھے، نیز علم نبوی کے حاملین پر بھی جرح وتعدیل کے اعتبار سے کلام فرماتے تھے۔

ثم رأيت الامير الصنعاني في ’توضيح الافكار‘ ۲:۲۷۷ يقول: لم يترجم لأبي حنيفة في الميزان‘ انتهىٰ۔۔وقد سبقه إلىٰ هذا الحافظ السيوطي في تدريب الراوي ص ۵۱۹، في (النوع الحادي والستين)، فقال: ’الذهبي في الميزان لم يذكر احداً من الصحابة والائمة المتبوعين۔انتهىٰ

پھر میں نے دیکھا امیر صنعانیؒ نے بھی توضیح الافکار میں لکھا ہے کہ میزان میں امام ابو حنیفہ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔یہی بات آپ سے پہلے امام سیوطیؒ نے بھی کہی تھی۔

وکذلک لا وجود لترجمة أبي حنيفة في الميزان في نسخة الحافظ الضابط المتقن محدث حلب في عصره سبط ابن العجمي (إبراهيم بن محمد) وهو قد فرغ من نسخها سنة ۷۸۹، عن نسخة قوبلت وعليها خط المؤلف۔

(چوتھا نسخہ) اسی طرح بہت بڑے محدث، سبط ابن العجمیؒ کے نسخہ میں بھی امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ آپ نے یہ نسخہ ۷۸۹ھ میں لکھا تھا، ایسے نسخہ کو سامنے رکھ کر جو مؤلف کے نسخہ سے ملایا ہوا تھا، اور اس پر مؤلف کی تحریر بھی تھی۔

فصح الجزم بأنها مقحمة في بعض النسخ من الميزان بغير قلم مؤلفه الحافظ الذهبي علیہ الرحمہ وتتابعت الادلة السابقة الناطقة على أنها مدسوسة في الميزان۔

اس سے یہ یقین اور پختہ ہو گیا کہ امام صاحب کا ترجمہ، مؤلف کے قلم سے نہیں ہے، اور دلائل کے انبار صاف بتا رہے ہیں کہ میزان میں دسیسہ کاری کی گئی ہے۔

استطرادة حول تحديد سنة تأليف الذهبي لكتابه 'الميزان'۔

هذا، وتقدم فيما سبق من الحديث عن نصف نسخة المؤلف من الميزان التي بخطه، المحفوظة في (الخزانة العامة) بالرباط، أنها نسخ عنها نسخ كثيرة، منها بتاريخ سنة ۷۲۹، وآخرها بتاريخ سنة ۷۴۶، وأنها قرئت على المؤلف مرات كثيرة، وفرغ من قراءتها آخر مرة في ۲۰ من رمضان سنة ۷۴۷۔

تالیف میزان کی تاریخ: رباط شہر کے مخطوطہ پر گفتگو سے پتہ چلا کہ اس نسخہ کو سامنے رکھ کر کئی اور نسخے لکھے گئے ہیں، جن میں سے ایک (م۷۲۹ھ) میں اور اخیری (م۷۴۶ھ) میں لکھا گیا۔ اور یہ نسخہ مؤلف کے سامنے، ۲۰/ رمضان، (م۷۴۷ھ) کو آخری مرتبہ پڑھا گیا۔

وقد خلت تلك النسخة العظيمة النادرة النفيسة من تأريخ الحافظ الذهبي فيها الفراغه من تأليف الميزان۔ وجاء في آخر نسخة الحافظ سبط ابن العجمي محدث حلب في عصره، التي طبعت عنها طبعة عيسىٰ البابي الحلبي بالقاهرة سنة ۱۳۸۲، مايلي: بخط الحافظ علم الدين البرزالي، في آخر نسخة قابلها هو، عليها خط المؤلف، ما لفظه: قال مؤلفه: ألفته في أربعة أشهر إلا يومين، من سنة أربع وعشرين وسبع مئة، ثم مررت عليه غير مرة، وزدت حواشي، في أربع سنين۔ انتهىٰ

یہ عظیم، نادر اور نفیسہ نسخہ مؤلف کے زمانہ سے آج تک رکھا ہوا ہے، اور محدث حلب سبط ابن العجمی (کا نسخہ جو قاہرہ سے ۱۳۸۲ھ میں چھپا ہے، اس) کے اخیر میں مؤلف کی یہ عبارت درج ہے کہ: میں نے اسے چار ماہ میں دو دن کم میں لکھا ہے، ۷۲۴ھ میں، پھر چار سال تک اس پر نظر ثانی، اور حاشیوں کا اضافہ کرتا رہا۔

وجاء في الميزان في ترجمة (عبد الله بن محمد بن ابي القاسم البغوي) ۲: ۴۹۳، مايلي مات البغوي ليلة الفطر سنة ۳۱۷، فله منذ مات: أربع مئة وثماني سنين' انتهىٰ۔ وهذا التاريخ موافق للتاريخ المذكور في الفراغ من تأليف الكتاب بزيادة يسيرة۔

اسی طرح میزان میں عبد اللہ بن محمد بن ابی القاسم البغویؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی وفات (م۳۱۷ھ) میں عید کی رات کو ہوئی، جس کو ۴۰۸ سال گزر گئے۔ اس کے حساب سے (بھی) میزان کی تالیف کی تاریخ قریب قریب وہی بنتی ہے جو مؤلف نے ذکر کی ہے۔

وفات العلامة المحقق الدكتور بشار عواد معروف: الانتباه والتنبيه إلى هذا الجانب، في كتابه الجليل: 'الذهبي ومنهجه في كتابه تاريخ الاسلام' ص ۱۹۳، حين تحدث عن كتاب 'ميزان الاعتدال' ووقع منه أن اعتبر الموجود من نسخة المؤلف في خزانة الرباط: (نسخة)،

فقال: نسخة من الميزان بخط المؤلف، في الخزانة العامة بالرباط، برقم ۱۲۹ ق، تقع في ۲۵۰ ورقة، وفي آخر النسخة قراء تان۔ كذا۔ على المؤلف، الاولىٰ سنة ۷۴۳، والثانية سنة ۷۴۵، في حين أن الموجود في الخزانة المذكورة نصف نسخة المؤلف، وفي آخرها قراءات على المؤلف لا قراء تان۔

علامہ بشار عواد صاحب سے سہو ہو گیا کہ انہوں نے کہا کہ رباط کے مکتبہ میں مؤلف کا نسخہ (مکمل) موجود ہے، اور اسے دو مرتبہ مصنف کے سامنے پڑھا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ مکمل نہیں بلکہ آدھا نسخہ ہے، اور دو مرتبہ نہیں کئی مرتبہ مؤلف کے سامنے پڑھا گیا ہے۔ (عبد الفتاحؒ کی عبارت ختم ہوئی)۔ **(الرفع التكميل: ص ۱۲۱-۱۲۷)**

معلوم ہوا کہ میزان کے اصل نسخوں میں نہ امام صاحبؒ کا ترجمہ ہے اور نہ یہ ترجمہ حافظ ذہبیؒ کے شرائط کے مطابق ہے۔

نیز ہم دیکھتے ہیں کہ عملاً بھی امام ذہبیؒ اسی پر گامزن رہے کہ آپؒ امام صاحبؒ کو ثقہ و ثبت سمجھتے ہے۔ اس لئے آپؒ نے '**تذهيب تهذيب الكمال**'، '**تذكرة الحفاظ**'، '**سير اعلام النبلاء**'، '**تاريخ الإسلام**'، '**الكاشف**' وغیرہ اپنی مشاہیر کتابوں میں امام صاحبؒ کے خلاف میں کوئی حرف تضعیف کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ صرف آپؒ کی تعریف، ثقاہت، مناقب و فضائل ہی بیان کئے ہیں۔

اور پھر امام صاحبؒ کا تذکرہ میزان الاعتدال کے صحیح نسخوں میں بھی نہیں کیا۔ اور جس نسخے میں تذکرہ ملتا ہے ان میں سے کوئی بھی معتبر نسخہ نہیں چنانچہ مخالف ٹولے نے جو نسخہ دیا اس میں کہیں بھی اس نسخے کا "ڈائرکٹ" (Direct) مصنف کے نسخے سے لیا جانا مذکور نہیں۔

بعض لوگ علامہ ابن الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

"أنّ الذّهبي صنّف كتاب ((ميزان الاعتدال)) وشرط فيه أن يذكر كلّ من تكلّم عليه من أهل الرّواية للحديث بحقّ أو باطل, قال: ((لئلا يستدرك على كتابه)), فلم يذكر فيه زيد بن علي -رضي الله عنهما- مع أنّه من رجال الكتب السّتّة, على أنّه قلّ ما سلم أحد من ذكره في هذا الكتاب, حتّى إنّه ذكر سفيان الثّوري, وأويساً القرني, وجعفر الصّادق, ويحيى بن معين, وأبا حنيفة, وعليّ بن المديني۔۔۔"

حالانکہ علامہ ابن الوزیرؒ بہت بعد کے ہیں اور بعید نہیں کہ ان کو ایسا الحاقی ترجمے والا نسخہ ملا ہو جس میں امام صاحب کا تذکرہ ہو۔

پھر الروض الباسم کے محقق نے بھی اعتراف کر گیا ہے کہ میزان کے صحیح نسخوں میں امام صاحبؒ کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ محقق نے علامہ ابن الوزیرؒ کا رد کرتے ہوئے لکھا:

”ترجمته توجد في بعض نسخ ((الميزان)) المتأخرة, وليس هو في نسخة صحيحة من ((الميزان)) بخط الذهبي, مقروءة عليه سنة (م۷۴۵ھ), محفوظة في الخزانة العامة في الرباط, راجعتها بنفسي۔“

یعنی امام ابو حنیفہؒ کا ترجمہ میزان الاعتدال کے بعض متاخر نسخوں میں تو ملتا ہے لیکن میزان کے صحیح نسخے میں جو خود مصنف امام ذہبی کے خط سے ہے اور وہ ان پر (م۷۴۵ھ) میں پڑھی گئی اس میں موجود نہیں اور اس نسخے کو میں نے خود دیکھا ہے جو رباط میں ”الخزانة العامة“ میں محفوظ ہیں۔ **(الروض الباسم: ج۲: ص۳۸۱)**

اسکین:

الروض الباسم

في الذب عن سنة أبي القاسم ﷺ

(وعليه حواش لجماعة من العلماء منهم الأمير الصنعاني)

تصنيف

الإمام المجتهد محمد بن إبراهيم الوزير

(۷۷۵ - ۸۴۰)

رحمه الله

تقديم

فضيلة الشيخ العلامة

بكر بن عبد الله أبو زيد

إعتنى به

علي بن محمد العمران

دار عالم الفوائد

للنشر والتوزيع

قال: «لئلاَّ يُسْتَدرك على كتابه»[1]، فلم يذكر فيه زيد بن علي ـ رضي الله عنهما ـ مع أنَّه من رجال الكتب السِّتَّة، على أنَّه قلَّ ما سلم أحد من ذكره في هذا الكتاب، حتَّىٰ إنَّه ذكر سفيان الثَّوري، وأُويسًا القرني، وجَعْفر الصَّادق، ويحيى بن معين، وأباحنيفة[2]، وعليّ بن المديني، وأمثال هؤلاء الأئمة، وإنَّمَا ذكرهم لأنَّه قلَّما سلم أحد من الكلام بحقٍّ أو باطل، فحين لم يذكر زيد بن عليّ ـ رضي الله عنهما ـ دلَّ ذلك على جلالته، وأنَّ الذَّهبيّ على سَعَة اطلاعه لم يعلم فيه قدحًا أَلْبتَّةَ.

وأصرح من هذا أنَّ الذَّهبيَّ قال في كتابه «الكاشف»[3]: «إن زيدًا رضي الله عنه استشهد» بهذا اللَّفظ، وهذا نصٌّ منه في موضع النِّزاع، فإنَّ الباغي ليس بشهيدٍ إجماعًا.

الفصل الثاني: في بيان أنَّ منع الخروج على الظَّلمة استثنى من ذلك من فحش ظلمه، وعظمت المفسدة بولايته، مثل: يزيد بن معاوية، والحجَّاج بن يوسف، وأنَّه لم يقل أحدٌ منهم ممَّن يعتدُّ به بإمامة من هذه حاله، وإنْ ظنَّ ذلك من لم يبحث، لإيهام ظواهر عباراتهم في بعض المواضع، فقد نصُّوا على بيان مرادهم وخصُّوا عموم ألفاظهم، فممَّن ذكره الإمام الجويني فإنَّه قال في كتاب

(١) «الميزان»: (١/ ٢).

(٢) ترجمته توجد في بعض نسخ «الميزان» المتأخِّرة، وليس هو في نسخةٍ صحيحة من «الميزان» بخطِّ الذهبي، مقروءة عليه سنة (٧٤٥هـ)، محفوظة في الخزانة العامة في الرباط، راجعتها بنفسي.

(٣) (١/ ٣٤١).

٣٨١

نوٹ: الحمد للہ یہ رباط کے الخزانة العامة کا (م۷۴۵ھ) والا مخطوطہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں جس میں امام صاحبؒ کا ترجمہ نہیں ہے :

بسم الله الرحمن الرحيم
جامعة الدول العربية
معهد المخطوطات
قسم التصوير
البداية
المنظمة العربية للتربية والثقافة والعلوم
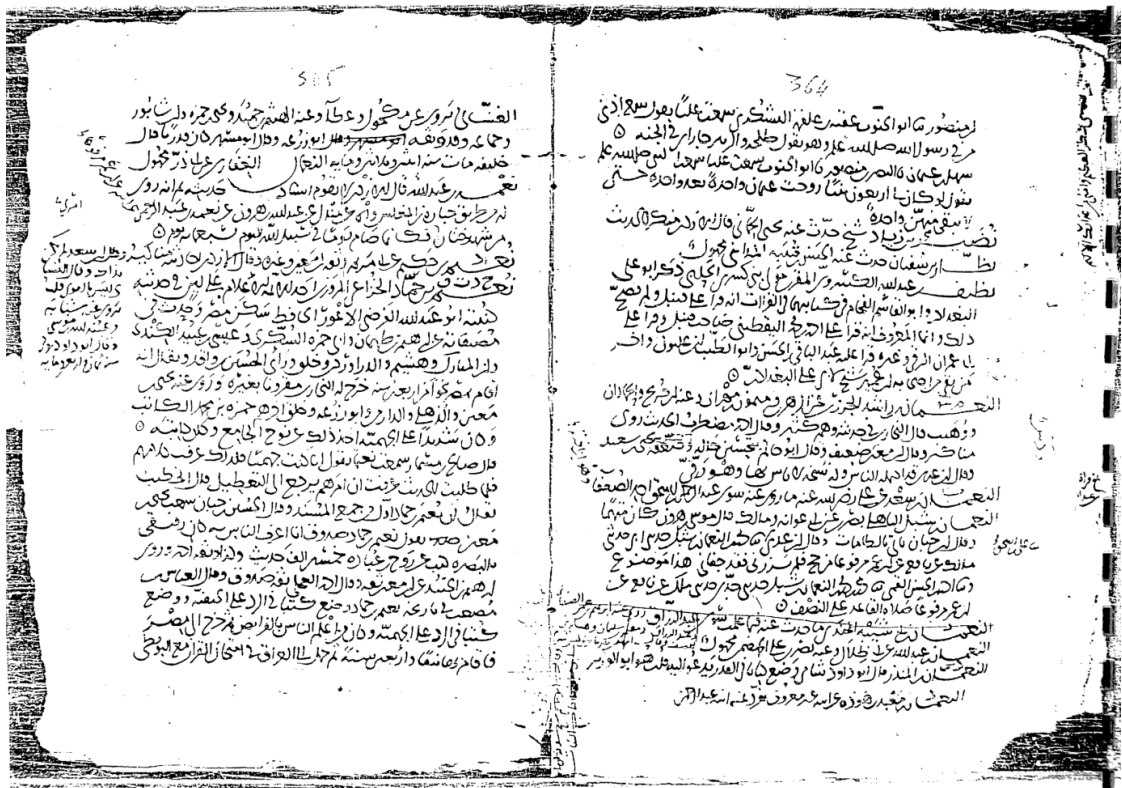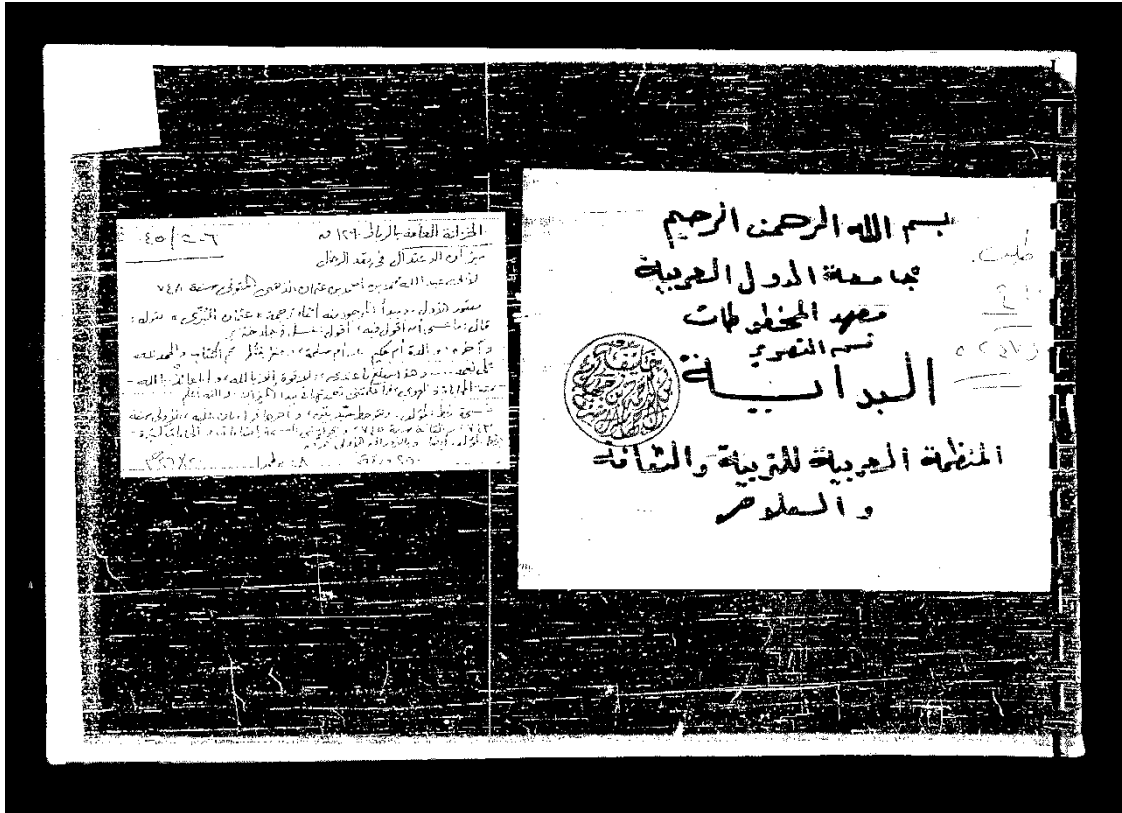
نوٹ:

یہ رباط کے **الخزانۃ العامۃ** والا نسخہ خود امام ذہبیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ **مکتبہ فیض اللہ اِفندی، مخطوطہ نمبر ۵۱۱** پر امام ذہبیؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی 'التلخیص' موجود ہے۔ جس کا **اسکین** آپ حضرات ملاحظہ فرمائے :
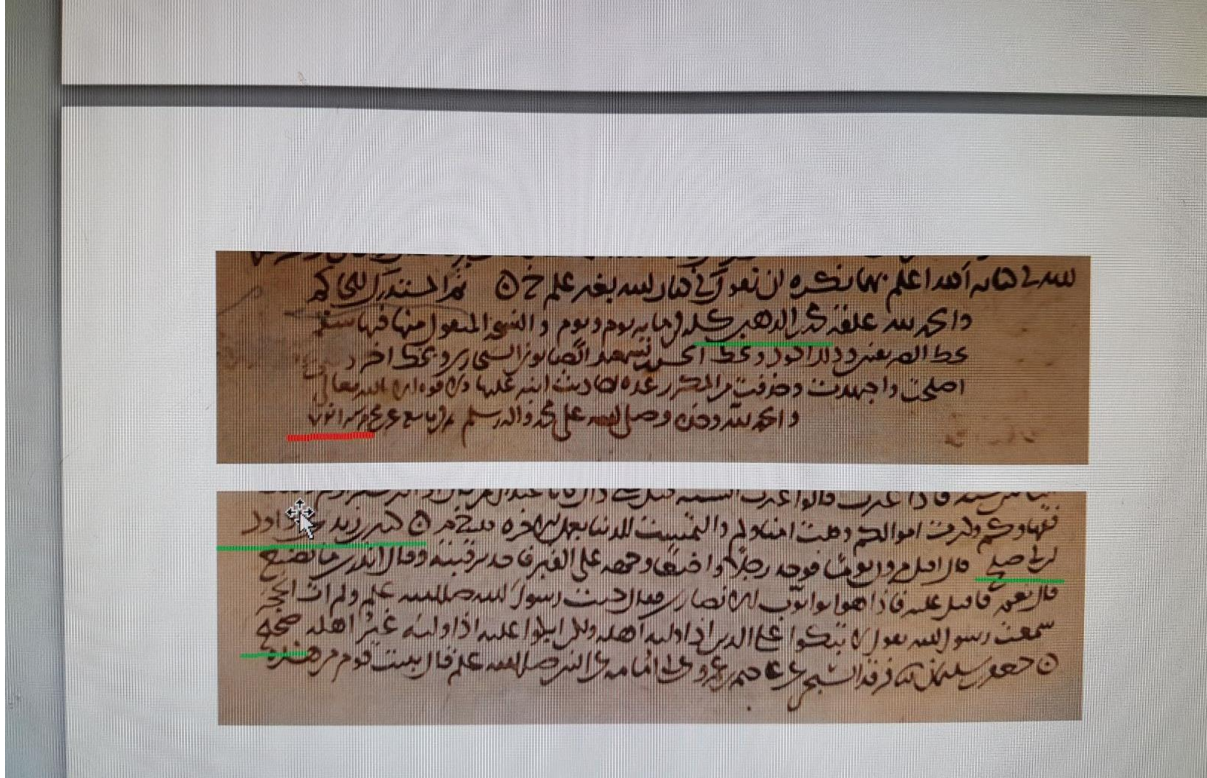
غور فرمائیں ! دونوں کی لکھائی ایک ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ نسخہ امام ذہبیؒ کا لکھا ہوا ہے، جس میں امام صاحبؒ کا ترجمہ نہیں ہے۔

اہل حدیث حضرات کا ایک اصول:

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ابن الصلاح نے کہا: ہر دو حدیثوں کے درمیان گول دائرہ بنا دینا چاہیئے۔ یہ بات ہمیں ابو الزناد ،،احمد بن حنبل ،ابراہیم الحربی اور ابن جریر رحمہم اللہ سے پہونچی ہے۔

میں (ابن کثیر) نے کہا : میں نے یہ بات (گول دائرہ کی)امام احمد بن حنبلؒ کے خط میں دیکھی ہے ،خطیب بغدادیؒ نے کہا :دائرے کو خالی چھوڑ دینا چاہیئے پھر جب اس کی مراجعت کریں تو اس پر نقطہ لگا دیں۔

اس اصول سے زبیر علی زئی صاحب استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ : میرے پاس مسند حمیدی کے جس قلمی نسخے کی فوٹو اسٹیٹ ہے ،اس میں ہر حدیث کے آخر میں گول دائرہ موجود ہے اور ان دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں یعنی یہ صحیح ترین اور مراجعت والا نسخہ ہے۔الحمد للہ **(اختصار فی علوم الحدیث مراجعت زبیر علی زئی ص ۸۶)**

اسکین:

اختصار علوم الحدیث　86

یہی بات بغیر کسی انکار کے (ہمارے زمانے میں) جاری وساری اور مشہور ہے۔

جب یہ بات مقرر ہوگئی تو حدیث اور دوسرے علوم لکھنے والے کو چاہئے کہ اصل کتاب میں طالب علموں وغیرہ پر مشکل الفاظ کو عام لوگوں کی اصطلاح کے مطابق نقطوں، شکل اور اعراب میں ضبط کر کے لکھے اور اگر حاشیے پر لکھ دے تو (بھی) اچھا ہے۔

اسے واضح (اور صاف) لکھنا چاہئے۔ بغیر عذر کے باریک لکھنا اور حروف کو ایک دوسرے سے ملا کر گڈمڈ کر دینا مکروہ ہے۔ امام احمد (بن حنبل) نے اپنے چچازاد بھائی حنبل (بن اسحاق) کو باریک خط لکھتے دیکھا تو فرمایا: ایسا نہ کر، ایک دن (بڑھاپے اور ضعفِ بصارت کے وقت) اس کا محتاج ہوگا تو یہ تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ (۱)

ابن الصلاح نے کہا: ہر دو حدیثوں کے درمیان گول دائرہ بنا دینا چاہئے۔ یہ بات ہمیں ابوالزناد، احمد بن حنبل، ابراہیم الحربی اور ابن جریر الطبری سے پہنچی ہے۔

میں (ابن کثیر) نے کہا: میں نے یہ بات (گول دائرہ) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے خط میں دیکھی ہے۔ خطیب بغدادی نے کہا: دائرے کو خالی چھوڑنا چاہئے پھر جب اس کی مراجعت کرے تو اس میں نقطہ لگا دے۔ (۲)

ابن الصلاح نے کہا: عبداللہ بن فلان اس طرح لکھنا کہ ایک سطر کے آخر میں "عبد" اور دوسری سطر کے شروع میں "اللہ" ہو ایسا لکھنا مکروہ ہے بلکہ "عبداللہ" کو ایک سطر میں اکٹھا لکھنا چاہئے۔

انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کے رسول پر درود کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اگر یہ بار بار بھی ہو تو لکھنے سے نہیں اُکتانا چاہئے کیونکہ اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔

(۱) الجامع فی اخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب: ۵۳۷ وسندہ صحیح، محمد بن الحسن (ھو ابن الحسین) الآجری ثقہ امام

(۲) الجامع فی اخلاق الراوی وآداب السامع (۱/۲۷۳)

میرے پاس مسندِ حمیدی کے جس قلمی نسخے کی فوٹو سٹیٹ ہے اس میں ہر حدیث کے آخر میں دائرہ بنا ہوا ہے اور ان دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں یعنی یہ صحیح ترین اور مراجعت والا نسخہ ہے۔ والحمد للہ

معلوم ہوا کہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک جس نسخے میں گول دائرہ ہو اور اس میں نقطہ بھی ہو ،وہ صحیح ترین نسخہ ہوتا ہے۔اور الحمد للہ میزان الاعتدال کا یہ رباط والا نسخہ بھی ایساہے جس میں گول دائرہ ہے اور نقطہ موجود ہے ،تو خود اہل حدیث حضرات کے اصول سے ثابت ہوا کہ یہ میزان الاعتدال کا صحیح ترین نسخہ ہے جس میں امام صاحبؒ کا ترجمہ نہیں ہے۔

میزان الاعتدال میں امام صاحبؒ کا ترجمہ نہ ہونے کی ایک اور عظیم الشان دلیل:

نیز حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) جن کو غیر مقلدین حضرات "امیر المومنین فی الحدیث" قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے بھی میزان الاعتدال پر تعلیقات تحریر فرمائی جو کہ " لسان المیزان" کے نام سے مشہور ہے۔ **اس میں بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ کا نام نشان تک نہیں ہے۔**

میزان الاعتدال کے دیگر نسخے:

دار الکتب المصریہ کا مخطوطہ:

دار الکتب المصریہ میں موجود میزان الاعتدال کے مخطوطے میں بھی امام صاحبؒ کے ترجمے کا نام ونشان نہیں ہے۔

اسکین:

یہ دار الکتب المصریہ نسخہ (م ۴۲ مصطلح) کا ہے۔

ولی الدین اِفندی کا نسخہ:

ترکی کا دار الخلافہ استانبول کے مکتبہ سلیمانی میں ولی الدین اِفندی کا میزان الاعتدال کا نسخہ ۳ جلدوں میں موجود ہیں۔ اس میں بھی امام ابو حنیفہؒ کا ترجمہ میں موجود نہیں ہے۔ یہ نسخہ (م۷۷۷ھ) کا ہے۔

اسکین:

قارئین! نعمان کے ترجمے پر غور فرمائے،

اس میں آپ کو نعمان بن ثابت ابو حنیفہؒ کا نام نہیں ملے گا۔

فیض اللہ اِفندی کا نسخہ:

ترکی کے ہی ایک اور نسخے میں بھی امام صاحب کا ترجمہ نہیں ہے۔

مکتبہ فیض اللہ اِفندی جو ترکی کا سب سے مشہور کتب خانہ ہیں اس میں میزان الاعتدال کا مخطوطہ موجود ہیں۔ اس میں بھی امام اعظمؒ کا ترجمہ نہیں ہے۔ **(رقم نمبر ۵۵۸، جلد ۳)**

اسکین:

الجزء الثالث وهو آخر الميزان
للحافظ الذهبي
رحمه الله تعالى
MILLET GENEL KÜTÜPHANESİ
Feyzullah
554
TASNİF No.
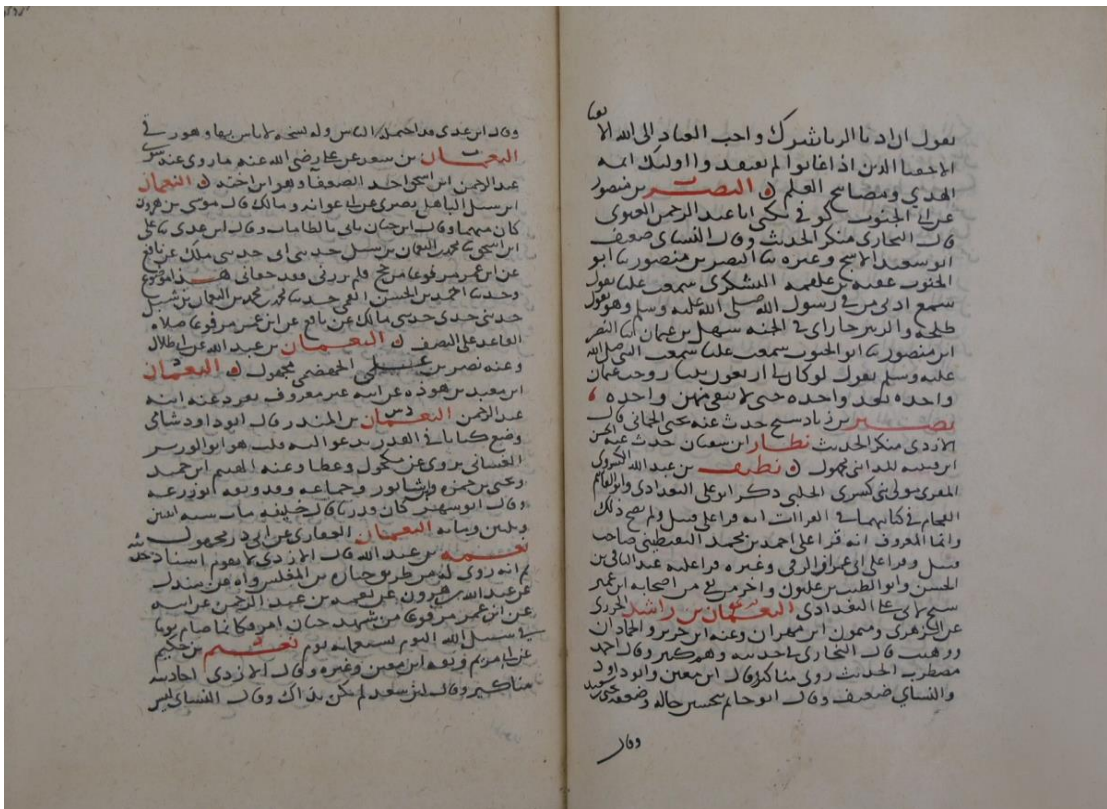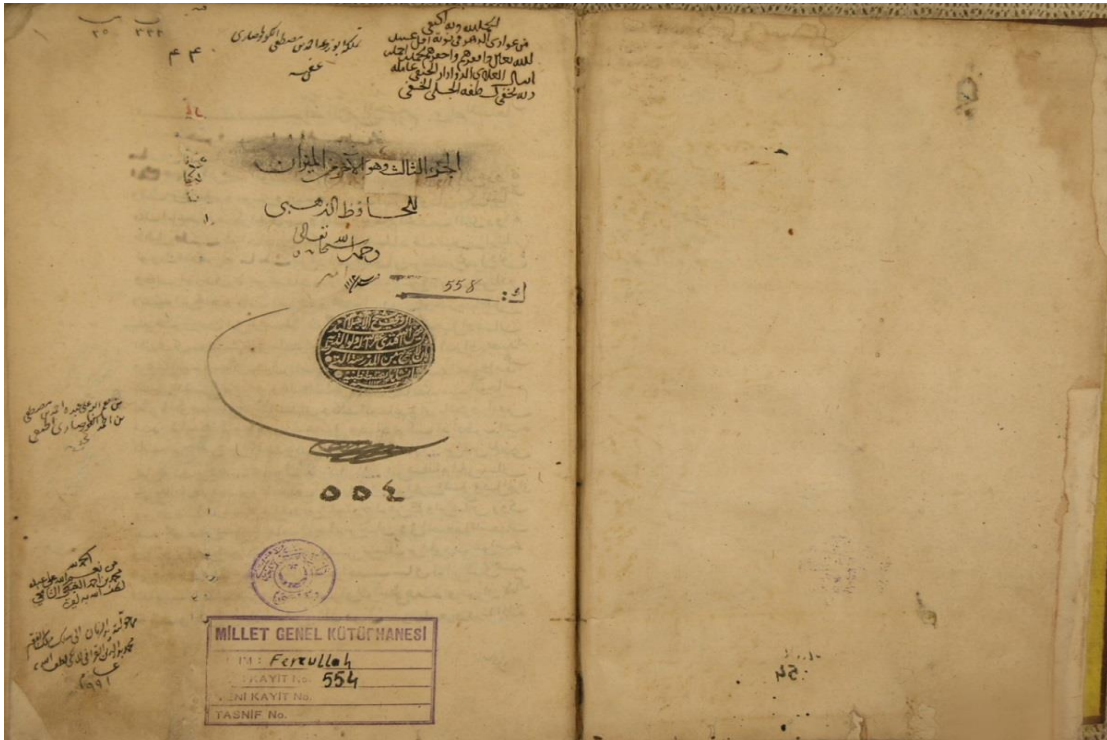
مکتبہ ظاہریہ کا نسخہ: میزان کا ایک اور نسخہ دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں بھی موجود ہیں لیکن اس میں بھی امام صاحب ؒ کا ترجمہ نہیں ہے۔

اسکین:
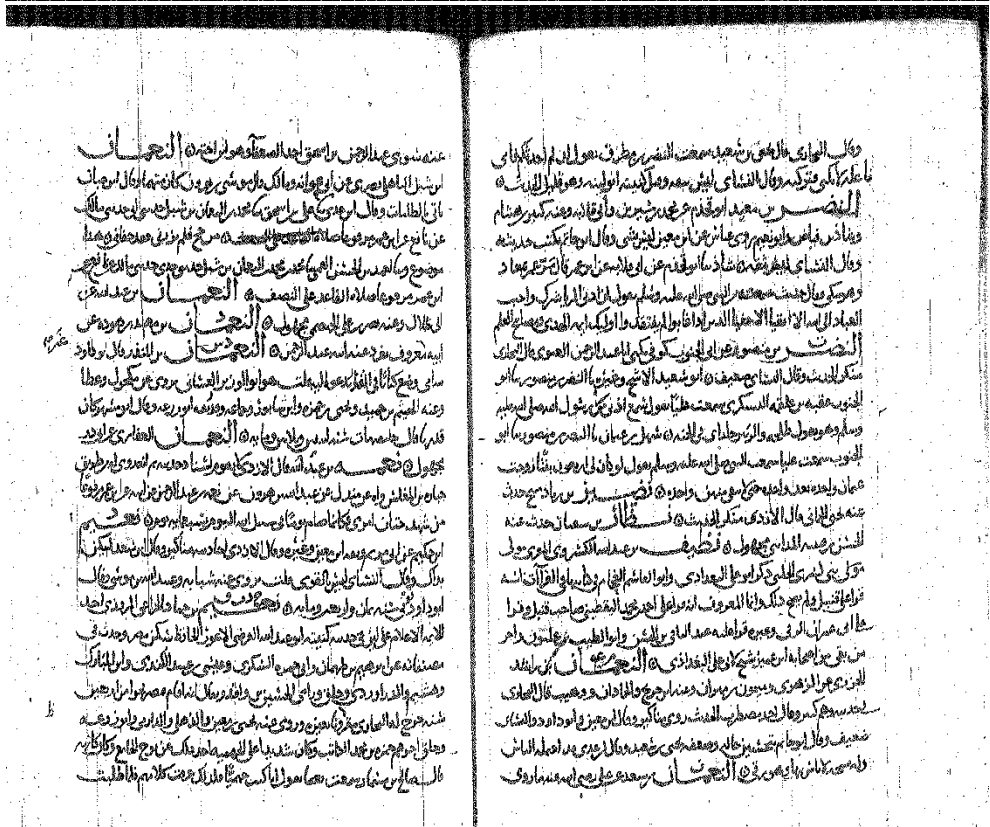
نوٹ: گول دائرہ اس نسخہ میں بھی موجود ہے۔ تو خود اہل حدیث حضرات کے اصول سے ثابت ہوا کہ میزان الاعتدال کا یہ نسخہ بھی صحیح ترین نسخہ ہے جس میں امام صاحب ؒ کا ترجمہ نہیں ہے۔

پھر میزان الاعتدال کا ایک مطبوعہ نسخہ جس کی تحقیق شیخ محمد رضوان عرقسوسی، شیخ عمار یحاوی، شیخ غیاث الحاج احمد اور شیخ فادی المغربی وغیرہ علماء نے کی ہیں۔ جو کہ الرسالہ العالمیہ سے چھپا ہے۔ اس میں بھی امام صاحب ؒ کا ترجمہ نہیں ہے۔ اِن محققین حضرات نے حاشیے میں واہی بات کہی ہیں جو ہم محدث عبد الفتاح ؒ کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں۔

اسکین:

النعمان بن راشد الجزَريُّ ٢٧

[من اسمه نُضَير، نظّار]

٨٥٧٩ ـ نُضَير(١) بن زياد. شيخٌ حَدَّث عنه يحيى الحِمّانيّ.

قال الأزديُّ: منكر الحديث(٢).

٨٥٨٠ ـ نَظّار بن سفيان. حدَّث عنه الحسن بن قُتيبة المدائنيّ. مجهول(٣).

[من اسمه نظيف]

٨٥٨١ ـ نَظِيف بن عبد الله الكسرويُّ المقرئ، مولى بني كسرى، الحلبيّ. ذكر أبو علي البغداديُّ وأبو قاسم الفحّام في كتابيهما في القراءات أنه قرأ على قنبل؛ ولم يصحّ ذلك، وإنّما المعروف أنّه قرأ على أحمد بن محمد اليقطينيّ صاحب قنبل، وقرأ على أبي عمران الرقيّ وغيره.

قرأ عليه عبد الباقي بن الحسن، وأبو الطيب بن غَلبون، وآخِرُ من بقيَ من أصحابه ابنُ عمير شيخٌ لأبي علي البغدادي(٤).

[من اسمه النعمان]

٨٥٨٢ ـ م٤: النعمان(٥) بن راشد الجزَريُّ. عن الزهريّ، وميمون بن مِهْران. وعنه: ابن جُريج، والحمّادان، ووُهَيب.

قال البخاريُّ: في حديثه وهم كثير. وقال أحمد: مضطَّرب الحديث، روى مناكير. وقال ابن معين، وأبو داود، والنسائيُّ: ضعيف. وقال أبو حاتم بتحسين حاله. وضعَّفه يحيى بن سعيد.

وقال ابن عديّ: قد احتمله الناس، وله نسخة لا بأس بها. وهو رَقّي(٦).

---

(١) ويقال: نصير. بالصاد المهملة. قال الذهبي في المشتبه ١/ ٦٤٣: ذكره البخاري ومطيَّن بصاد، وعدَّ الدارقطني قولهما وهماً. اهـ.

ونقل ابن ناصر الدين في توضيح المشتبه ٩/ ٨٨ عن الخطيب البغدادي قوله: الاختلاف فيه قديم بالصاد والضاد.

(٢) الجرح والتعديل ٨/ ٤٩٢، وضعفاء ابن الجوزي ٣/ ١٦٣.

(٣) الجرح والتعديل ٨/ ٥١٢، وضعفاء ابن الجوزي ٣/ ١٦٣.

(٤) معرفة القراء الكبار ٢/ ٥٩٤.

(٥) وقع قبلها في مطبوع الميزان ترجمة الإمام أبي حنيفة النعمان، وهي مقحمة، فليست في نسخة المصنف (أ)، ولا في نسخة السبط ابن العجمي (س)، وليست في «اللسان» أيضاً، وهذا يتوافق مع ما اشترطه المصنف على نفسه في مقدمة كتابه، حيث قال: وكذا لا أذكر في كتابي من الأئمة المتبوعين في الفروع أحداً لجلالتهم في الإسلام وعظمتهم في النفوس، مثل أبي حنيفة والشافعي والبخاري، فإن ذكرت أحداً منهم فأذكره على الإنصاف... اهـ.

ونص الترجمة كما جاءت في المطبوع: ت س: النعمان بن ثابت بن زوطى، أبو حنيفة الكوفي، إمام أهل الرأي. ضعفه النسائي من جهة حفظه، وابن عديٍّ، وآخرون. وترجم له الخطيب في فصلين من «تاريخه». واستوفى كلام الفريقين معدليه ومضعفيه. اهـ.

وانظر ما علقه الشيخ عبد الفتاح أبو غدة على «الرفع والتكميل» ١٢١ ـ ١٢٦، فإنه نافع نفيس.

(٦) التاريخ الكبير ٨/ ٨٠، والضعفاء الصغير ١١٧، وضعفاء النسائي ١٠١، وضعفاء العقيلي ٤/ ٢٦٨، والجرح

تو ان سب سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ذہبی کی یہ کتاب جو (م۷۲۹ھ) سے لیکر (م۷۴۷ھ) تک ان پر پڑھی کی گئی ہے اس کی روشنی میں آپؒ اپنی زندگی کی آخری مدت میں امام صاحب ؒ کو ضعفاء کی فہرست میں ماننے کے بجائے آپ کی شان یہی سمجھتے تھے کہ

ان کی جلالت و عظمت فی النفوس اتنی طے شدہ ہے کہ ان کو ضعفاء کی کتاب میں ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ یہی تحقیق کی روشنی درست ہے۔ واللہ اعلم

نوٹ:

میزان الاعتدال کے جس تحریف شدہ مخطوطہ میں امام صاحب کا ترجمہ ملتا ہے۔ ہمارے علم کے مطابق وہ محمد بن سعود یونیورسٹی کی لائبریری (رقم ۲۴۸۰)، کا نسخہ ہے۔ اور یہ نسخہ میں کئی جگہ تحریف کی گئی ہے۔ مثلاً امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) میزان الاعتدال کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: کہ "**وکذا لا أذکر فی کتابی من الأئمة المتبوعین فی الفروع أحداً، لجلالتهم فی الاسلام، وعظمتهم فی النفوس، مثل أبی حنیفة والشافعي والبخاری، فإن ذکرت أحداً منهم فأذکره علی الانصاف**" اسی طرح، میں اپنی (اس) کتاب میں، ان ائمہ میں سے، جن کی فروعات میں اتباع کی جاتی ہے، کسی کا تذکرہ نہیں کروں گا، چونکہ اسلام میں ان کا بڑا مقام ہے، اور لوگوں کے دلوں میں انکی عظمت راسخ ہو چکی ہے، جیسے کہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام بخاری، اور اگر کسی کا ذکر کیا بھی تو انصاف کے ساتھ کروں گا۔ **(میزان کے عام مطبوعہ نسخے)**

لیکن اس محمد بن سود یونیورسٹی والا نسخہ میں یہ اس طرح ہیں: "**وکذا لا أذکر فی کتابی من الأئمة المتبوعین فی الفروع أحداً، لجلالتهم فی الاسلام، وعظمتهم فی النفوس، فإن ذکرت أحداً منهم فأذکره علی الانصاف**"

اسکین:

كتاب للعقيلي ولابن عدي وغيرهما من الصحابة فإني أستعظم لجلالة الصحابة
ولا أذكرهم في هذا المصنف فإن الضعف إنما جاء من جهة الرواة إليهم وكذا
لا أذكر في كتابي من الأئمة المتبوعين في الفروع أحداً لجلالتهم في الإسلام
وعظمتهم في النفوس فإن ذكرت أحداً منهم فأذكره على الإنصاف وما يضره ذلك
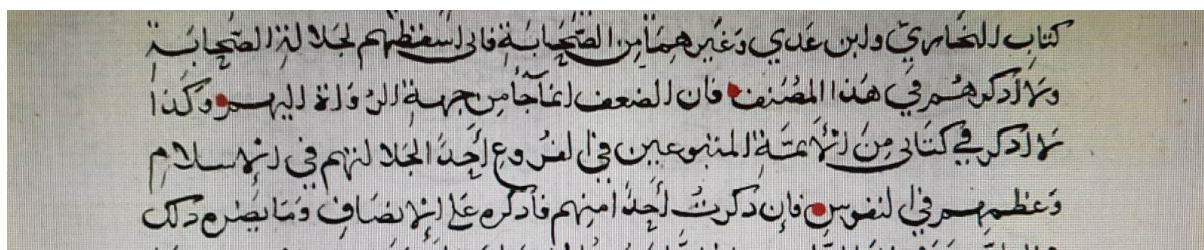
غور فرمائے! "**مثل أبی حنیفة والشافعي والبخاری**" والے عبارت ہی حذف کر دی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے میں کئی جگہ تحریف کی گئی ہیں۔ لہذا یہ نسخہ معتبر نہیں ہے۔

دیوان الضعفاء والی عبارت اور اس کا جواب:

غیر مقلدین امام ذہبیؒ کے حوالہ سے امام ابو حنیفہؒ کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے ایک حوالہ یہ بھی دیتے ہیں کہ امام ذہبیؒ نے امام صاحبؒ کو 'دیوان الضعفاء' میں شمار کیا ہے۔**(رقم ۴۳۸۶)**

الجواب:

خود اہل حدیث مسلک کے کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ کی یہ کتاب "دیوان الضعفاء" امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کی کتاب "الضعفاء والمتروکین" کا اختصار ہے۔ امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**وابن الجوزي واختصره الذهبي بل وذيل عليه في تصنيفين**" ۔(الإعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ ص: 221) خود امام ذھبی بھی لکھتے ہیں: "**أبو الفرج بن الجوزی کتابا کبیرا في ذلك کنت اختصرته أولا، ثم ذیلت علیه ذیلا بعد ذیل**"۔**(میزان الاعتدال موافق رقم 1/ 2)**[19]

معلوم ہوا کہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک امام ذہبیؒ کی کتاب دیوان دراصل ابن الجوزیؒ کی کتاب کا اختصار ہے۔

تو امام ذہبیؒ نے امام صاحبؒ کا ترجمہ صرف اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ جس کتاب کا اختصار کر رہے ہیں (کتاب الضعفاء لابن الجوزی)اس میں امام صاحبؒ کا ترجمہ پہلے سے ہی موجود تھا۔صرف اس وجہ سے امام ذہبیؒ نے امام صاحبؒ کاترجمہ ذکر کیا ہے۔نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ ان کے نزدیک ضعیف ہیں۔

نیز خود اہل حدیث حضرات کے محقق کفایت صاحب لکھتے ہیں کہ ضعفاء والی کتابوں میں کسی راوی کا ذکر ہونا ،اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ راوی ضعیف کے مؤلفین کے نزدیک ضعیف ہے۔کیونکہ ضعفاء کے مؤلفین ثقہ روات کاتذکرہ بھی ضعفاء میں یہ بتانے کے لئے کردیتے ہیں کہ ان پر جرح ہوئی ہے۔(انوار البدر ص ۱۲۸-۱۲۹)

لہٰذا اہل حدیث حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنے ہی اصول کی روشنی میں دیوان ضعفاء والی روایت کا جواب سن لیں :

کہ امام ذہبیؒ کا دیوان الضعفاء میں امام ابو حنیفہؒ کوذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان کے نزدیک ضعیف ہیں ، کیونکہ ضعفاء کے مؤلفین ثقہ روات کا تذکرہ اپنی کتاب میں یہ بتانے کے لئے کرتے ہیں کہ ان پر جرح ہوئی ہے۔

---

[19] حوالے کے لئے دیکھئے:
http://forum.mohaddis.com/threads/1508.امام-ابو-حنیفہ-رضی-اللہ-عنہ-کا-مقام-و-مرتبہ-حافظ-ذہبی-کی-نگاہ-میں/

امید ہے کہ اہل حدیث حضرات اس اعتراض سے باز رہیں گے۔

اگر کسی کو اطمینان نہیں ہو رہا ہے اور وہ امام صاحب کا دیوان الضعفاء میں ذکر ہونے سے یہ کہہ رہا ہے کہ امام صاحبؒ امام ذہبیؒ کے نزدیک ضعیف ہیں تو اسی دیوان الضعفاء میں عیسی بن جاریہؒ یعقوب القمیؒ وغیرہ راویوں کو شمار کیا گیا ہے ،جن کو غیر مقلدین دن رات ثقہ ثابت کرتے ہیں۔**(دیوان الضعفاء رقم :۳۲۷۰، ۴۷۷۴)**

کیا ان کے بارے میں بھی غیر مقلدین یہ کہیں گے کہ یہ دونوں راوی امام ذہبیؒ کے نزدیک ضعیف ہیں ؟ جو جواب اس کے متعلق آپ دیں گے وہی جواب ہمارا امام صاحبؒ کے بارے میں ہو گا۔

پس اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی حق سمجھنے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

کیا الامام الحافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی (م ۳۴۰؁ھ) کذاب اور حدیث گھڑنے والے راوی ہیں؟

(زبیر علی زئی کے مضمون کا جواب)

مولانا نذیر الدین قاسمی

علی زئی صاحب، امام بیہقیؒ (م ۴۵۸؁ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ الحاکم (م ۴۰۵؁ھ) (صاحب مستدرک) نے فرمایا کہ:

فَسَمِعْتُ أَبَا أَحْمَدَ الْحَافِظُ يَقُولُ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ الْأُسْتَاذُ "يَنسَخُ الْحَدِيثَ" قَالَ: وَلَسْتُ أَرْتَابُ فِيمَا ذَكَرَهُ أَبُو أَحْمَدَ مِنْ حَالِهِ فَقَدْ رَأَيْتُ فِي حَدِيثِهِ عَنِ الثِّقَاتِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ مَا يَطُولُ بِذِكْرِهِ الْكِتَابُ وَلَيْسَ يَخْفَى حَالُهُ عَلَى أَهْلِ الصَّنْعَةِ۔

پس میں نے ابو احمد الحافظ (حاکم الکبیر (م ۳۷۸؁ھ)، صاحب الاسماء والکنی) کو فرماتے ہوئے سنا: "استاد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حدیث بناتا تھا"۔ (حاکم نیشاپوری نے) کہا: ابو احمد نے اس کا جو حال بیان کیا ہے، مجھے اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ میں نے اس کی حدیثوں میں موضوعات (من گھڑت، جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں، جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور اس کا حال حدیث ورجال کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔ **(کتاب القراءۃ للامام البیہقی، طبعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان: صفحہ ۱۷۸، حدیث: ۳۸۸)**

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب نے اس عبارت میں ۲ علماء کی جرح نقل کی ہے۔ پہلی امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸؁ھ) کی **اور دوسری** امام ابو عبد اللہ الحاکم (صاحب مستدرک) (م ۴۰۵؁ھ) کی۔

امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸؁ھ) کی جرح کا جواب:

زبیر علی زئی صاحب نے امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م۳۷۸ھ) سے '**ینسج الحدیث**' کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

اول تو امام ابو احمد الحاکمؒ سے '**ینسخ الحدیث**' مروی ہے نہ کہ '**ینسج الحدیث**'۔ خود علی زئی نے اقرار کیا ہے کہ ان کے پاس موجود کتاب القراءۃ للبیہقی کے دونوں مخطوطے میں '**ینسخ**' ہے۔ **(مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۶)**

اسکین:

مقالات ⑤ 236

بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے، آپ کو (حدیث و رجال کی) بہت اچھی معرفت حاصل تھی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ص ۳۶)

امام ابوزرعہ الرازی الصغیر اور ابو محمد الحارثی کے درمیان کسی قسم کی دشمنی یا مخالفت کا کوئی ثبوت نہیں ملا، لہٰذا یہ ایک غیر جانبدار سچے (اور جرح و تعدیل سے واقف) انسان کی گواہی ہے۔

۲) ابوعبداللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک، متوفی ۴۰۵ھ) نے فرمایا:

" فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول : كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسج الحديث ، قال : و لست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعة ما يطول بذكره الكتاب و ليس يخفي حاله على أهل الصنعة "

پس میں نے ابواحمد الحافظ (حاکم کبیر صاحب الکنی، متوفی ۳۷۸ھ) کو فرماتے ہوئے سنا:

استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔

(حاکم نیشاپوری نے) کہا: ابواحمد نے اس کا جو حال بیان کیا ہے مجھے اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ میں نے اس کی حدیثوں میں موضوعات (من گھڑت جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور اس کا حال حدیث و رجال کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔ (کتاب القراءت خلف الامام طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۷۸، ح ۳۸۸، طبع ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ گوجرانوالہ ص ۱۵۴۔۱۵۵ ح ۳۶۷)

حوالۂ مذکورہ میں ابواحمد الحاکم محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ابومحمد الحارثی کو کذاب قرار دیا ہے۔

تنبیہ: میرے پاس کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی کے دو قلمی نسخوں (مخطوطوں) کی مکمل فوٹوسٹیٹ موجود ہے اور دونوں کتابوں میں حوالہ مذکورہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ "كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسخ الحديث"

(مخطوط قدیم ص ۶۹ ب، مخطوط جدیدہ راشدیہ سندھیہ ص ۵۱)

بلکہ جس مطبوعہ نسخہ کا زبیر علی زئی صاحب نے حوالہ دیا ہے (**یعنی نسخہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان**) اس کے محقق نے بھی حاشیہ میں واضح کیا ہے کہ اصل مخطوطہ میں '**ینسخ الحدیث**' ہے نہ کہ '**ینسج الحدیث**'۔

اسکین:

للحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي

صاحب السنن الكبرى

(٣٨٤ هـ - ٤٥٨ هـ)

خرج أحاديثه ، واعتنى بتصحيحه

خادم السنة المطهرة

أبو هاجر

محمد السعيد بن بسيوني زغلول

صاحب

موسوعة أطراف الأحاديث النبوية

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

٣٨٧ ـ أخبرنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عمر المقري ابن الحمامي رحمه الله ببغداد ثنا أحمد بن سلمان الفقيه أنبأ أبو الأحوص محمد بن الهيثم قراءة عليه نا أبو توبة الربيع بن نافع عن عبيد الله بن عمرو عن أيوب عن أبي قلابة عن أنس بن مالك أن النبي ﷺ لما قضى صلاته أقبل عليهم بوجهه فقال : « أتقرون في صلاتكم والإمام يقرأ فسكتوا ، فقال لهم ثلاث مرات قال قائل أو قائلون إنا لنفعل ، قال : فلا تفعلوا . ليقرأ أحدكم بفاتحة الكتاب في نفسه »[1] . كل من نظر في هذه الروايات عن عبيد الله بن عمرو ثم في سائر الروايات عن أيوب عن أبي قلابة عن النبي ﷺ مرسلاً ثم في سائر الروايات عن خالد الحذاء عن أبي قلابة عن محمد بن أبي عائشة عن رجل من أصحاب النبي ﷺ بمثل هذه القصة وفي روايتهم أمر النبي ﷺ بقراءة فاتحة الكتاب علم أن رواية رجاء بخلاف هذه الروايات موضوعة وضعها بعض المجهولين من رواتها والله يعصمنا عن الكذب والتزوير بفضله وجوده .

٣٨٨ ـ أخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال : وقد رووا هذا الخبر بإسناد موضوع لشعبة عن قتادة عن أنس عن رسول الله ﷺ حدثني أخونا أبو نصر البخاري بنيسابور نا عبد الله بن محمد بن يعقوب نا الحسن بن سهل البصري ببلخ ثنا قطن بن صالح نا شعبة عن قتادة عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : « من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة » .

قال لنا أبو عبد الله فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول : كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسج[2] الحديث قال : ولست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعة ما يطول بذكره الكتاب وليس يخفي حاله على أهل الصنعة ، قال : وأرى جماعة من المتروكين يلتجئون في هذه المناكير والموضوعات إلى الحسن بن سهل

(١) سبق برقمي ١٧٥ ، ٣٨٥ .
(٢) في هامش الاصل نسخ .

١٧٨

اسی طرح کتاب القراءۃ کا ایک اور نسخہ ہے، جس کی **تحقیق** ڈاکٹر ابو بسطام محمد بن مصطفیٰ نے کی ہے۔ اس میں موصوف نے صفحہ:۵۱۱ پر **'ینسخ الحدیث'** ہی نقل کیا ہے۔ **اسکین ملاحظہ فرمائے**

[٣٧٧] ـ أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، / قال: وقد [رووا][1] هذا الخبر بإسناد موضوع لشعبة، عن قتادة، عن أنس عن رسول الله ﷺ حدثني [أخونا][2] أبو نصر البخاري بنيسابور[3]، نا عبد الله بن محمد بن يعقوب، نا الحسن بن سهل البصري ببلخ[4]، ثنا قطن بن صالح، نا شعبة، عن قتادة، عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ: «من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة»[5].

قال لنا أبو عبد الله: فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول: «كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسخ الحديث». قال: «ولست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله، فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعة ما يطول بذكره الكتاب وليس يخفى حاله على أهل الصنعة»، قال: «وأرى جماعة من المتروكين يلتجأون في هذه المناكير والموضوعات إلى الحسن بن سهل البصري، عن قطن بن صالح الدمشقي ولم يخرج [لنا][6] حديثهما عن الثقات، فكنا نقف

(١) في [ع] «روي».
(٢) ليست في [ع].
(٣) نيسابور بفتح أوله، وهي مدينة عظيمة ذات فضائل جسيمة، معدن الفضلاء ومنبع العلماء. «معجم البلدان» (٥/ ٣٣١).
(٤) بلخ مدينة مشهورة بخراسان. «معجم البلدان» (١/ ٤٧٩).
(٥) رواه ابن عساكر في «تاريخ دمشق» (٤٩/ ٣٤١) عن عبد الله بن محمد بن يعقوب، نا الحسن بن سهل البصري، ثنا قطن بن صالح، نا شعبة، عن قتادة، عن أنس.
(٦) في [ع] «لهما».

٥١١

لہذا جب 'ینسج الحدیث' لفظ ہی ثابت نہیں ہے، تو علی زئی صاحب کا اسی کو صحیح قرار دینا مردود ہے۔

نوٹ: علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ مکتبہ شاملہ کے نسخہ میں (ینسج کے بجائے) 'یثبج الحدیث' ہے، اور 'یثبج الحدیث' کے بارے میں زبیر علی زئی نے ایک اصول ذکر کیا ہے، کہ 'جس راوی پر جمہور محدثین کی جرح ثابت ہو، تو اس کے بارے میں 'یثبج الحدیث' کا مطلب 'یضع الحدیث' ہوتا ہے اور اگر اس کے بارے جمہور کی توثیق ثابت ہو، تو اس سے 'یضطرب فی حدیثہ' مراد ہوتا ہے۔ **(ص:۲۳۷)**

الجواب:

اول: تو 'یثبج الحدیث' کے بارے میں یہ اصول بے دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

دوم: صرف مکتبہ شاملہ کی عبارت کی اندھی تقلید اور اصل کتاب کی طرف رجوع نا کرکے علی زئی صاحب نے ناقص تحقیق کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ جس نسخہ کو سامنے رکھ کر مکتبہ شاملہ میں کتاب القراءۃ للبیہقی کو ٹائپ کیا گیا ہے، وہ وہی بیروت کا نسخہ ہے جس کا حوالہ علی زئی صاحب دے رہے ہیں، اور جسکے اصل مخطوطہ میں 'ینسخ الحدیث' کے الفاظ ہیں، جس کی تفصیل ہم نے اوپر ذکر کر دی ہے۔ معلوم ہوا کہ مکتبہ شاملہ میں ٹائپنگ کی غلطی کی وجہ سے 'ینسخ الحدیث' کے بجائے 'یثبج الحدیث' ہو گیا ہے۔

لہذا یہ علی زئی صاحب کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔

نیز موصوف پر اس وجہ سے بھی بڑی حیرت ہے کہ جو الفاظ کتاب القراءۃ میں موجود ہی نہیں ہیں (**یثبج الحدیث**) ویسے الفاظ تک کی تشریح کرنے چلے ہیں، اور وہ بھی بے دلیل۔

اہل حدیث حضرات کی ضد اور ہٹ دھرمی کی ایک مثال:

شاید زبیر علی زئی صاحب کو کسی بھی حالت میں ابو محمد الحارثیؒ کو کذاب اور حدیث گھڑنے والا ثابت کرنا تھا، اس لئے انہوں نے 'ینسخ الحدیث' کو غلط اور تصحیف ثابت کرنے کیلئے یہ لکھا کہ 'ممکن ہے کہ یہ تصحیف ہے، جیسا کہ سیاق وسباق سے ظاہر ہے، ورنہ ابو محمد الحارثی کے پاس احادیث کو منسوخ کرنے کا اختیار کہاں سے آگیا تھا؟؟

الجواب:

اگر علی زئی صاحب کو 'ینسخ الحدیث' کا صرف ایک معنی معلوم تھا یا ان کو عبارت کا ترجمہ سمجھ نہیں آرہا تھا تو کسی جاننے والے سے پوچھ لیتے۔ الغرض کہنا یہ ہے کہ 'ینسخ الحدیث' کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ حدیث نقل کرنا۔ حوالہ کیلئے دیکھئے **لسان العرب: جلد ۳: صفحہ ۶۱۔**

غالباً یہی وجہ ہے کہ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ابو محمد الحارثیؒ کو 'کثیر الحدیث' کہا ہے۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۷: ۷۳۷)** لہذا علی زئی صاحب کی یہ ہٹ دھرمی بھی مردود ہے۔ یہ ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ نے امام حارثیؒ پر کوئی جرح نہیں کی۔ اور علی زئی صاحب کا ان کو جارحین میں ذکر کرنا باطل ہے۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم (صاحب مستدرک) (م ۴۰۵ھ) کی جرح کا جواب:

امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) کے الفاظ پر غور کریں، آپؒ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ: وَلَسْتُ أَرْتَابُ فِيمَا ذَكَرَهُ أَبُو أَحْمَدَ مِنْ حَالِهِ فَقَدْ رَأَيْتُ فِي حَدِيثِهِ عَنِ الثِّقَاتِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ

ابو احمد الحاکمؒ (م ۳۷۸ھ) نے ان کا جو حال بیان کیا (یعنی ابو محمد الحارثی کا کثیر الحدیث ہونا) مجھے اس میں کوئی شک نہیں۔ پھر (بھی) میں نے اس کی حدیثوں میں ثقات سے موضوعات (من گھڑت، جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں۔

اس میں امام حاکمؒ نے اس بات کی بالکل بھی صراحت نہیں کی، کہ امام ابو محمد الحارثیؒ نے وہ حدیثیں گھڑی ہیں، کیونکہ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ میں نے ان کی حدیثوں میں موضوع حدیثیں دیکھی ہیں۔

اور رہی بات کہ ان کا موضوع احادیث روایت کرنا، تو اہل حدیث مسلک کے کفایت اللہ سنابلی لکھتے ہیں کہ منکر روایت نقل کرنے سے راوی کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی۔ **(مسنون رکعات تراویح: صفحہ ۲۳)** اسی طرح نذیر احمد رحمانی غیر مقلد بھی یہی کہتے ہیں۔ **(انوار المصابیح: صفحہ ۱۳۱)** بلکہ اہل حدیث محقق ارشاد الحق اثری صاحب علامہ لکھنویؒ سے باحتجاج نقل کرتے ہیں کہ ایسے الفاظ (یعنی **روی المناکیر** یا **یروی المناکیر** وغیرہ) قابل اعتبار جرح ہی نہیں ہے۔ **(توضیح الکلام: صفحہ ۴۵۴)** اس کی وجہ کفایت اللہ صاحب سے سن لیجئے، وہ کہتے ہیں کہ 'مناکیر روایت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ روایت کرنے والا اس کا ذمہ دار ہے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۷۲)**

الغرض جب اہل حدیث مسلک میں منکر روایت نقل کرنے سے، یہ لازم نہیں آتا کہ روایت کرنے والا ہی اس کا ذمہ دار ہو، تو موضوع روایت نقل کرنے سے یہ کہاں لازم آئے گا کہ نقل کرنے والا ہی اس کا ذمہ دار ہو۔ یعنی خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں اگر کوئی راوی موضوع حدیث نقل کرے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسی نے اس حدیث کو گڑھا ہو۔

اور یہاں بھی امام حاکمؒ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد الحارثیؒ نے موضوع حدیث نقل کی ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے خود وہ حدیثیں گھڑی ہوں، جیسا کہ اہل حدیث کے نزدیک کسی راوی کا منکر روایت نقل کرنے سے لازم نہیں آتا کہ روایت کرنے والا ہی اس کا ذمہ دار ہو۔

لہذا خود غیر مقلدین کے اپنے اصول کی روشنی میں ثابت ہوا کہ کسی راوی کا کوئی موضوع حدیث نقل کرنا یہ کوئی جرح نہیں ہے۔ اس کی مزید وضاحت امام ذہبیؒ کی طرف منسوب جرح کے جواب کے تحت آرہی ہے۔

امام ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی جرح یا علی زئی کی دوغلی پالیسی:

زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ حافظ ابن جوزیؒ نے اسے اپنی مشہور کتاب '**کتاب الضعفاء والمتروکین**' میں ذکر کیا ہے اور (بغیر سند کے کسی) ابوسعید رواس سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث گھڑنے کے ساتھ متہم تھے۔ ابن جوزیؒ کی اپنی جرح تو ثابت ہو گئی اور ابو سعید الرواس کی جرح باسند متصل ثابت نہیں ہے۔

الجواب:

مسلکی تعصب کی حد ہو گئی، خود زبیر علی زئی صاحب اسی کتاب **مقالات: جلد ۵ صفحہ ۵۵۳** پر اپنے پسند کے ایک راوی 'عمرو بن یحیٰ' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن جوزیؒ نے امام یحیٰ بن معین وغیرہ کی طرف منسوب غیر ثابت جرح کی بنیاد پر عمرو بن یحیٰ کو **کتاب الضعفاء والمتروکین** (جلد ۲: صفحہ ۲۳۳، رقم ۲۶۰۱) میں ذکر کیا ہے اور اصل کے کالعدم ہونے کی وجہ سے، یہ جرح بھی کالعدم ہے۔

اسکین:

مقالات ⑤ 553

یہ جرح دو وجہ سے ساقط ہے:

اول: یہ بے سند ہے، ابن خراش سے باسند صحیح ثابت نہیں۔

دوم: ابن خراش رافضی تھا۔

۲: حافظ ابن حبان نے عمرو بن یحییٰ مذکور کو کتاب الثقات میں داخل کیا ہے۔ (۴۸۰/۸)

☆ حافظ ابن الجوزی نے امام یحییٰ بن معین وغیرہ کی طرف غیر ثابت جرح کی بنیاد پر عمرو بن یحییٰ کو کتاب الضعفاء والمتروکین (۲/۲۳۳ ت ۲۶۰۱) میں ذکر کیا اور اصل بنیاد کالعدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی کالعدم ہے۔

☆ حافظ ذہبی نے بھی عمرو بن یحییٰ کو ابن معین کی طرف غیر ثابت جرح کی وجہ سے دیوان الضعفاء والمتروکین (۲/۲۱۲ ت ۳۲۲۹) وغیرہ میں ذکر کیا اور اصل بنیاد منہدم ہونے کی وجہ سے یہ جرح بھی منہدم ہے۔

خلاصۃ التحقیق: حافظ ذہبی اور حافظ ابن الجوزی کی جرح مرجوح ہے اور ابن حبان و ابن معین کی توثیق کی وجہ سے عمرو بن یحییٰ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

۳) یحییٰ بن عمرو بن سلمہ الہمدانی کے بارے میں امام عجلی نے فرمایا: ''کوفي ثقة''

(التاریخ المشہور بالثقات: ۱۹۹۰)

ان سے شعبہ نے روایت بیان کی۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۱۷۶/۹)

اور شعبہ (اپنے نزدیک، عام طور پر) صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب کا مقدمہ ج ۱ ص ۱۰)

امام یعقوب بن سفیان الفارسی کی کتاب المعرفۃ والتاریخ میں یحییٰ بن عمرو بن سلمہ کے بارے میں لکھا ہوا ہے: ''لا بأس به'' (ج ۳ ص ۱۰۴)

خلاصۃ التحقیق: یحییٰ بن عمرو بن سلمہ ثقہ وصدوق تھے۔

٤) عمرو بن سلمہ بن خرب الہمدانی الکوفی الکندی: ثقة (تقریب التہذیب: ۵۰۴۱)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ امام دارمی کی بیان کردہ سند حسن لذاتہ ہے اور حنفیوں کے ایک

غور فرمایئے، زبیر علی زئی نے ابن معینؒ کی جرح غیر ثابت ہونے کی وجہ سے، ابن جوزیؒ کی جرح کو کالعدم کہہ کر رد کر دیا۔ لہذا یہاں بھی ابو محمد الحارثیؒ پر ابو سعید الرواس کی جرح بھی کالعدم ہونے کی وجہ سے، خود علی زئی کے اصول کی روشنی میں ابن جوزیؒ کی جرح بھی کالعدم ہونی تھی۔

لیکن خود اپنا ہی اصول کہ 'اصل کے کالعدم ہونے کی وجہ سے یہ (ابن الجوزیؒ کی) جرح بھی کالعدم ہے' موصوف نے خوشی خوشی بھلا دیا اور ابو محمد الحارثیؒ کے بارے میں کہہ دیا ابن الجوزیؒ کی اپنی جرح ثابت ہو گئی ہے۔

حالانکہ ابن جوزیؒ نے بقول زبیر علی زئی کے 'کسی ابو سعید الرواس' سے بغیر کسی سند کے جرح نقل کی ہے، اور علی زئی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ جرح ابو سعید الرواس سے ثابت نہیں ہے، لیکن پھر بھی موصوف نے ابو محمدؒ کے بارے میں کہہ دیا کہ: 'ابن الجوزیؒ کی اپنی جرح ثابت ہو گئی'۔

اسماء الرجال میں علی زئی کی اسی طرح کی من مانیوں اور دوغلی پالیسیوں کی وجہ، خود فرقہ اہل حدیث کے محقق ، کفایت اللہ صاحب ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ

'زبیر علی زئی صاحب اپنے اندر بہت ساری خامیاں رکھتے ہیں، مثلاً خود ساختہ اصولوں کو بلا جھجک محدثین کا اصول بتاتے ہیں، بہت سارے مقامات پر محدثین کی باتیں اور عربی عبارتیں صحیح طرح سے سمجھ ہی نہیں پاتے (جیسا امام ابو احمد الحاکمؒ کا قول) اور کہیں محدثین کے موقف کی غلط ترجمانی کرتے ہیں (مثال کے طور پر امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ کی عبارت) یا بعض محدثین واہل علم کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں،

جن سے وہ بری ہوتے ہیں اور کسی سے بحث کے دوران مغالطہ بازی کی حد کر دیتے ہیں اور فریق مخالف کے حوالہ سے ایسی باتیں نقل کرتے ہیں یا اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیتے ہیں، جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتی۔' **(کیا یزید بن معاویہ سنت کو بدلنے والے تھے: تحریر نمبر ۲: صفحہ ۲)**

اسکین :

کیا یزید بن معاویہ رحمہ اللہ سنت کو بدلنے والے تھے؟ | زبیر علی زئی پر رد میں دوسری تحریر | ۲

الحمدللہ ہم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا بہت احترام کرتے ہیں اور ان کی تحریروں سے بکثرت استفادہ کرتے ہیں اور ان کے رسالہ الحدیث کو ممتاز رسالوں میں شمار کرتے ہیں اور عموما احادیث پر احکام کے سلسلے میں ہم حافظ موصوف ہی کے فیصلہ کو ترجیح دیتے ہیں(۱)۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر حافظ موصوف کے کسی فیصلہ میں ہمیں دلائل کا وزن بالکل ہی محسوس نہ ہو تو ہم اسے رد کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں، الحمدللہ زیر بحث روایت کے

(۱) زبیر علی زئی صاحب پر ہمارا یہ اعتماد اب قطعا باقی نہیں ہے، ہماری اس بات کو منسوخ سمجھا جائے۔ جس طرح محدثین بعض رواۃ کی توثیق کر دیتے ہیں اور بعد میں اصل حقائق سے آگاہی کے بعد اسے مجروح قرار دیتے ہیں کچھ اسی طرح کا معاملہ ہمارے ساتھ بھی پیش آیا۔ دراصل ہم نے حسن ظن کی بنیاد پر یہ باور کیا تھا کہ علی زئی صاحب محدثین و ائمہ کے حوالے سے جو کچھ نقل کرتے ہیں ان سب میں پوری امانت اور دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوں گے اسی طرح تحقیق حدیث میں جن قواعد واصول کو بنیاد بناتے ہیں وہ بھی محدثین سے ثابت ہوں گے۔

لیکن جب ہمارا ان سے مناقشہ ہوا اور ہم نے ضرورت محسوس کی کہ ان کی پیش کردہ باتوں کو اصل مراجع سے دیکھا جائے تو اس مرحلہ میں یہ اوجھل حقیقت منکشف ہوئی کہ زبیر علی زئی صاحب اپنے اندر بہت ساری کمیاں رکھتے ہیں مثلا خودساختہ اصولوں کو بلا جھجک محدثین کا اصول بتلاتے ہیں، بہت سارے مقامات پر محدثین کی باتیں اور عربی عبارتیں صحیح طرح سے سمجھ ہی نہیں پاتے، اور کہیں محدثین کے موقف کی غلط ترجمانی کرتے ہیں یا بعض محدثین واہل علم کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری ہوتے ہیں۔ اور کسی سے بحث کے دوران مغالطہ بازی کی حد کر دیتے ہیں۔ اور فریق مخالف کے حوالے سے ایسی ایسی باتیں نقل کرتے ہیں یا اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیتے ہیں جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں ہوتیں۔

ان تمام کوتاہیوں کے باوجود زبیر علی زئی صاحب کے اندر ایک اہم خوبی یہ ہے کہ وہ جرح وتعدیل کے اقوال کی بھی چھان بین ضروری سمجھتے ہیں کہ آیا وہ ناقدین سے ثابت ہیں یا نہیں یہ ایک اہم خوبی ہے اور محض اسی امتیاز نے راقم السطور کو ان کی تحریروں کی طرف راغب کیا۔ لیکن افسوس کہ اس بابت بھی آنجناب کی تحقیقات پر اس لحاظ سے سوالیہ نشان لگ جاتا ہے کہ مبادا یہاں بھی موصوف نے وہی طرز عمل اختیار کیا ہوگا جس کی طرف بالا سطور میں اشارہ کیا گیا۔

پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ غیر مقلدین، اہل حدیث کے نزدیک ابن الجوزیؒ (م۵۹۷ھ) کثیر الوھم ہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین کے ذہبی العصر اور امیر المؤمنین فی اسماء الرجال علامہ معلمیؒ (م۱۳۸٦ھ) ایک جگہ فرماتے **'لأنہ کثیر الوھم'** ابن الجوزیؒ کثیر الوھم ہیں۔ (**التنکیل: جلد ۱: صفحہ ۴۳۰**)

نیز اسی صفحہ پر موصوف (معلمیؒ) نے حافظ ذہبیؒ سے ان کا کثیر الغلط ہونا بھی نقل کیا ہے۔ اور علی زئی صاحب کے نزدیک کثیر الغلط راوی کی منفرد روایت معتبر نہیں ہے، اور ابن الجوزیؒ سے پہلے کسی نے ابو سعید الرواسؒ کی یہ جرح نقل نہیں کی۔

لہذا خود اہل حدیثوں کے نزدیک ابن الجوزیؒ کے کثیر الوھم ہونے کی وجہ سے ان کی یہ نقل کرد جرح، انہیں کے اصول میں معتبر نہیں ہے۔

اور کفایت اللہ سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ امام عقیلیؒ اور ابن الجوزیؒ نے انہیں ضعفاء والی کتاب میں ذکر کیا ہے، لیکن ضعفاء والی کتابوں میں کسی راوی کا ذکر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں (یعنی لازم نہیں کرتا) کہ وہ راوی ضعفاء والے مؤلفین کے نزدیک ضعیف ہے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۲۸،۱۲۹)**

اسکین :

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر 1

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، دلائل، اور شبہات کا ازالہ

اَنوارُ البَدُر

فی

وَضعِ الیَدیْنِ علی الصَدُر

از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر 128

معلوم ہوا کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے محض سماک کے سوء حفظ کی وجہ سے ان کی روایت کو ضعیف نہیں کہا ہے بلکہ سماک کی دیگر رواۃ کی مخالفت کی وجہ سے ان کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔

نیز یہاں سیء الحفظ سے امام دار قطنی کی مراد سماک کا اخیر میں مختلط ہونا ہے جیسا کہ خود آپ ہی نے کہا:

سِمَاکُ بنُ حربٍ إذا حدَّث عنه شُعبةُ والثَّوريُّ وأبو الأحوصِ فأحاديثُهم عنه سليمةٌ، وما كان عن شَريكِ ابنِ عبدِاللهِ وحفصِ بن جُمَيْع ونظرائِهم، ففي بعضِها نكارةٌ.

سماک بن حرب سے جب شعبہ، سفیان ثوری اور ابو الاحوص روایت کریں تو سماک سے ان کی احادیث (صحیح) و سالم ہیں۔ اور سماک سے جو روایات شریک بن عبداللہ، حفص بن جمیع اور ان جیسے لوگ نقل کریں تو ان میں سے بعض میں نکارت ہے۔ [سوالات السلمی للدارقطنی ت الحمید: ص:۱۸۹]۔(۱)

نیز دیکھئے: [المؤتلف والمختلف للدارقطنی:۲/۳۵] مزید دیکھیں: [إكمال تهذيب الكمال :۶/۱۱۰]۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ سماک کو علی الاطلاق سیء الحفظ نہیں مانتے ہیں بلکہ خاص سندوں میں ہی انہیں سیء الحفظ مانتے ہیں۔

اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض دیگر مقامات پر امام دار قطنی نے سماک بن حرب کی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے چنانچہ اپنی مشہور کتاب سنن میں ان کی ایک روایت درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هذا إسناد حسن صحيح.

یہ سند حسن اور صحیح ہے۔ [سنن الدارقطنی:۲/۱۷۵]۔

امام عقیلی اور ابن الجوزی نے انہیں ضعفاء والی کتاب میں ذکر کیا ہے لیکن ضعفاء والی کتابوں میں کسی

(۱) امام دار قطنی کے شاگرد "أبو عبد الرحمن السلمی" ثقہ ہیں بلکہ امام حاکم نے کہا:

كثير السماع والطلب متقن فيه.

یہ کثیر السماع اور بہت زیادہ علم حاصل کرنے والے تھے اور ان سب میں یہ متقن تھے۔ [سوالات السجزی للحاکم: ص:۶۵]۔

بعض لوگوں نے بلاوجہ ان پر جرح کردی ہے جس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے قدرے تفصیل کے لئے دیکھئے: [سوالات السلمی للدارقطنی بتحقيق محدی فتحی السيد، مقدمه: ص:۳۲ تا ۳۷]۔ نیز دیکھیں: [التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل:۲/۵۹۳]۔

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر 129

راوی کا ذکر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ راوی ضعفاء کے مؤلفین کے نزدیک ضعیف ہے، کیونکہ ضعفاء کے مؤلفین ثقہ رواۃ کا تذکرہ بھی ضعفاء میں یہ بتانے کے لئے کر دیتے ہیں کہ ان پر جرح ہوئی ہے۔ دیکھئے: [یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ: ص:۶۷۵ تا ۶۷۷] نیز دیکھیں: ص:۱۹۲۔

نیز سماک پر جس نوعیت کی جرح ہوئی ہے اس کی تفصیل پیش کی جا چکی ہے کہ اس پر کی گئی جرح کا تعلق خاص عکرمہ والی سند پر ہے اور یہی اقوال امام عقیلی اور ابن الجوزی نے بھی نقل کئے ہیں۔ لہٰذا ان اقوال میں علی الاطلاق تضعیف کی کوئی بات ہے ہی نہیں۔

تنبیہ بلیغ:-

بعض لوگ "امام ابو القاسم" کے نام اس کی کتاب (قبول الأخبار ومعرفة الرجال: ج ۲ ص ۳۹۰) سے یہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے سماک کو ان لوگوں کی فہرست میں ذکر کیا ہے جن پر بدعت اور خواہش پرستی کا الزام ہے۔ عرض ہے:

☆ اولا: اس بات کے لئے جس امام ابو القاسم کا حوالہ دیا جاتا ہے یہ کوئی اہل سنت کا امام نہیں ہے بلکہ اہل سنت والجماعت سے خارج گمراہ فرقہ معتزلہ کا سردار ہے۔ اور یہ انتہائی بدعقیدہ اور بدفکر شخص ہے۔ تدلیس وتلبیس کی حد ہوگئی کہ ایسے کج عقیدہ وبد دماغ اور باطل افکار کے حامل شخص کو امام کا لقب دے کر اہل سنت کے ائمہ کی فہرست میں پیش کیا جاتا ہے اور ظلم علی ظلم یہ کہ اس معتزلی کے حوالہ سے سنی راوی کو بدعتی ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی۔ اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

☆ ثانیا: ابو القاسم معتزلی کے بارے میں ائمہ اہل سنت نے صراحت کی ہے یہ شخص محدثین سے دشمنی رکھتا ہے اور ان پر زبان درازی کرتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

من كبار المعتزلة وله تصنيف في الطعن على المحدثين

یہ معتزلہ کے اکابرین میں سے ہیں اور اس نے محدثین پر طعن وتشنیع کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے [لسان الميزان ت أبي غدة: ۴/۴۲۹] اب بھلا کسی سنی راوی کے خلاف بدزبان معتزلی کی بات کون سنے گا؟

تقریباً یہی بات امام اہل حدیث ابو القاسم بنارسی اور حافظ شاہد محمود نے بھی بیان کی ہے۔ **(دفاع بخاری: صفحہ ۱۱۲،۱۱۳)** الغرض اس لحاظ سے بھی زبیر علی زئی کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی طرف منسوب جرح کا جواب:

زئی صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبیؒ نے فرمایا' اس نے امام ابو حنیفہ کیلئے (روایت جمع کر کے) ایک مسند لکھی اور اس میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا، لیکن اس (کتاب) میں ایسی عجیب وغریب چیزیں ہیں، جنہیں امام (ابو حنیفہ) نے اپنی زبان سے (کبھی) نہیں نکالا، یہ ابو محمد (الحارثی کی زبان) پر جاری ہو گئی تھی۔

اس بیان میں حافظ ذہبیؒ نے حارثی کو کذاب قرار دیا ہے۔**(مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۴۰)**

الجواب:

امام ذہبیؒ کی اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک امام ابو محمد الحارثی **(م ۳۴۰ھ)** نے اپنی مسند میں انتہائی کمزور اور موضوع حدیث نقل کی ہے، جس کو امام ابو حنیفہؒ نے بیان نہیں کیا۔

یہی وجہ ہے کہ امام ذہبیؒ نے ابو محمدؒ کو 'دیوان الضعفاء' میں ذکر کیا، لیکن بجائے کذاب اور حدیثیں گڑھنے والا کہنے کے، ان کے بارے میں صاف فرمایا کہ '**يأتي بعجائب واهية**' وہ عجیب اور کمزور روایتیں لاتے تھے۔**(دیوان الضعفاء: رقم ۲۲۹۷) اسکین ملاحظہ فرمائے**

دیوان الضعفاء والمتروكين

وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين

تأليف الإمام الحافظ شمس الدين بن عثمان بن قايماز الذهبي الدمشقي
تغمده الله تعالى برحمته آمين
٦٧٣ هـ _ ٧٤٨ م

حققه وعلق حواشيه
حماد بن محمد الانصاري
المدرس بالجامعة الإسلامية بالمدينة

نسخة عن المخطوطة ونقلها
محمد الديوي
من علماء الأزهر الشريف

نشر

طبع
مطبعة النهضة الحديثة
مكة ـ سوق الليل ـ خلف مكتبة ـ مكة المكرمة
١٣٨٧ هـ _ ١٩٦٧ م

٢٢٨٧ ـ عبد الله بن المغيرة الكوفي نزيل مصر ، قال ابن عدى : عامة حديثه لايتابع عليه .
٢٢٨٨ ـ عبد الله بن محمد بن عجلان عن أبيه : لايحل كتابة حديثه ، قاله ابن حبان .
٢٢٨٩ ـ عبد الله بن محمد بن عبد الملك عن جده ، قال البخاري : فيه نظر .
٢٢٩٠ ـ عبد الله بن محمد العدوي ، شيخ للوليد بن بكير ، كان يضع الحديث ـ ق ـ
٢٢٩١ ـ عبد الله بن محمد بن سنان الروحي عن روح بن القاسم : كذاب .
٢٢٩٢ ـ عبد الله بن محمد بن أبي أُسامة عن ابن لهيعة : متهم بالوضع .
٢٢٩٣ ـ عبد الله بن محمد بن سعد بن أبي مريم ، شيخ الطبراني ، قال ابن عدى : يحدث بالأباطيل ، فإما أن يكون مغفلا أو يتعمد .
٢٢٩٤ ـ عبد الله بن محمد البغوى ، ثقة ، ما تكلم فيه أحد بحجة .
٢٢٩٥ ـ عبد الله بن محمد بن القاسم عن يزيد بن هارون : ضعيف .
٢٢٩٦ ـ عبد الله بن محمد الخزاعي عن محمود بن خداش : كذاب .
٢٢٩٧ ـ عبد الله بن محمد بن يعقوب البخارى الفقيه : يأتي بعجائب واهية .
٢٢٩٨ ـ عبد الله بن محمد بن جعفر أبو القاسم القزويني الفقيه الشافعي قاضي الرملة ، قال أبو يونس : وضع أحاديث فافتضح .

٢٢٩١ ـ لقب بالروحي لأنه أكثر الرواية عن روح بن القاسم ، اهـ الميزان .
٢٢٩٥ ـ قال ابن حبان : يروى المقلوبات لايحتج به ، اهـ الميزان .

ـ ٢٢٧ ـ

بات بالکل واضح ہوگئی کہ امام ذہبیؒ نے انہیں کمزور اور موضوع حدیثیں نقل کرنے والا بتایا ہے، نہ کہ انہیں کذاب اور حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے۔

لیکن افسوس کہ بیچاری عوام کو دھوکہ دیتے ہوئے، زبیر علی زئی صاحب نے لکھ دیا کہ 'اس بیان میں حافظ ذہبیؒ نے حارثی مذکور کو کذاب قرار دیا ہے'، جو کہ باطل اور مردود ہے۔

نیز یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ کسی محدث یا کسی راوی کا کسی کمزور یا موضوع حدیثیں نقل کرنا اس راوی یا محدث پر جرح نہیں ہے، مگر یہ کہ کسی دلیل سے ثابت ہو جائے کہ اس نے خود وہ حدیث گھڑی ہو۔

چنانچہ، امام ترمذیؒ **(م ۲۷۹ھ)** مشہور ثقہ، حافظ، اور صاحب السنن ہیں، ان کی کتاب 'سنن الترمذی' صحاح ستہ میں داخل ہے، لیکن غیر مقلدین کے محدث، البانی صاحب کی تحقیق میں ترمذی میں '۱۶' موضوع اور من گھڑت حدیثیں ہیں، دیکھئے: **(سنن ترمذی بتحقیق البانی: حدیث: ۸۰۱، ۱۷۲، ۱۸۵۹، ۲۴۹۴، ۲۵۰۵، ۲۶۴۸، ۲۶۸۱، ۲۷۱۴، ۲۷۶۲، ۲۸۸۸، ۳۵۷۰، ۳۶۸۴، ۳۷۰۹، ۳۹۲۳، ۳۹۲۸، ۳۹۳۹)**

اور زبیر علی زئی کے نزدیک بھی سنن ترمذی میں '۴' حدیثیں موضوع ہیں۔ **(انوار الصحیفہ: ضعیف سنن ترمذی: حدیث نمبر ۱۷۲، ۳۰۵۹، ۳۵۴۹، ۳۷۰۹)**

ثابت ہوا کہ اہل حدیثوں کے نزدیک امام ترمذیؒ نے موضوع حدیثیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں، لیکن موضوع حدیثیں نقل کرنے کے باجود، کوئی ایک غیر مقلد، اہل حدیث بھی امام ترمذیؒ پر جرح نہیں کرتا۔

اسی طرح امام ابن ماجہؒ **(م ۲۷۳ھ)** مشہور حافظ الحدیث، ثقہ، اور صاحب السنن ہیں، ان کی کتاب 'سنن ابن ماجہ' بھی صحاح ستہ میں داخل ہے۔

لیکن البانی صاحب نے ابن ماجہ کی '۴۲' حدیثوں کو موضوع قرار دیا ہے۔ **(سنن ابن ماجہ بتحقیق البانی: حدیث نمبر ۴۹، ۵۵، ۶۵، ۱۴۱، ۲۲۲، ۲۴۸، ۴۲۴، ۷۱۲، ۸۹۶، ۱۲۴۲، ۱۳۱۶، ۱۳۷۳، ۱۳۸۸، ۱۴۳۷، ۱۴۶۱، ۱۴۸۱، ۱۷۴۹،**

۱۷۷۷، ۱۷۸۲، ۱۷۹۷، ۲۱۵۲، ۲۳۰۷، ۲۳۷۳، ۲۵۱۴، ۲۶۱۳، ۲۷۳۶، ۲۷۶۸، ۲۷۷۰، ۲۷۸۰، ۳۱۱۷، ۳۲۲۱، ۳۳۱۸، ۳۳۳۰، ۳۳۵۲، ۳۳۵۸، ۳۵۶۸، ۴۰۵۴، ۴۰۵۷، ۴۰۸۷، ۴۰۹۴، ۴۲۹۷، ۴۳۱۳)

جبکہ زبیر علی زئی نے، ابن ماجہ کی '۲۷' روایت کو موضوع و من گھڑت بتایا ہے۔ **(انوار الصحیفہ: ضعیف ابن ماجہ: حدیث نمبر: ۴۹، ۵۵، ۶۵، ۱۴۱، ۲۴۸، ۲۶۳، ۴۲۴، ۶۵۷، ۷۵۰، ۱۱۲۹، ۱۲۴۲، ۱۳۱۶، ۱۳۸۸، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۸۵، ۱۷۹۷، ۲۰۳۷، ۲۲۲۵، ۲۳۰۷، ۲۷۶۸، ۲۷۷۰، ۲۷۸۰، ۳۳۵۸، ۳۵۶۸، ۴۰۵۴، ۴۳۱۳)**

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اہل حدیثوں کے نزدیک ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں کئی موضوع حدیثیں نقل کی ہیں، جس کو رسول اللہ ﷺ نے بیان نہیں کیا ہے۔ لیکن اہل حدیث حضرت ابن ماجہؒ پر موضوع حدیثیں نقل کرنے کی وجہ سے کوئی جرح یا لب کشائی کریں گے ؟

پس، جو جواب اہل حدیث حضرات امام ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) اور امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) کے بارے میں دیں گے، وہی جواب ہمارا امام ابو محمد الحارثی (م ۳۴۰ھ) کے بارے میں ہو گا۔ لہذا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔

امام سلیمانیؒ، امام ابن العجمیؒ، امام سیوطیؒ، اور محدث محمد طاہر پٹنیؒ وغیرہ کی طرف منسوب جروحات کی حقیقت:

امام ابو الفضل احمد بن علی السلیمانی (م ۴۰۴ھ) کی جرح کی سند ہی نہیں ہے، اور زبیر علی زئی نے بھی اسے بے سند تسلیم کیا ہے، جو کہ خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں بے سند ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔

اسی طرح کی بے سند روایتوں پر اعتماد کرتے ہوئے، امام ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) نے ابو محمد الحارثیؒ کو '**الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث**' میں شمار کیا ہے، اور حدیث گھڑنے والا بتایا ہے، جو کہ خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں صحیح نہیں ہے۔

امام ابن العجمیؒ (م ۸۴۱ھ) کے الفاظ یہ ہیں: 'عبد الله بن محمد بن يعقوب الْحَارِثِيّ الْفَقِيه قَالَ بن الْجَوْزِيّ قَالَ أَبُو سعيد الرواس يتهم بِوَضْع الحَدِيث وَقَالَ أَحْمد السُّلَيْمَانِي كَانَ يضع هَذَا

الْإِسْنَاد على هَذَا الْمَتْن وَهَذَا الْمَتْن على هَذَا الْإِسْنَاد انْتهى وَهَذَا ضرب من الْوَضع'۔ **(الکشف الحثیث: صفحہ ۱۵۹)**

یعنی ابن العجمیؒ کی جرح کی بنیاد ابو سعید الرواسؒ اور احمد سلیمانیؒ کے بے سند اقول پر ہے۔ علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ 'بے سند کتابوں کے جتنے بھی حوالے ہوں، تحقیقی میدان میں مردود ہوتے ہیں'۔**(مقالات ۳: ۳۸۲)** بلکہ موصوف بے سند باتوں کو موضوع من گھڑت کہتے ہیں۔**(نور العینین : صفحہ ۳۰۸)** ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی بے سند روایتوں کو موضوع قرار دیا ہے۔**(مقالات ارشاد الحق اثری : صفحہ ۴۸)**

اور بقول غیر مقلدین کے ان ہی بے سند موضوع اقوال اور روایات کی بنیاد پر ابن العجمیؒ نے حارثیؒ پر جرح کی ہے، اور غیر مقلدین کے نزدیک اصل جرح پہلے لوگوں کی ہوتی ہے، جبکہ بعد کے لوگ تو صرف ناقل ہی ہوتے ہیں، جیسا کہ غیر مقلد محقق، ابوخرم شہزاد کہتے ہیں۔**(کتاب الضعفاء والمتروکین: صفحہ ۹۱)**

لہذا خود اہل حدیث حضرات کے اصول میں جب پہلے لوگوں کی جرح ہی ثابت نہیں ہے، تو بعد والے لوگوں کی جرح کا کیا اعتبار ہو گا۔ لہذا یہ جرح بھی مقبول نہیں ہے۔

اسی طرح، اہل حدیث محقق کفایت اللہ صاحب مؤمل بن اسماعیلؒ پر ابن حجرؒ کی جرح کا رد کرتے ہوئے، کہتے ہیں کہ: 'عرض ہے کہ غالباً ابن حجرؒ نے ابن معینؒ کی طرف منسوب ایک قول کی بنیاد پر کہی ہے، چنانچہ ابن حجرؒ سے پہلے اس طرح بات امام ابن معینؒ سے اب محرز نے نقل کی ہے، لیکن ابن محرز مجہول ہیں، ان کے ثقہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں'۔**(انوار البدر : ۱۷۵)**

الغرض جب اہلحدیث کے نزدیک ابن حجرؒ **(م ۸۵۲ھ)** کی جرح اسلئے قبول نہیں، کیونکہ انکی جرح کی بنیاد ابن معینؒ **(م ۲۳۳ھ)** کے ایک غیر ثابت قول پر ہے، تو پھر اس طرح خود انہیں کے اصول کی روشنی میں ابن العجمیؒ کی جرح جس کی بنیاد غیر ثابت اقوال پر ہے، وہ بھی مقبول نہیں ہو گی۔

اور خود علی زئی نے بھی ابن الجوزیؒ کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے، محض اس وجہ سے کہ ان کے پیش کردہ اقوال بھی کالعدم ہیں۔ لہذا علی زئی کے اصول کی روشنی میں بھی ابن العجمیؒ کی جرح بھی کالعدم ہو گی، ان (یعنی ابن العجمیؒ) کے پیش کردہ اقوال کے کالعدم ہونے کی وجہ سے۔

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کا بھی حوالہ علی زئی نے پیش کیا ہے، حالانکہ امام سیوطیؒ نے صرف اقوال نقل کئے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

’عبدالله بن محمد بن يعقوب البخاري قال في (الميزان): متّهم بوضع الحديث وقال في (المغني) يأتي بعجائب واهية، وقال الخليلي: حدّثونا عنه بعجائب‘۔ (ذیل اللآلی المصنوعۃ: جلد ۱: صفحہ ۳۸۶)

اسکین :

كتاب الطهارة　　　　٣٨٥

٤٥٨ - **الديلمي**(١): أخبرنا أبي أخبرنا أبو بكر المعبِّر(٢) أخبرنا علي بن إبراهيم بن عبدالله البلدي حدثنا حسين بن إسحق العجلي حدثنا يوسف بن سعيد بن مسلم حدثنا يحيى بن عنبسة حدثنا حميد الطويل عن أنس رفعه: (**لا تتوضؤوا في الكنيف الذي تبولون فيه فإنّ وضوء المؤمن يوزن مع الحسنات**(٣))(٤).

قال في (الميزان)(٥): هذا مِن وضع يحيى بن عنبسة.

أخرجه **ابن النجار**(٦) من وجه آخر عن يوسف بن سعيد به.

٤٥٩ - **الديلمي**(٧): أخبرنا أبو بكر عبدالله بن الحسين بن أحمد بن جعفر المزكي المقرئ أخبرنا أبي حدثنا أبو عمرو أحمد بن أُبَيّ الفراتي حدثنا عبدالله بن محمد بن يعقوب البخاري حدثنا الحسن بن سهل البصري ببلخ حدثنا عبدالرزاق أخبرنا معمر عن قتادة عن أنس قال: كان رسول الله ﷺ إذا استاك قال: (**اللهمّ اجعل سواكي رضاك عنّي واجعله طهوراً وتمحيصاً وبيّض به وجهي ما**(٨) **تبيض به أسناني**)(٩).

(١) مسند الفردوس [كما في زهر الفردوس (ج ٤ ص١٥٦)].
(٢) في زهر الفردوس زيادة: (أخبرنا علي بن إبراهيم البزار).
(٣) في (خ): (مع حسناته)، وأشار في حاشية الأصل إلى أنها كذلك في نسخة.
(٤) رواه ابن عدي في الكامل (٧/ ٢٧٠٩) [ترجمة يحيى بن عنبسة] من طريق يوسف بن سعيد بن مسلم به، ولفظ ابن عدي: (لا يتوضأ أحدكم في موضع استنجائه، فإنّ الوضوء يوضع مع الحسنات في الميزان يوم القيامة).
قال ابن عدي: (حديث منكر).
وذكره ابن عراق في تنزيه الشريعة (٢/ ٧٤) رقم٣١، والألباني في سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة (٢/ ٢٢٣) رقم٨١٨.
(٥) (٤/ ٤٠٠). وقد ساقه الذهبي من رواية ابن عدي، فكان عزو الحديث إليه أولى.
(٦) ذيل تاريخ بغداد (٢/ ٢٢٧-٢٢٨)، وتصحف فيه عنبسة إلى عيينة.
(٧) مسند الفردوس [كما في زهر الفردوس (ج ١/ ٣ ص١٩٩)].
(٨) في زهر الفردوس: (كما).
(٩) ذكره الديلمي في تنزيه الشريعة (٢/ ٧٤) رقم٣٢.

٣٨٦　　　　الزيادات على الموضوعات

عبدالله بن محمد بن يعقوب البخاري(١) قال في (الميزان)(٢): متّهم بوضع الحديث(٣).

وقال في (المغني)(٤): يأتي بعجائب واهية.

وقال الخليلي: حدّثونا عنه بعجائب(٥).

٤٦٠ - **الديلمي**(٦): أخبرنا أبي أخبرنا أبو علي البناء أخبرنا علي بن أحمد الرزاز حدثنا أبو بكر الشافعي حدثنا الحسن بن سعيد الموصلي حدثنا إبراهيم بن حيّان حدثنا حمّاد بن زيد عن أيوب عن الحسن عن أبي هريرة رفعه: (**يا أبا هريرة اغتسل في كلّ جمعة ولو أن تشتري الماء بقوت يومك**)(٧).

إبراهيم بن حيّان قال ابن عدي: أحاديثه موضوعة(٨).

٤٦١ - **ابن عساكر**(٩): قرأتُ بخطّ أبي الحسين الميداني عن عبدالعزيز بن أحمد أخبرنا عبدالوهاب الميداني حدّثني أبو الحسن علي بن محمد بن بلاغ إمام الجامع بدمشق حدثنا أبو بكر محمد بن علي المراغي حدثنا أبو يعلى أحمد بن علي بن المثنى الموصلي حدثنا عبدالأعلى بن حماد النرسي حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت

(١) تقدم في الحديث رقم(١٢).
(٢) (٢/ ٤٩٦) رقم٤٥٧١.
(٣) نقله الذهبي عن ابن الجوزي عن أبي سعيد الرواس.
(٤) ديوان الضعفاء والمتروكين ص٢٢٧ رقم٢٢٩٧. وفي المغني (١/ ٥٠٧) رقم٣٣٤٩ نقل قول أبي سعيد الرواس المتقدم.
(٥) الإرشاد (٣/ ٩٧٢) رقم٨٩٩.
(٦) مسند الفردوس [كما في زهر الفردوس (ج ٤ ص٢٧٢)].
(٧) ذكره ابن عراق في تنزيه الشريعة (٢/ ٧٤) رقم٣٣.
(٨) الكامل (١/ ٢٥٣).
(٩) تاريخ دمشق (٤٣/ ٢١١) ترجمة علي بن محمد بن القاسم بن بلاغ المقرئ.

اور امام اہل حدیث ابو القاسم بنارسی صاحب کہتے ہیں کہ ’ **نقل امر اس بات کو مستلزم نہیں، کہ ناقل کا بھی وہی مذہب ہو**‘۔ (**دفاع بخاری: صفحہ ۱۴۴**) یعنی اہل حدیثوں کے امام کے نزدیک اگر کوئی محدث کسی بات کو نقل کرے، تو اس نقل کرنے والے محدث کا اس بات سے متفق ہونا ضروری نہیں، جس کو اس نے نقل کیا ہے۔ لہذا علی زئی صاحب کا امام سیوطیؒ کو جارحین میں شمار کرنا خود اپنے امام کے اصول کی روشنی میں مردود ہے۔

پھر امام سیوطیؒ کی جرح کی بنیاد بھی بے سند اقوال پر ہیں ہے۔ بے سند اقوال کے بارے میں، اہل حدیث ’علامہ‘ رئیس ندوی سلفی کہتے ہیں کہ وہ جھوٹے قرار دینے کے لائق ہیں۔ (**سلفی تحقیقی جائزہ: صفحہ ۷۷**) اسی طرح کی بات علی

زئی، اثری صاحب نے بھی کہی ہے، جیسے کہ حوالے اوپر گذر چکے۔ لہذا خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں بے سند جروحات کالعدم ہیں، جس کی وجہ سے امام سیوطیؒ کی جرح بھی کالعدم ہوگی۔

نیز، اہل حدیث حضرات کے نزدیک امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کذاب ہیں۔ **(اللمعات: جلد ۲: صفحہ ۸۶، احسن الجدال: صفحہ ۵۸۔۵۹)** لہذا ان کی جرح کا، ان کے اصول کی روشنی میں کوئی اعتبار نہیں۔

اور علی زئی صاحب نے محدث محمد طاہر پٹنیؒ (م ۹۸۵ھ) کا حوالہ دیا کہ انہوں نے بھی ابو محمد الحارثیؒ پر حدیث گھڑنے کی جرح کی ہے، یہ زبیر علی زئی صاحب کی خیانت ہے، کیونکہ علامہ پٹنیؒ نے اس کی وضاحت نہیں کی، جرح ابو محمد الحارثیؒ پر ہے یا کسی اور راوی پر؟

ان کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے: **’كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَاكَ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ سِوَاكِي رِضَاكَ عَنِّي وَاجْعَلْهُ طَهُورًا وَتَمْحِيصًا وَبَيِّضْ وَجْهِي مَا تُبَيِّضُ بِهِ أَسْنَانِي» فِيهِ مُتَّهم بِالْوَضْعِ‘۔ (تذکرۃ الموضوعات: صفحہ ۳۲) اسکین ملاحظہ فرمائے**

تذكرة الموضوعات

للعالم العلامة والحبر الفهامة السيد التكلان
لأديب الفاضل اللبيب/محمد طاهر بن علي الهندي
الفتني المتوفى سنة ۹۸۶ هـ

وفي ذيلها

قانون الموضوعات والضعفاء

للعلامة المذكور

« أعيد طبعه بالاوفست »

دار
احياء التراث العربي
بيروت – لبنان

—۳۲—   (تذكرة الموضوعات للفتني)

والذى بعثنى بالحق ياأنس مامن عبد قالها عند وضوئه لم تقطر من خلل أصابعه قطرة الا خلق الله تعالى ملكا يسبح الله بسبعين لسانا يكون ثواب ذلك التسبيح له الى يوم القيامة » فيه عبادة بن صهيب متهم وقال البخارى والنسائى متروك وفيه احمد بن هاشم أتهمه الدارقطنى وقد نص النووى ببطلان هذا الحديث وانه لاأصل له : وتعقبه شارح المنهاج بأنه روى من طرق مثله عن أنس رواه ابن حبان فى ترجمة عباد بن صهيب وقد قال أبو داود انه صدوق قدرى وقال احمد ما كان صاحب كذب انتهى : قال ابن حجر يشهد المبتدئ فى هذه الصناعة انها موضوعة : ومعنى قول احمد وأبى داود انه كان لايتعمد الكذب بل يقع ذلك منه من غلطته وغفلته ولذلك ترك وكذب والراوى عن عباد ضعيف أيضاً وروى مثله بزيادة بعض الأدعية عن الحسن البصرى عن على رفعه : قال ابن حجر حديث غريب وفيه خارجة بن مصعب تركه الجمهور وكذبه ابن معين : قال ابن حبان كان يدلس عن الكذابين رووها عن الثقات « الوضوء مد والغسل صاع وسيأتى أقوام من بعدى يستقلون ذلك أولئك خلاف أهل سنتى والآخذ بسنتى معى فى حظير القدس منتزه أهل الجنة » فيه عنبسة مجروح « لاتتوضئوا في الكنيف الذى تبولون فيه فان وضوء المؤمن يوزن مع حسناته » وضعه يحيى بن عنبسة « كان صلى الله عليه وسلم اذا استاك قال اللهم اجعل سواكى رضاك عنى واجعله طهوراً وتمحيصاً وبيض وجهى ماتبيض به أسنانى » فيه متهم بالوضع « الوضوء من البول مرة ومن الغائط مرتين ومن الجنابة ثلاثاً ثلاثاً » فيه ابن فايد منكر « ان شيطاناً بين السماء والارض يقال له الولهان معه ثمانية أمثال ولد آدم من الجنود وله خليفة يقال له خنزب » الخ قال ابن الجوزى موضوع: وفى اللآلى « المضمضة والاستنشاق ثلاثاً فريضة للجنب » موضوع « من اغتسل من الجنابة حلالا أعطاه الله تعالى مائة قصر من درة بيضاء وكتب الله له بكل قطرة ثواب الف شهيد » وضعه دينار « لاتغسلوا بالماء الذى يسخن فى الشمس فانه يعدى من البرص » فيه مجهول وحديثه غير محفوظ وليس فى الماء المشمس شىء يصح مسنداً انما يروى فيه شىء من قول

پس، مجروح کے متعین (یعنی جس پر جرح کی ہے، اس کا تعین) ناہونے کی وجہ سے جرح مقبول نہیں ہے۔ نیز بقول غیر مقلدین اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ محدث پٹنیؒ کی یہ جرح ابو محمدؒ پر ہے تو بھی جرح غیر مقبول ہے، کیونکہ ان کی جرح غیر ثابت اقوال پر مبنی ہے، جیسا کہ اہل حدیث حضرات کا اصول ہے۔

لہذا خود اہل حدیث حضرات کے اپنے اصول کی روشنی میں امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثیؒ (م ۳۴۰؁ھ) پر کذاب اور حدیثیں گھڑنے کی کوئی جرح ثابت نہیں ہے، لہذا انہیں کذاب اور حدیثیں گھڑنے والا قرار دینا باطل و مردود ہے۔

دیگر علماء کی جرح:

حافظ خلیلیؒ کی جرح:

علی زئی صاحب نے حافظ خلیلی (م ۴۴۶؁ھ) سے نقل کیا ہے کہ: '**یعرف له بالاستاذ، له معرفة بهذا الشأن، وهو لين، ضعفوه**' وہ استاد کے لقب سے معروف ہیں، انہیں علم کی معرفت تھی اور وہ کمزور ہیں، انہیں (محدثین نے) ضعیف قرار دیا ہے، وہ ایسے حدیث بیان کرتے تھے، جس میں ان کی مخالفت کی جاتی تھی۔ (**مقالات: جلد ۵ : ص ۲۳۷**)

الجواب:

'لین' کے بارے میں کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ بہت ہلکی جرح ہے، جس سے تضعیف لازم نہیں آتی ہے۔ (**مسنون رکعات تراویح: صفحہ ۲۴**) لہذا یہ جرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

علی زئی کی دوغلی پالیسی:

خود علی زئی صاحب اپنی کتاب (**مقالات: جلد ۱ : ۴۵۳**) پر اپنے من پسند راوی پر ایک جرح '**قالوا: کان یضع الحدیث**' کو مردود قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں '**قالوا**' کا فاعل نامعلوم اور مجہول ہے۔

اسکین :

مقالات 453

جھوٹی، خانہ ساز روایات بیان کرتا تھا۔ (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۸۲)

دولابی بذاتِ خود قولِ راجح میں ضعیف ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۳/ ۴۵۹) ولسان المیزان (۵/ ۴۱، ۹۴۲)

امام ابن عدی نے (دولابی ضعیف کا یہ قول ردّ کرتے ہوئے) کہا: "وابن حماد متهم فيما يقول ـــ يعني ـــ في نعيم لصلابته فى أهل الرأي" ابن حماد (دولابی) نعیم کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے متہم ہے۔ کیونکہ وہ (دولابی) اہل الرائے میں بہت پکا (یعنی اہلِ سنت کا سخت مخالف) تھا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۶۴/ ۲۵ وسندہ صحیح)

اس قول کے باطل وساقط ہونے کی تیسری دلیل جارح کا مجہول ہونا ہے۔ جس شخص کا اپنا اتا پتا معلوم نہیں اس کی جرح کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

(۱) الدولابي: دولابی نے نعیم پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ (الکامل ص ۲۴۸۲ ج ۷)

یہ الزام دو وجہ سے مردود ہے:

۱: دولابی بذاتِ خود ضعیف ہے۔ کما تقدم

۲: اس کا شیخ "غیـــرہ" مجہول اور متہم ہے لہٰذا مجہول و متہم شیخ سے جرح لے کر اُسے اندھا دھند مؤثر قرار دینا انتہائی غلط بات ہے۔

(۲) الازدی: ازدی نے کہا: قالوا: "كان يضع الحديث" إلخ انھوں نے کہا کہ وہ (نعیم) حدیث گھڑتا تھا۔ الخ (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۱۲)

یہ قول دو وجہ سے مردود ہے:

۱: قالوا کے فاعلین نامعلوم و مجہول ہیں۔

۲: ازدی بذاتِ خود ضعیف ہے۔

دیکھئے تاریخ بغداد (۲/ ۲۴۴ ت ۷۰۹) اور میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۵۲۳)

(۳) ابو احمد الحاکم نے کہا: "ربما يخالف في بعض حديثه" بعض اوقات اس کی بعض احادیث میں مخالفت کی جاتی ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۶۹)

صفحہ: ۴۷۶ پر لکھتے ہیں کہ '**یقال**' کا فاعل نامعلوم ہے اور پھر جرح کو مردود قرار دیا ہے۔

اسی طرح **صفحہ ۴۸۰** پر ایک جرح کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'اس جرح میں '**کان یقال**' کا فاعل نامعلوم ہے، لہذا یہ جرح بھی ساقط ہے'۔ **صفحہ: ۴۲۹** پر '**يقولون أنه كان يغلط ويختلفون في حديثه**' کی جرح میں کہتے ہیں کہ '**یقولون**' کا فاعل نامعلوم ہے۔ الغرض جب زبیر علی زئی کے اپنے من پسند راوی کو ثقہ ثابت کرنا ہوتا ہے، تو اپنے یہ سب اصول پیش کر کے، وہ اپنے راوی کا دفاع اور اس کی جرح کا جواب دے کر اسے ثقہ ثابت کرتے ہیں۔

لیکن جب ان کو کسی راوی کو ضعیف ثابت کرنا ہوتا ہے یا اپنے مسلک کی خلاف آنے والی روایت کے راوی کو کمزور بتانا ہوتا ہے، تو موصوف اپنا یہ اصول بھول کر اس راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ بالکل یہی حرکت انہوں نے ابو محمد الحارثیؒ پر امام خلیلیؒ کی جرح کے سلسلہ میں کی ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جس طرح انہوں نے '**قالوا**'، '**یقال**'، اور '**یقولون**' کے فاعل نامعلوم ہونے کی وجہ سے جرح کو رد کر دیا، بالکل اسی طرح '**ضعفوہ**' کی جرح بھی اس کا فاعل نامعلوم ہونے کی وجہ سے رد کر دینا چاہیے تھا۔

لیکن موصوف نے اپنی دوغلی پالیسی اور احناف سے ان کے تعصب کا ثبوت دیتے ہوئے 'ضعفوہ' کا فاعل محدثین کو بتایا ہے۔ **(مقالات: جلد ۵ :ص ۲۳۷) اسکین ملاحظہ فرمائے**

237 مقالات ⑤

ممکن ہے کہ یہ تصحیف ہو جیسا کہ حوالۂ مذکورہ کے مکمل سیاق سے ظاہر ہے، ورنہ ابو محمد الحارثی کے پاس احادیث کو منسوخ کرنے کا اختیار کہاں سے آ گیا تھا؟!

مکتبہ شاملہ میں کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی والے نسخے میں "یشبج الحدیث" کے الفاظ ہیں۔ (ج۱ص۳۸۴ح ۳۳۷)

جس راوی پر جمہور محدثین کی جرح ثابت ہو تو اس کے بارے میں "یشبج الحدیث" کا مطلب "یضع الحدیث" ہوتا ہے اور جس راوی کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہو تو اس کے بارے میں "یشبج الحدیث" کا مطلب جارح کے نزدیک "یضطرب في أحادیثه" ہوتا ہے اور یہاں یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح اور ناقابلِ قبول ہوتی ہے۔

۳) ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ نے (متوفی ۴۰۵ھ) نے ابو محمد الحارثی کو موضوع روایات بیان کرنے والا قرار دیا، جیسا کہ فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

٤) حافظ ابو یعلیٰ خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے فرمایا: " یعرف بالأستاذ . له معرفة بهذا الشان وهو لین ضعفوه ، یأتي بأحادیث یخالف فیها. حدثنا عنه الملاحمي و أحمد بن محمد بن الحسین البصیر بعجائب ... " وہ استاد (کے لقب) سے معروف ہے، اسے اس علم کی معرفت حاصل تھی اور وہ کمزور ہے، انھوں (محدثین) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، وہ ایسی احادیث بیان کرتا تھا جس میں اس کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ملاحی اور احمد بن محمد بن حسین البصیر نے ہمیں اس سے عجیب روایتیں بیان کیں۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۳/۹۷۲ ت ۸۹۹)

بعض نے خلیلی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ابو محمد (البخاری) تدلیس کرتا تھا۔ واللہ اعلم

٥) حافظ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے ابو محمد الحارثی کے بارے میں فرمایا: " صاحب عجائب و مناکیر و غرائب " عجیب و غریب اور منکر روایتیں بیان

الغرض اس طرح دھوکے اکثر غیر مقلدین علماء بے چاری عوام کو دیتے رہتے ہیں۔

خطیب بغدادیؒ اور دیگر علماء کی جرح:

علی زئی نے خطیب بغدادیؒ **(م ۴۶۳ھ)** سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حارثیؒ کو '**صاحب عجائب ومناکیر وغرائب**' اور '**لیس بموضع الحجة**' کہا ہے۔ **(مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸)**

الجواب:

کسی راوی کا منکر، غریب، عجیب، وغیرہ روایت کرنا یہ خود غیر مقلدین کے نزدیک نا جرح ہے اور نا ہی اس سے راوی کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے، جس کے حوالے امام حاکم **(م ۴۰۵ھ)** کی طرف منسوب جرح کے جواب میں گزر چکے۔

اور '**لیس بموضع الحجة**' یا '**لیس بحجة**' یا '**لیس بثقة**' یا '**غیر ثقة**' وغیرہ اسی طرح کی جروحات کے بارے میں غیر مقلد ریسرچ ڈاکٹر سہل حسن صاحب کہتے ہیں کہ 'یہ تمام عبارتیں راوی کی جرح کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور ان سب کا تعلق، مراتب جرح میں پہلے مرتبہ سے ہے، جو سب سے ہلکا مرتبہ ہے۔ نیز، ایسے راویوں کی روایت کو قابل اعتبار بھی بتایا ہے۔ **(معجم اصطلاحات الحدیث: صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱)** اور یہی جواب حافظ سمعانیؒ **(م ۵۶۲ھ)** اور امام ابن الاثیر جزریؒ **(م ۶۳۰ھ)** کی جرح '**لم یکن ثقة**' کا بھی ہے۔

اسی طرح امام ابن ناصر الدینؒ **(م ۸۴۲ھ)** نے صرف امام سمعانیؒ کا قول '**لم یکن ثقة**' نقل کیا ہے، لیکن خود اہل حدیثوں کے اصول 'نقل امر اس بات کو مستلزم نہیں، کہ ناقل کا بھی وہی مذہب ہو'، سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابن ناصر الدین کے نزدیک راوی ضعیف ہو۔ پھر ہم نے حافظ سمعانیؒ کا جواب بھی دے دیا ہے۔

لہذا یہ عبارت بھی اہل حدیث حضرات کے نزدیک ان کے اصول کی روشنی میں کچھ کام کی نہیں ہے۔ اور علی زئی امام ابو زرعہ احمد بن الحسین الرازی الصغیرؒ **(م ۳۷۵ھ)** سے نقل کیا ہے کہ انہوں حارثیؒ کو ضعیف کہا ہے، حالانکہ

'ضعیف' کو امام اہل حدیث ابو القاسم بنارسی صاحب بے ثبوت اور غیر مفسر جرح قرار دیتے ہیں۔ **(دفاع بخاری: صفحہ ۵۰۰)** لہذا خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں حارثیؒ پر کوئی ٹھوس جرح نہیں ہے۔

نوٹ: اگر بقول غیر مقلدین کے حافظ خلیلیؒ حافظ سمعانیؒ، امام ابن الاثیرؒ اور حافظ ابو زرعہ الرازی الصغیرؒ کی جروحات کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو گا کہ امام حارثیؒ میں ضعف اور کمزوری ہے۔ لیکن اگر ان کا کوئی متابع یا شاہد مل جائے، تو ان پر یہ ضعیف اور کمزوری والی جرح بھی مردود ہو جائے گی۔

اب امام حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) کی توثیق ملاحظہ فرمایئے:

(۱) حافظ ابو بکر محمد بن ابی اسحاق البخاریؒ (م ۳۸۴ھ) امام حارثیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: **الشيخ، الإمام، الفقيه۔ (بحر الفوائد المشهور بمغاني الأخبار: ص ٦٠، ٢٨٦)**

امام اور فقیہ کہنا خود زبیر علی زئی کے نزدیک توثیق ہے۔ چنانچہ **نور العینین: صفحہ ۵۵** پر عثمان بن الحکم المصریؒ کو ثقہ ثابت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'ابن یونس مؤرخ مصری نے کہا ہے کہ وہ فقیہ اور متدین تھا۔' **اسکین ملاحظہ فرمائے**

نور العینین فی اثبات رفع الیدین 35

دیکھ کر جیئے اور جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔

1- پہلا مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"عثمان بن الحکم الجذامی ضعیف ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: لَهُ أَوْهَامٌ (تقریب) اس کی روایتوں میں غلطیاں ہیں اور علامہ ذہبیؒ میزان ص ۳۲ ج ۳ میں فرماتے ہیں: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ کہ یہ راوی قوی نہیں ہے۔"

[نور الصباح، مقدمہ طبع دوم ص ۱۹ بترقیمی، نمبر ۱۵]

جواب: یہ سارا بیان غلط ہے۔

① عثمان بن الحکم کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

② حافظ ابن حجر کی بات آدھی نقل کی گئی ہے، ان کا پورا کلام آگے آ رہا ہے۔ اوہام سے کون پاک ہے؟ اس روایت میں ان کا وہم ثابت کریں تو اور بات ہے ورنہ صرف لہ أوہام کی وجہ سے ایک صدوق راوی کی روایت کو کیوں کر رد کیا جا سکتا ہے؟

③ امام ذہبی نے عثمان مذکور کو لیس بالقوی نہیں کہا بلکہ میزان کے بعض نسخوں میں ہے کہ ابو عمر نے کہا ہے (ج ۳ ص ۳۲) یہ ابو عمر (یہاں) غیر متعین ہے اور اس عبارت کی صحت بھی مشکوک ہے۔ تیسرے یہ کہ القوی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قوی بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

عثمان بن الحکم الجذامی المصری کو امام احمد بن صالح المصری نے ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب ۱۰۲/۷) ابن یونس مؤرخ مصری نے کہا کہ وہ فقیہ اور متدین تھا (ایضاً) ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (کتاب الثقات ۴۵۲/۸) ابن ابی مریم نے کہا: کان من خیار الناس (صحیح ابن خزیمہ ۳۴۵/۱) ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا۔ (ایضاً) (نیز دیکھیں لسان المیزان ۲۲۷/۱) ابن حجر نے کہا: صدوق له أوهام (التقریب ص ۲۳۳)
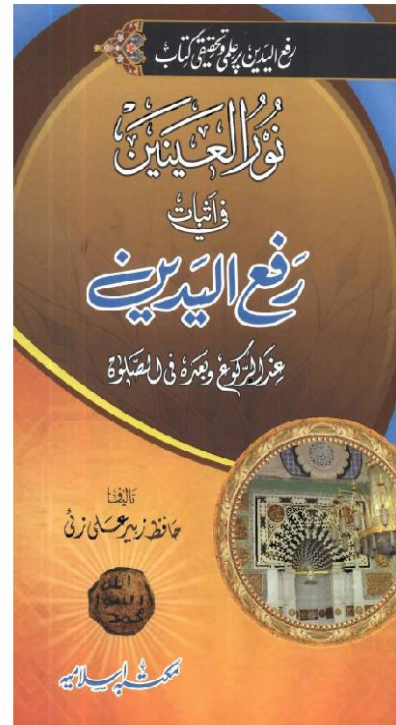
صفحہ: ۹۴ پر '**الامام الحافظ شیخ الاسلام**' کے الفاظ کو توثیق میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح **صفحہ: ۵۵** پر '**وکان إماما حافظا رأسا فی الفقه والحدیث ومجتهدا من أفراد العالم فی الدین والورع والتأله**' کے الفاظ کو توثیق بتایا ہے۔

مقالات: جلد ۵: صفحہ ۵۵۵ پر '**امام فی القرأة، فقیه زاهد**' کے الفاظ کو توثیق میں شمار کیا ہے۔

مقالات: جلد ۶: صفحہ ۱۲۲ پر علی زئی صاحب احمد بن مسلمؒ کی توثیق ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبد الھادیؒ نے فرمایا کہ '**الامام الحافظ محدث بغداد**' ۔

مقالات: جلد ۶: صفحہ ۱۳۴ اور **۱۳۵** پر '**الامام العلامة المحدث المسند قاضی الجماعة وکان فقیها عالما**' کے الفاظ کو توثیق میں ذکر کیا ہے۔

مقالات: جلد ۶: صفحہ ۱۴۵ پر '**الامام المحدث المفسر**' کو بھی توثیقی الفاظ میں شمار کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ خود ان کے نزدیک بھی کسی راوی کو امام یا فقیہ کہنا توثیق ہے، مگر موصوف ہمارے راوی کے بارے میں یہ سب باتیں بھول گئے۔

اسی طرح شیخ کہنا بھی غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی توثیق ہے۔ چنانچہ، غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود صاحب 'شیخ' تعدیل کے الفاظ میں شمار کرتے ہیں ۔ **(اصطلاحات المحدثین : صفحہ ۱۷)** امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بھی 'شیخ' کو تعدیل کے الفاظ قرار دیا ہے۔ **(میزان الاعتدال: جلد ۱: صفحہ ۴،۳)**

بلکہ اہل حدیث عالم ڈاکٹر سہل حسن صاحب لفظِ تعدیل 'شیخ' کو 'صدوق' اور 'لا بأس به' کے درجہ کی تعدیل قرار دیتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ ان کی (یعنی جس راوی کو شیخ کہا جائے، اس کی) احادیث قابل قبول ہے۔ **(معجم الاصطلاحات: صفحہ ۳۲۴)** اور غیر مقلد عالم، اقبال احمد 'بسکوہری' صاحب بھی جس راوی کو شیخ کہا جائے، اس کی روایت کو قابل اعتبار کہتے ہیں۔ **(علوم الحدیث: صفحہ ۲۸۷،۲۸۸)**

معلوم ہوا کہ امام ابو بکر محمد بن ابی اسحاق البخاریؒ کے نزدیک امام ابو محمد الحارثیؒ کی روایت قابل اعتبار اور قابل قبول ہے۔

(۲) امام **محمد بن الفضل أبو بكر، البخاري (م۳۸۱ھ)** نے آپؒ کو '**الشيخ الفقيه الحافظ**' قرار دیا ہے۔ **(بغیۃ الطلب: جلد ۱۰: صفحہ ۴۳۴۹)**

اسکین:

بغية الطلب في تاريخ حلب

صنفه ابن العديم

الصاحب كمال الدين عمر بن أحمد بن أبي جرادة

الجزء العاشر

حققه وقدم له الدكتور سهيل زكار

دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع

وسنذكرها في (٢٣ـظ) حرف الفاء فيمن اسمه فاطمة من النساء ان شاء الله تعالى •

أنبأنا جماعة من شيوخي عن الشيخ الامام علاء الدين الكاساني ، ونقلته من خطه ، قال : أخبرنا الشيخ الإمام الأجل الاستاذ علاء الدين ــ يعني ــ محمد بن أبي أحمد السمرقندي قال : حدثني الشيخ الامام أبو علي الحسن بن محمد بن خدام البخاري قال : حدثنا الشيخ القاضي الامام أبو علي الحسين بن الخضر بن محمد النسفي ، جدي رحمه الله ، قال حدثنا الشيخ الإمام الجليل أبو بكر محمد ابن الفضل الكاغدي قال : حدثنا أبو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب الحارثي الشيخ الفقيه الحافظ قال : أخبرنا أبو محمد عبد الرحمن بن اسحق السمناني قال : حدثنا اسماعيل بن توبة القزويني قال : حدثنا امام المسلمين محمد بن الحسن الشيباني رحمة الله عليه قال : حدثنا أبو حنيفة رحمه الله قال : حدثنا علقمه بن مرثد عن ابن بَرَيْدة عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان إذا بعث جيشا قال : اغزوا بسم الله ، وفي سبيل الله ، قاتلوا من كفر بالله • لاتغلوا ، ولا تغدروا ، ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليداً ، وإذا حاصرتم مدينة أو حصنا فادعوهم إلى الاسلام فإن أسلموا فأخبروهم أنهم من المسلمين لهم مالهم وعليهم ماعليهم (۱) الحديث •

أخبرني الشريف أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن محمد البخاري الاصل (٢٤ـو) الحلبي المولد والمربى ، والشيخ نظام الدين محمد بن عتيق الديباجي الحنفي قالا : قال الشيخ الامام علاء الدين أبو بكر الكاساني في أول اعتقاده ، وسمعناه منه : لا شيء أرضى عند الله تعالى من هداية العباد الى سبيل الرشاد ، والإبانة لهم عن المرضي من الاعتقاد ، وهو اعتقاد السنة والجماعه إذ به ينال خير الدارين وسعادة المحلين ، فمن تمسك به فقد اتبع الهدى ، ومن حاذ عنه فقد ضلّ وغوى ، وذكره إلى آخره (٢٤ـظ) •

١ ــ انظره في كنز العمال : ٨/٤ ١١٠٠ ، ١١٤٣٠ •

ــ ١٣٤٩ ــ

کسی کو فقیہ، شیخ کہنا یہ غیر مقلدین کے نزدیک توثیق ہے، جس کے حوالہ گذر چکے۔

اسی طرح، غیر مقلدین علماء کے نزدیک اگر کسی راوی کو '**حافظ**' کہا جائے، تو یہ ان کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی توثیق ہے، بلکہ '**ثقہ**' اور '**حافظ**' دونوں ایک درجہ کی توثیق ہیں بلکہ بعض یہاں تک لکھتے ہیں کہ 'حافظ کا درجہ ثقہ سے زیادہ ہے'۔

ا۔ اہل حدیث محقق کفایت اللہ سنابلی صاحب کے نزدیک 'کسی راوی کو حافظ کہنا، اس کو ثقہ کہنے سے زیادہ بہتر ہے' ۔ چنانچہ ابو عبید الآجریؒ کو،

ب۔ امام ذہبیؒ نے حافظ کہا ہے، تو ان کو ثقہ ثابت کرتے ہوئے سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ امام ذہبیؒ نے 'حافظ' کا درجہ ثقہ سے بھی بڑھ کر بتایا ہے۔ **(انوار البدر: ٦٨) اسکین ملاحظہ فرمائے**

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر 1

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، دلائل، اور شبہات کا ازالہ

اَنْوارُ البَدْر

فی

وَضعِ الیَدینِ علی الصَدْر

از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر 68

آپ میں کوئی حرج نہیں آپ ثقہ ہیں۔[سؤالات الآجری:٥/الورقة :١٨ بحواله حاشيه تهذيب الكمال للمزی:١٢/٩٨]۔(١)

امام أبوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:٢٧٧) نے کہا:

محله الصدق وفی حديثه بعض الاضطراب.

آپ سچے ہیں اور آپ کی بعض احادیث میں اضطراب ہے۔[الجرح والتعديل :١٤١/٤]۔

عرض ہے کہ ابوحاتم نے صرف ان کی بعض احادیث میں اضطراب بتلایا ہے یعنی ان کی اکثر احادیث صحیح وسالم ہے اور اصول حدیث کا بنیادی قانون ہے کہ غالب حالت ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔اس لئے غالب حالت کے اعتبار سے ان کی احادیث صحیح وسالم ہیں۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:٣٥٤) نے آپ کو ثقات میں ذکر کرتے ہوئے کہا:

كان فقيها ورعا.

آپ فقیہ اور پرہیزگار تھے۔[الثقات لابن حبان ت العثمانية:٣٨٠/٦]۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی:٣٦٥) نے کہا:

ثبت صدوق.

آپ ثبت اور صدوق ہیں۔[الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:٢٦٢/٤]۔

(١) امام ذہبی نے ابوعبید الآجری پر جرح سے نفی کی ہے [سیر أعلام النبلاء:١١/٣٧٧] اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں حافظ کہا ہے [ایضا:٩/٣٦]۔یہ قرینہ بتاتا ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔بالخصوص جبکہ امام ذہبی نے ''حافظ'' کا درجہ ثقہ سے بھی بڑھ کر بتلایا ہے [الموقظة للذھبی:ص٥٥] نیز تمام اہل فن نے بالاتفاق ان سے حجت پکڑی ہے یہ بھی ان کی ثقاہت کی دلیل ہے۔بالفرض یہ ثقہ نہیں ہیں تو کم از کم ان کے عادل ہونے میں کلام نہیں کیونکہ بغیر کسی جرح کے امام مزی، امام ذہبی اور حافظ ابن حجر جیسے اہل فن نے انہیں حافظ کہا ہے۔[تھذیب الکمال:١١/٣٦١، سیر أعلام النبلاء:١١/٣٧٧، تھذیب التھذیب:٤/١٧٠]۔نیز تمام محدثین واہل علم نے ان سے حجت پکڑی ہے۔

پھر جب یہ عادل ہیں تو انہوں نے امام ابوداؤد سے براہ راست اقوال نقل کئے ہیں اس لئے یہاں ضبط کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اور رہی نسخہ کی سند تو ان کی یہ کتاب اہل فن کے مابین متداول اور مشہور رہی ہے اور ایسا نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا، دیکھئے: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص٣٥٣،٣٥٤۔

ج۔ غیر مقلد ریسرچ ڈاکٹر سہل حسن صاحب نے ذکر کیا ہے کہ ابن حجرؒ نے 'حافظ' کو اور اسی طرح 'امام' کو 'ثقہ'، 'ثبت'، 'حجۃ' کے درجہ کی تعدیل قرار دیا ہے، جو کہ تعدیل کا تیسرا درجہ ہے۔ خود سہل صاحب لکھتے ہیں کہ ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کے تیسرے درجہ کے راویوں کی روایت قابل قبول اور قابل حجت ہے۔ (**معجم اصطلاحات الحدیث: ۴۱۴۔۴۱۵**)

د۔ بقول شیخ بدیع الدین شاہ راشدی کے، (**التنقید الشدید: صفحہ ۳۲، تذکرۃ الحفاظ: جلد ۴: صفحہ ۱۴۹**) اہل حدیث محدث و حافظ ابن صلاحؒ (**م ۶۴۳؁**) 'حافظ کو ثقہ کے درجہ کی تعدیل قرار دیتے ہیں'۔ (**مقدمہ ابن الصلاح: صفحہ ۱۲۲**)[20]

ھ۔ امام نووی (**م ۶۷۶؁**)[21] نے بھی حافظ کو ثقہ کے درجہ کی تعدیل قرار دی ہے۔ (**التقریب للنووی: صفحہ ۵۲**)

و۔ اسی طرح اہل حدیث عالم مولانا اقبال احمد 'بسکوہری' صاحب نے بھی تعدیل کے تیسرے درجہ میں ثقہ، ثبت، کے ساتھ لفظِ 'حافظ' کو بھی شمار کیا ہے۔ اور اخیر میں لکھتے ہیں پہلے تین مراتب کی روایتیں قابل قبول و حجت ہوتی ہیں۔ (**علوم الحدیث مطالعہ و تعارف: صفحہ ۲۸۷**)

الغرض ان تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ 'حافظ' کہنا خود غیر مقلدین اہل حدیث حضرات کے نزدیک ثقہ کہنے کے برابر یا اس سے بڑھ کر ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں امام ابن عدیمؒ نے امام حارثیؒ کو امام، فقیہ کے ساتھ ساتھ حافظ کہہ کر ثقہ قرار دیا ہے۔

(۳) امام ذہبیؒ (**م ۷۴۸؁**) کے نزدیک بھی امام حارثیؒ ثقہ ہیں:

---

[20] ان کے الفاظ یہ ہیں: **قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ: "إِذَا قِيلَ لِلْوَاحِدِ إِنَّهُ "ثِقَةٌ أَوْ مُتْقِنٌ" فَهُوَ مِمَّنْ يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ". قُلْتُ: وَكَذَا إِذَا قِيلَ "ثَبْتٌ أَوْ حُجَّةٌ"، وَكَذَا إِذَا قِيلَ فِي الْعَدْلِ إِنَّهُ "حَافِظٌ أَوْ ضَابِطٌ"، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.**

[21] جن کو غیر مقلد محمد زبیر صادق آبادی اور شیخ بدیع الدین شاہ راشدی نے اہل حدیث قرار دیا ہے۔ (**الحدیث: شمارہ نمبر ۱۱۶: صفحہ ۴۳، ۴۴، التنقید الشدید: صفحہ ۳۲، تذکرہ الحفاظ: جلد ۴ صفحہ: ۱۷۴**)

انہوں نے امام حارثیؒ کو '**تذکرۃ الحفاظ**' میں شمار کیا ہے، دیکھئے **(جلد۳: صفحہ ۴۹)** یعنی امام ذہبیؒ کے نزدیک امام حارثیؒ حافظ ہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث عالم ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حافظ ذہبیؒ نے امام حارثیؒ کو 'حافظ' کہا ہے۔ **(الاعتصام: ۲۰۱۱: شمارہ نمبر ۴۲: اکتوبر۔نومبر: صفحہ: ۲۱)** اور علماء غیر مقلدین کے حوالے اوپر گذر چکے، جن میں کفایت اللہ صاحب نے خود لکھا ہے کہ حافظ ذہبیؒ کے نزدیک حافظ کا درجہ ثقہ سے زیادہ ہے۔ معلوم ہوا کہ امام ذہبیؒ کے نزدیک امام حارثیؒ ثقہ ہیں۔

پھر امام ذہبیؒ نے حارثیؒ کے بارے میں درجِ ذیل باتیں بیان فرمائی ہیں:

الفقيه، عالم ماوراء النهر ومحدثه، الإمام العلامة، صنّف التصانيف۔الشَّيْخُ الإِمَامُ الفَقِيْه العلّامة المُحَدِّث, عَالِمُ مَاوَرَاءَ النَّهْر۔ كَانَ كبير الشّأن كثير الحديث، إماماًفِي الفقه۔ وكان محدثاً جوّالاً، رأسا في الفقه۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج2 : ص135, ج3: ص49، سیر: ج15: ص425، تاریخ الإسلام: ج7: ص737، العبر: ج2: ص60)

ذہن میں رہے کہ **فقيه، محدث، رأسا في الفقه**، اور امام ہونا غیر مقلدین کے نزدیک توثیق ہے، بلکہ امام کہنا ثقہ کہنے کے برابر ہے، جیسا کہ غیر مقلد ریسرچر ڈاکٹر سہل حسن صاحب نے ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے، جن کے حوالے اوپر گزر چکے۔

انکے علاوہ ذہبیؒ نے '**عالم ماوراء النهر**' کہا ہے، اور عالم ہونا بھی غیر مقلدین کے نزدیک توثیق ہے۔ **(دین الحق: ۱: ۳۶۹)** یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ عالم سے مراد قرآن اور حدیث کی معرفت اور اس کا ماہر ہونا مراد ہے، جیسا کہ امام خلیلیؒ نے حارثیؒ کے بارے میں کہا ہے '**له معرفة بهذا الشأن**' انہیں (قرآن اور حدیث کی) معرفت حاصل تھی۔ **(الارشاد: جلد۳: صفحہ ۹۷۱)**

یہاں پر زبیر علی زئی صاحب کی ایک اور دوغلی پالیسی ملاحظہ فرمایئے: موصوف نے جب حارثیؒ کے بارے میں امام خلیلیؒ کی یہ عبارت '**له معرفة بهذا الشأن**' نقل کی، چونکہ ان کو حارثی پر جرح کرنی تھی، تو ترجمہ یہ کیا کہ 'اسے اس علم کی معرفت حاصل تھی'۔ **(مقالات: جلد۵: صفحہ ۲۳۷) اسکین ملاحظہ فرمائے**

237 مقالات ⑤

ممکن ہے کہ یہ تصحیف ہو جیسا کہ حوالۂ مذکورہ کے مکمل سیاق سے ظاہر ہے، ورنہ ابو محمد الحارثی کے پاس احادیث کو منسوخ کرنے کا اختیار کہاں سے آ گیا تھا؟!

مکتبہ شاملہ میں کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی والے نسخے میں "یشبح الحدیث" کے الفاظ ہیں۔ (ج ۱ ص ۳۸۴ ح ۳۲۷)

جس راوی پر جمہور محدثین کی جرح ثابت ہو تو اس کے بارے میں "یشبح الحدیث" کا مطلب "یضع الحدیث" ہوتا ہے اور جس راوی کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہو تو اس کے بارے میں "یشبح الحدیث" کا مطلب جارح کے نزدیک "یضطرب في أحادیثه" ہوتا ہے اور یہاں یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح اور نا قابلِ قبول ہوتی ہے۔

۳) ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ نے (متوفی ۴۰۵ھ) نے ابو محمد الحارثی کو موضوع روایات بیان کرنے والا قرار دیا، جیسا کہ فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

٤) حافظ ابو یعلیٰ خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے فرمایا: "یعرف بالأستاذ . له معرفة بهذا الشان وهو لین ضعفوه ، یأتي بأحادیث یخالف فیها. حدثنا عنه الملاحمي و أحمد بن محمد بن الحسین البصیر بعجائب ..." وہ استاد (کے لقب) سے معروف ہے، اسے اس علم کی معرفت حاصل تھی اور وہ کمزور ہے، انھوں (محدثین) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، وہ ایسی احادیث بیان کرتا تھا جس میں اس کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ملاحمی اور احمد بن محمد بن حسین البصیر نے ہمیں اس سے عجیب روایتیں بیان کیں۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۳/ ۹۷۲ ت ۸۹۹)

بعض نے خلیلی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ابو محمد (البخاری) تدلیس کرتا تھا۔ واللہ اعلم

۵) حافظ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے ابو محمد الحارثی کے بارے میں فرمایا:

"صاحب عجائب و مناکیر و غرائب" عجیب و غریب اور منکر روایتیں بیان

لیکن یہی '**معرفـة**' والی بات جب انہوں نے حارثیؒ کو ضعیف کہنے والے امام، امام ابو زرعہ الصغیرؒ (**م ۳۷۵ھ**) کے بارے میں نقل کی، '**جید المعرفة**' تو ترجمہ کرنا چاہئے تھا کہ آپ کو علم کی اچھی معرفت حاصل تھی۔

لیکن موصوف نے ترجمہ کیا کہ' آپ کو **(حدیث ور جال)** کی اچھی معرفت حاصل تھی۔ **(مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶)** تاکہ وہ عوام کو بتا سکیں کہ امام حارثیؒ پر جرح کرنے والے یہ امام حدیث اور رجال میں معرفت والے اور اس کے ماہر ہیں، پر موصوف نے یہی بات چاہتے تو حارثی کے بارے میں نقل کر سکتے تھے، لیکن چونکہ ان کو حارثیؒ کو ضعیف ثابت کرنا تھا، تو انہوں نے علم کہنے پر ہی اکتفاء کیا۔ اللہ ایسے تعصب سے بچائے۔ آمین۔

مقالات: جلد ۵: صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶ کا اسکین ملاحظہ فرمائے

235 مقالات ⑤

ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری
اور محدثین کی جرح

اس مختصر، جامع اور غیر جانبدار تحقیقی مضمون میں مسند ابی حنیفہ کے مصنف، حنفی فقیہ و استاد اور ماوراء النہر کے حنفیوں کے ایک امام ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث بن خلیل الحارثی البخاری الکلاباذی السبذمونی الجیدمونی الخلوتی (متوفی ۳۴۰ھ) کا محدثین کرام اور بعض الناس کے علمائے معتدین کے نزدیک جرح وتعدیل کی گواہیوں سے صحیح علمی مقام وتذکرہ باحوالہ جات ودلائل پیشِ خدمت ہے:

جرح

ابومحمد الحارثی پر درج ذیل محدثین کرام اور بعض الناس کے علمائے معتدین کی جرح ثابت ہے، جسے ارقام (نمبروں) کی ترتیبِ مسلسل سے لکھا گیا ہے:

۱) ابومحمد الحارثی کے شاگرد اور مشہور مصنف امام ابوزرعہ احمد بن الحسین بن علی بن ابراہیم بن الحکم الرازی الصغیر رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۵ھ) نے اپنے استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں (گواہی دیتے ہوئے) فرمایا:

" ضعیف " وہ ضعیف ہے۔

(سوالات حمزہ بن یوسف السہمی للدارقطنی وغیرہ: ۳۱۸، تاریخ بغداد ۱۰/ ۱۲۷ ت ۵۲۶۲ وسندہ صحیح)

امام ابوزرعہ الرازی الصغیر کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا:

" و کان حافظًا متقنًا ثقة " اور وہ ثقہ متقن حافظ تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/ ۱۰۹ ت ۱۷۶۷)

حافظ ذہبی نے فرمایا: " الإمام الحافظ الرحال الصدوق ... و كان واسع الرحلة ، جیّد المعرفة " امام حافظ، کثرت سے سفر کرنے والے، بہت سچے... اور آپ

236 مقالات ⑤

بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے، آپ کو (حدیث و رجال کی) بہت اچھی معرفت حاصل تھی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۴۶)

امام ابوزرعہ الرازی الصغیر اور ابومحمد الحارثی کے درمیان کسی قسم کی دشمنی یا مخالفت کا کوئی ثبوت نہیں ملا، لہٰذا یہ ایک غیر جانبدار سچے (اور جرح وتعدیل سے واقف) انسان کی گواہی ہے۔

۲) ابوعبداللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک، متوفی ۴۰۵ھ) نے فرمایا:

" فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول : كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسج الحديث ، قال : و لست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعة ما يطول بذكره الكتاب و ليس يخفي حاله على أهل الصنعة "

پس میں نے ابواحمد الحافظ (حاکم کبیر صاحب الکنی، متوفی ۳۷۸ھ) کو فرماتے ہوئے سنا: استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔

(حاکم نیشاپوری نے) کہا: ابواحمد نے اس کا جو حال بیان کیا ہے مجھے اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ میں نے اس کی حدیثوں میں موضوعات (من گھڑت جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور اس کا حال حدیث و رجال کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔ (کتاب القراءت خلف الامام طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۷۸، ح ۳۸۸، طبع ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ گوجرانوالہ ص ۱۵۴۔۱۵۵ ح ۳۶۷)

حوالۂ مذکورہ میں ابواحمد الحاکم محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ابومحمد الحارثی کو کذاب قرار دیا ہے۔

تنبیہ: میرے پاس کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی کے دو قلمی نسخوں (مخطوطوں) کی مکمل فوٹوسٹیٹ موجود ہے اور دونوں کتابوں میں حوالہ مذکورہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ "کان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسخ الحديث"

(مخطوطہ قدیمہ ص ۲۹ ب، مخطوطہ جدیدہ راشدیہ سندھیہ ص ۵۱ ا)

الغرض امام ذہبیؒ نے امام حارثیؒ کو کثیر الحدیث، کتاب و سنت کی معرفت والا، اور **كبير الشأن** قرار دیا ہے۔ نیز یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کتاب لکھی ہے۔

اور خود زبیر علی زئی نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہؒ کی توثیق ثابت کرتے ہوئے، خطیب البغدادیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ '**وكان كثير الحديث واسع الرواية ذا معرفة وفهم، وله تاريخ كبير**' وہ کثیر الحدیث وسیع روایت بیان کرنے والے تھے، معرفت اور فہم رکھتے تھے، اور آپ نے تاریخ کبیر لکھی ہے، اور موصوف نے اس قول سے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی توثیق ثابت کی ہے۔ **(مقالات: جلد ۱: صفحہ ۴۸۱)**

480 مقالات

(سوالات حمزہ والسہمی: ۷۴ وسندہ صحیح، تاریخ بغداد ۳/ ۴۶ وسندہ صحیح)

اس جرح میں "كان يقال" کا قائل نامعلوم ہے لہٰذا یہ جرح بھی ساقط ہے۔

امام دارقطنی نے فرمایا: "ضعیف" محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ضعیف ہے۔

(سوالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی: ۱۷۶ وسندہ صحیح)

یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔

۳: محدث برقانی نے ابن ابی شیبہ کے بارے میں کہا: میں استادوں سے مسلسل یہی سنتا آیا ہوں کہ وہ مجروح ہے۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۴۶ وسندہ صحیح)

اس جرح میں استاد نامعلوم ہیں۔

☆ احمد بن جعفر بن ابی جعفر محمد بن عبیداللہ بن ابی داود بن المنادی نے کہا: ابوجعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: لوگوں کے اضطراب کے ساتھ اس سے کثرت سے روایتیں لیں... میں نے اہلِ حدیث کے استادوں اور بوڑھوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوفہ کی حدیث موسیٰ بن اسحاق، محمد بن عثمان، ابوجعفر الحضرمی (مطین) اور عبید بن غنام کی موت کے ساتھ مر گئی، یہ چاروں ایک ہی سال میں فوت ہوئے۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۴۷ وسندہ صحیح)

یہ کوئی قابلِ ذکر جرح نہیں ہے بلکہ اس میں مجہول شیوخ سے محمد بن عثمان کی توثیق کی طرف اشارہ ہے۔

تعدیل: اس کے بعد محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی توثیق پیشِ خدمت ہے:

۱: ابن حبان (ذکرہ فی کتاب الثقات ۹/ ۱۵۵)

۲: ابن عدی، قال: "لا بأس به ... ولم أرله حديثًا منكرًا فأذكره "

اس کے ساتھ کچھ حرج نہیں ہے... اور میں نے اس کی کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی جسے میں ذکر کروں۔ (الکامل فی الضعفاء ۶/ ۲۲۹۷)

۳: عبدان نے کہا: لا بأس به (الکامل ۶/ ۲۲۹۷)

۴: خطیب بغدادی نے کہا:

481 مقالات

"وكان كثير الحديث واسع الرواية ذا معرفة وفهم وله تاريخ كبير "

اور وہ کثیر حدیثیں اور وسیع روایتیں بیان کرنے والے تھے، معرفت اور فہم رکھتے تھے اور آپ نے تاریخ کبیر لکھی ہے۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۴۲)

☆ ابوعلی صالح بن محمد البغدادی (جزرہ) سے مروی ہے کہ انھوں نے محمد بن عثمان کے بارے میں کہا: ثقة (تاریخ بغداد ۳/ ۴۲ وسندہ ضعیف)

یہ سند محمد بن علی المقرئ کے عدمِ تعیین کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ مسلمہ بن قاسم سے مروی ہے کہ "لا بأس به ، كتب الناس عنه ، ولا أعلم أحدًا تركه " اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے، لوگوں نے اس سے (حدیثیں) لکھی ہیں اور میں نہیں جانتا کہ کسی نے اسے ترک کیا ہے۔ (لسان المیزان ۵/ ۳۱۸ ت ۷۷۵۰)

یہ توثیق دو وجہ سے ناقابلِ التفات ہے:

اول: مسلمہ بن قاسم بذاتِ خود مشبہ ضعیف ہے۔

دوم: مسلمہ تک صحیح متصل سند موجود نہیں ہے۔

۵: ابوعبداللہ الحاکم النیسابوری نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی بیان کردہ حدیث کو "صحيح الإسناد" کہا ہے۔ دیکھئے المستدرک (ج ۴ ص ۱۹۶ ح ۷۴۹۳)

۶: حافظ ذہبی نے اسی روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا۔ حوالہ سابقہ (ح ۷۴۹۳)

تنبیہ: اس کے برعکس حافظ ذہبی نے محمد بن عثمان کے بارے میں یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ "وثقه صالح جزرة و ضعفه الجمهور " اسے صالح جزرہ نے ثقہ اور جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (العبر ۱/ ۴۳۲ وفیات ۲۹۷ھ) !!

عرض ہے کہ نہ تو صالح جزرہ کی توثیق ثابت ہے اور نہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا ذہبی کا یہ قول خود ان کی اپنی توثیق کے مقابلے میں مردود یا منسوخ ہے۔

۷: ضیاء الدین المقدسی نے ان کی بیان کردہ حدیث کو اپنی مشہور کتاب المختارة میں درج کیا ہے۔ (ج ۱۰ ص ۴۴ ح ۲۷)

دیکھئے، جب علی زئی صاحب کے نزدیک راوی کثیر الحدیث ہونا، معرفت اور فہم والا ہونا اور اس کا کتاب لکھنا توثیق ہے۔

تو پھر امام ابو محمد الحارثیؒ کے بارے میں بھی قریب قریب یہی الفاظ امام ذہبیؒ نے بھی کہے ہیں، لیکن موصوف نے یہاں بھی اپنی بات کو خوشی خوشی بھلا دیا اور عوام کو دھوکہ دے کر ذہبیؒ کو جرح کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ اور جس قول کی وجہ سے موصوف نے انہیں جارحین میں شمار کیا ہے، اس سے ان کی تضعیف قطعاً ثابت نہیں ہوتی، جس کی تفصیل ہم بیان کر آئے ہیں۔

الغرض ثابت ہوا کہ خود ان کے اصول کی روشنی میں امام ذہبیؒ کے نزدیک حارثیؒ ثقہ ہے۔

(۴) امام صلاح الدین الصفدیؒ **(م ۷۶۴ھ)** نے بھی حارثیؒ کے بارے میں کہا ہے کہ:

عبد الله بن مُحَمَّد بن يَعْقُوب بن الْحَارِث بن خَلِيل أَبُو مُحَمَّد الكلاباذي الْبُخَارِيّ الْفَقِيه شيخ الْفَقِيه الْحَنَفِيَّة بِمَاوَرَاء النَّهر يعرف بِعَبْد الله الْأُسْتَاذ كَانَ كَبِير الشَّأْن كثير الحَدِيث إِمَامًا فِي الْفِقْه۔ **(الوافي بالوفيات: ج17: ص261)**

(۵) امام ابن العمادؒ **(م ۱۰۸۴ھ)** فرماتے ہیں کہ:

العلّامة، أبو محمد، عبد الله بن محمد بن يعقوب بن الحارث البخاري الفقيه، شيخ الحنفية بماوراء النهر، ويعرف بعبد الله الأستاذ، وكان محدّثا، جوّالا، رأسا في الفقه۔ (شذرات الذھب: ج4: ص219)

اور تفصیل گزر چکی کہ یہ سب الفاظ، غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی توثیق کرتے ہیں۔

(۶) امام الحافظ ابن مندہؒ **(م ۳۹۵ھ)** '**وكان حسن الرأي فيه**' امام حارثیؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ **(تاریخ الاسلام: جلد ۷: صفحہ ۷۳۷)**

اس کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے، جس میں امام ابن مندہؒ نے امام حارثیؒ کو **'الامام الحافظ الفقیہ'** کہا ہے۔ **(مسند امام اعظم للحارثی: جلد ۱ صفحہ ۱۲۰، ۱۱۲)** اور ان الفاظ سے غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی توثیق اور اس کا ثقہ ہونا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

اسکین:

مُسْنَدُ الإِمَامِ الأَعْظَمِ
أَبِي حَنِيفَةَ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ الكُوفِي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى

تأليف
الإمام الحافظ الفقيه العلامة المحدث الشيخ أبي محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب بن الحارث بن خليل الحارثي البخاري رحمه الله
المتوفى ٣٤٠هـ

علق عليه وخرج أحاديثه
فضيلة العلامة المحدث المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجي القاسمي

الجزء الأول

المكتبة الإمدادية
مكة المكرمة

بسم الله الرحمن الرحيم
قال اخبرنا الشيخ المقرئ الحافظ ابو بكر احمد بن الفضل بن محمد الباطرقاني قراءة عليه وانا اسمع في صفر سنة خمسين واربعمائة
قال اخبرنا الامام ابو عبد الله محمد بن اسحق بن محمد بن يحيى بن منده بن الوليد قراءة عليه قال حدثنا ابو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب
الفقيه قال حدثنا محمد بن المنذر بن سعيد الهروي قال حدثنا احمد بن عبد الله بن محمد الكندي بحمص قال حدثنا نعيم بن حماد قال اخبرنا
ابن المبارك قال حدثنا ابو حنيفة عن عطاء بن ابي رباح عن ابي هريرة
قال نادى منادي رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة لا صلاة
الا بقراءة ولو بفاتحة الكتاب حدثنا محمد بن اسحق بن عثمان البشار
ابو عبد الله قال حدثنا جمعة بن عبد الله السلمي المروزي قال حدثنا
اسد بن عمرو عن ابي حنيفة عن عطاء عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه
وسلم اذا طلع النجم رفعت العاهة عن كل اهل بلد لم هذا الحديث رواه
وكيع ومحمد بن ربيعة ومصعب بن المقدام ومصعب ايضا عن داود الطائي

الصفحة الأولى من نسخة مكتبة جور ليلي (س)

- ١١٢ -

مسند الإمام الأعظم — للحافظ أبي محمد الحارثي

إسحاق بن محمد بن يحيى بن منده الحافظ [١٢] قال : أخبرنا الإمام الحافظ أبو محمد عبدالله بن محمد بن يعقوب بن الحارث البخاري [١٣] المصنف .

وقول يحيى : ... يدل على أنه ثقة فيما حدث به وأقرأ ، توفي سنة ستين وأربع مائة ، « شذرات الذهب » ٣٠٨/٣ « التقييد » ١٥٧ .

(١٢) هو محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيى بن منده العبدي الأصبهاني أبو عبدالله الإمام الحافظ الجوال صاحب التصانيف ، طوف الدنيا ، وجمع وكتب ما لا ينحصر ، وسمع من ألف وسبعمائة شيخ ، وأول سماعه ببلده في سنة ثمان عشرة وثلاثمائة ، ومات في سلخ ذي القعدة ، قال ابن ناصر الدين : أبو عبدالله الإمام أحد شيوخ الإسلام ، هو إمام حافظ جبل من الجبال ، ولما رجع من رحلته كانت كتبه أربعين حملاً على الجمال حتى قيل : إن أحدًا من الحفاظ لم يسمع ما سمع ولا جمع ما جمع ، انتهى . « شذرات الذهب » ١٤٦/٣ « سير أعلام النبلاء » ٢٦/١٧ .

(١٣) قد سبقت ترجمته في المقدمة .

- ١٢٠ -

(۷) بقول غیر مقلدین کے، امیر **المؤمنین** فی الحدیث، امام حافظ ابن حجر العسقلانی **(م ۸۵۲ھ)** نے ابو محمد عبد اللہ الحارثیؒ کی روایت کے بارے میں فرمایا **'لیس فی الاسناد من ینظر فی حالہ'**

کہ اسکی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے، جس کا حال قابلِ نظر ہو، یعنی اس کی سند کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں ۔ **(موافقۃ الخبر لابن حجر: جلد ۲ : صفحہ ۱۱۱)** ثابت ہوا کہ ابن حجرؒ کے نزدیک امام حارثیؒ ثقہ ہیں۔

اسکین:

كتاب
موافقة الخُبر الخَبر
في
تخريج أحاديث المختصر
للإمام الحافظ علي بن أحمد بن حجر العسقلاني
٧٧٣هـ/٨٥٠هـ
الجزء الثاني
حققه وعلق عليه
حمدي عبدالمجيد السلفي — صبحي السيد جاسم السامرائي
الناشر
مكتبة الرشد
الرياض

أخبرني أبو الطاهر بن أبي اليمن التكريتي رحمه الله، أنا الحافظ أبو الحجاج المزي في كتابه، أنا أحمد بن سنان، أنا المؤيد بن عبدالرحيم في كتابه، أنا سعيد بن أبي رجاء، أنا أبو بكر أحمد بن الفضل، أنا أبو عبدالله بن منده، أنا أبو محمد الحارثي عبدالله بن محمد بن يعقوب، نا أحمد بن محمد بن سعيد، نا الحسن بن حماد بن حكيم، أنا أبي، ثنا خلف بن ياسين، ثنا أبو حنيفة عن حماد ـ هو ابن أبي سليمان ـ، عن إبراهيم، عن الأسود، قال: قال عمر رضي الله عنه: لا ندع كتاب ربنا وسنة نبينا لقول امرأة لا ندري أصدقت أم كذبت.

قال ابن عبدالهادي في التنقيح، وتبعه السبكي: هذا إسناد مظلم، وأحمد بن محمد بن سعيد هو أبو العباس بن عقدة، وكان مجمع الغرائب والمناكير.

قلت: ليس في الإسناد من ينظر في حاله إلا خلف بن ياسين، فقد ذكره ابن عدي في الضعفاء، واستنكر له حديثا.

وأما أبو العباس بن عقدة فكان من كبار الحفاظ، حتى قال الدارقطني: أجمع أهل الكوفة أنه لم يكن بها من زمن ابن مسعود أحفظ منه، ولم يتهم بالكذب، وإنما كان يعاب بالتشيع، وكثرة رواية المناكير، لكن الذنب فيها لغيره.

ويمكن أن يكون أحد رواته رواه بالمعنى، لأن الحجازيين وطائفة يطلقون الكذب على الخطأ، ولا يكون بين الخبرين تناف ولا في الرواية إنكار، والله أعلم.

آخر المجلس الثاني بعد الثلاث مئة من الأمالي، وهو الثاني والخمسون من التخريج بعد المئة.

-١١١-

اسی طرح حافظؒ نے ایک اور مقام پر امام حارثیؒ کو **'الفقيه، شيخ الحنفية، الحافظ'** قرار دیا ہے۔ **(تبصیر المنتبہ:ج۳:ص۱۲۲۳، لسان المیزان:ج۹:ص۱۵۹)** یہ غیر مقلدین کے نزدیک الفاظِ توثیق ہیں، بلکہ 'حافظ' تو ثقہ کہنے کے برابر ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔

(۸) علامہ حاجی خلیفہؒ (م۱۰۶۷ھ) کہتے ہیں: **'كان إمامًا كبيرًا في الفقه والحديث، من أعلام الأئمة بماوراء النّهر، وكان مكثرًا'**۔ **(سلم الوصول:ج2:ص229)**

(۹) نیز حافظ عبد القادر قریشیؒ (۷۷۵ھ) نے بھی امام حارثیؒ کو حافظ فقیہ کہنے کے ساتھ ساتھ ان پر موجود جرح کا بھی جواب دیا ہے۔ **(الجواہر المضیۃ:ج۱:ص۲۴۹، ۳۲۶)**

الغرض معلوم ہوا کہ امام ابن مندہؒ، امام ذہبیؒ، حافظ ابن حجرؒ، ابن عدیمؒ، حافظ ابو بکر محمد بن ابی اسحاق البخاریؒ، ابن العمادؒ، حافظ عبد القادر قرشیؒ وغیرہ ائمہ اور محدثین کے نزدیک امام حارثیؒ ثقہ اور مقبول راوی ہیں۔

اور یاد رہے کہ خود اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں امام حارثیؒ پر کسی بھی محدث سے صحیح سند سے کذاب اور حدیثیں گھڑنے کی جرح ثابت نہیں ہے، لہذا جمہور کی توثیق ہی راجح ہے، جیسا کہ علی زئی صاحب کا اصول ہے۔

(مقالات: جلد ۶: صفحہ ۱۴۳)

کیا سماک بن حرب ؒصرف عکرمہ کی روایت میں ہی مضطرب اور تلقین قبول کرتے تھے۔

(کفایت اللہ سنابلی کو جواب)

تحقیق: پروفسر ابو حمزہ ابن ادریس

ترتیب: مفتی ابن اسماعیل المدنی

کفایت اللہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ سماک بن حرب ؒ**(م ۱۲۳ھ)** صرف عکرمہ سے روایت کرتے وقت ہی تلقین قبول کرتے اور مضطرب تھے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۲۰)**

حالانکہ تحقیق کے لحاظ سے یہ بات صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ غیر عکرمہ کی روایت میں بھی تلقین قبول کرتے تھے اور اس میں بھی مضطرب الحدیث تھے۔

دلائل درج ذیل ہیں:

امام الجرح والتعدیل یحیٰ بن سعید القطان ؒ**(م ۱۹۸ھ)** فرماتے ہیں کہ: "**كان شعبة ينكر حديث سماك بن حرب عن مصعب بن سعد قال كنت مسندا أبي إلى صدري**"

(۱)　امام شعبہ ؒ**(م ۱۶۰ھ)** سماک بن حرب کی مصعب بن سعد ؒ والی حدیث کا انکار کرتے تھے۔ (غور فرمایئے! یہ غیر عکرمہ والی روایت کا امام شعبہ ؒ انکار کر رہے ہیں)

ایک اور مقام پر جب امام شعبہ ؒ سے سماک بن حرب ؒ کی حدیث (جو کہ) ابن عمر ؓ کی حدیث ہے '**اقتضاء الورق من الذهب**' کے بارے میں پوچھا گیا، تو امام شعبہ ؒ نے جواب دیا کہ '**هذا حديث ليس يرفعه أحد إلا سماك**' یہ حدیث کو سماک بن حرب ؒ کے علاوہ کسی نے مرفوع بیان نہیں کیا۔

اور اخیر میں کہتے ہیں کہ '**فأنا أفرقه**' تو میں اسے الگ کر دیا ہوں۔ (یعنی سماک بن حرب کی روایت کو چھوڑ دیا ہوں)۔ **(الجرح والتعدیل: جلد ۱: صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)**

اسکین:

تقدمة الجرح و التعديل　　١٥٧　　(شعبة)

حدثنا عبد الرحمن نا محمد بن سعيد المقرئ نا عبد الرحمن بن الحكم بن بشير قال : كان شعبة يقدم يحيى بن ابى كثير على الزهرى .

٩٠ - يحيى بن هانئ . حدثنا عبد الرحمن نا احمد بن منصور الرمادى [نا يحيى - ١] بن ابى بكير نا شعبة قال : اخبرنى يحيى بن هانئ وكان سيد (٢) اهل الكوفة .

باب ما ذكر
من معرفة شعبة بعلل الحديث، صحيحه
وسقيمه وما فسر من ذلك

حدثنا عبد الرحمن نا صالح بن احمد بن حنبل نا على - يعنى ابن المدينى - قال سمعت يحيى - [يعنى - ٣] ابن سعيد القطان - يقول : كان شعبة يضعف احاديث ابى بشر جعفر بن ابى وحشية عن حبيب ابن سالم .

حدثنا عبد الرحمن نا على بن الحسن المسنجانى نا احمد بن حنبل: [قال يحيى قال شعبة : لم يسمع ابو بشر من حبيب بن سالم .

حدثنا عبد الرحمن نا صالح بن احمد بن حنبل - ١] نا على - يعنى ابن المدينى - قال سمعت يحيى بن سعيد يقول: كان شعبة ينكر حديث سماك بن حرب عن مصعب بن سعد (٤) قال : كنت مسندا أبى الى صدرى .

حدثنا عبد الرحمن نا صالح بن احمد نا على قال سمعت يحيى بن سعيد يقول: كان شعبة يقول فى حديث قتادة عن انس حديث ام سليم

(١) سقط من م (٢) م « فى » (٣) من ك (٤) ك « سمعت » خطأ.

تقدمة الجرح و التعديل　　١٥٨　　(شعبة)

فى المرأة ترى فى منامها ما يرى الرجل : ليس بصحيح - وينكره .

حدثنا عبد الرحمن نا صالح بن احمد بن حنبل نا على - يعنى ابن المدينى - قال سمعت ابا داود يعنى الطيالسى (٤٨ م) قال : سمعت خالد ابن طليق يسأل شعبة فقال يا ابا بسطام حدثنى حديث سماك بن حرب فى اقتضاء الورق من الذهب حديث ابن عمر ، فقال : اصلحك الله هذا حديث ليس يرفعه احد الا سماك ، قال فترهب ان اروى عنك ؟ قال : لا ، ولكن حدثنيه قتادة عن سعيد بن المسيب عن ابن عمر ولم يرفعه (١)، واخبرنيه ايوب عن نافع عن ابن عمر ولم يرفعه ، وحدثنى داود بن ابى هند عن سعيد بن جبير ولم يرفعه، (٤٤ د) ورفعه سماك، فانا افرقه .

حدثنا عبد الرحمن نا على بن الحسن الهسنجانى نا احمد - يعنى ابن حنبل - نا ابو قطن قال ذكر رجل لشعبة الحكم عن ابن ابى ليلى عن بلال : فأمرنى (٢) ان اثوب فى الفجر ونهانى عن العشاء - قال شعبة: لا والله ما ذكر ابن أبى ليلى ولا ذكر [الا - ٣] اسنادا ضعيفا . قال اظن شعبة قال: كنت اراه [رواه - ٤] عن عمران بن مسلم .

حدثنا عبد الرحمن نا على بن الحسن الهسنجانى نا احمد - [يعنى - ٥] ابن حنبل - نا يحيى قال: كان شعبة يضعف حديث ابى بشر عن مجاهد . قال : وحديث الطير هو حديث المنهال . قال ابو محمد [يعنى - ٤] حديث المنهال عن زاذان عن البراء: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى جنازة رجل من الانصار فجلس وجلسنا كأنما على رؤوسنا الطير .

(١) ك « يعرفه » خطأ (٢) م « وأمرنى » (٣) سقط من م (٤) من م (٥) من ك حدثنا

نوٹ: یہ حدیث بھی غیر عکرمہ والی ہے، جس کی سندیوں ہے:

حَدَّثَنَا يُونُسُ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كُنْتُ أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ، فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتَ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا، مَا لَمْ تَتَفَرَّقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ، أخبرنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ **(سنن ابی داوٗد الطیالسی: حدیث نمبر ۱۹۸۰، ابن ماجہ: حدیث نمبر ۲۲۶۲)**

امام شعبہؒ کی یہ بات کو ذکر کر کے، غیر مقلد اہل حدیث عالم ڈاکٹر وصی اللہ عباس لکھتے ہیں کہ **’فأظهر شعبة من هذه المقارنة أن سماكا أخطأ في رفع هذا الحديث إنما هو من قول ابن عمر موقوفا عليه‘** کہ امام شعبہؒ نے اس ملنے سے ظاہر کیا ہے کہ سماک نے اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے، یقیناوہ ابن عمرؓ کے قول سے ہے، ان پر موقوف ہوتے ہوئے۔ **(العلل و معرفة الرجال، روایۃ ابنہ عبداللہ: جلد ۱: صفحہ ۲۷)**

معلوم ہوا کہ خود اہل حدیث عالم بھی اقرار کرتے ہیں کہ امام شعبہؒ نے سماک بن حرب کو خطاکار تسلیم کیا ہے۔

اسکین:

مسائل الامام أحمد

كتاب العلل ومعرفة الرجال

للإمام
أحمد بن محمد بن حنبل رحمه الله
(١٦٤ - ٢٤١)

تحقيق وتخريج
الدكتور وصي الله بن محمد عباس

المجلد الأول

دار الخاني
فرقد فريد الخاني
الرياض

هند عن سعيد بن جُبير ولم يرفعه، ورفعه سماك فأنا أفرِّقُه (١).

فأظهر شعبة من هذه المقارنة أن سماكاً أخطأ في رفع هذا الحديث إنما هو من قول ابن عمر موقوفاً عليه.

ومثل هذه الطُرق للتثبت والتحقيق مأثورة كثيرة عن اتباع التابعين وبرز في هذا القرن الخير، جهابذة الفن مثل سفيان الثوري [٩٧-١٦١] ومالك بن أنس إمام دار الهجرة [١٠٤-١٧٩] وعبد الله بن المبارك المروزي الخراساني [١١٨-١٨١] وأبو إسحاق الفزاري [ت ١٨٦] وسفيان بن عُيينة [١٠٧-١٩٧] ويحيى بن سعيد القطان [١٢٠-١٩٨] ووكيع بن الجراح [١٢٨-١٩٨] وعبد الرحمن بن مَهدى [١٣٥-١٩٨].

ثم جاء الله بقوم آخرين تتلمَذوا على هؤلاء الأعلام الغر الميامين فأخذوا طرقهم في البحث والتنقيب، وأضافوا عليها طرقاً جديدة وفي مقدمتهم أحمد بن حنبل ويحيى بن مَعِيْن وعلي بن المديني ولهم كتب ومؤلفات في هذا الفن الشريف يمكن معرفتها بمراجعة تراجمهم.

ثم جاء أمثالُ الإمام البخاري محمد بن اسماعيل ومسلم وأبي داود والترمذي وابن ماجه والدارمي وغيرهم، فزادوا في هذا البنيان لَبِنَات مُهِمَّة واستنبطوا قواعدَ جديدة واستعملوا طريقة الإعتبار والمقارنة والمقابَلة والسَّبْر والإختيار بطريق أوسَعَ لمعرفة الرجال وتميز الخطأ من الصواب.

قال أحمد في ترجمة سفيان بن عُيينة: هو أثبت الناس في عمرو بن دينار(٢).

وقال أيضاً: كنتُ أنا وعلي بن المديني فذكرنا أثبَتْ من يَروي عن

(١) تقدمة الجرح والتعديل ١٥٨.
(٢) ميزان الاعتدال ٢:١٧٠.

٢٧

پھر امام منذریؒ (م ۶۵۶ھ) اور امام زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے بھی امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کا قول 'فأنا أفرقه' نقل کیا ہے، اور بقول زبیر علی زئی صاحب کے، ان دونوں حضرات نے سکوت کے ذریعہ امام شعبہؒ کی تائید کی ہے۔ **(مختصر سنن ابی داوٗد للمنذری: جلد ۲: صفحہ ۴۴۵، نصب الرایہ: جلد ۴: صفحہ ۳۴، انوار الطریق: صفحہ ۸)** حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی موقوف والی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ **(الدرایہ: جلد ۲: صفحہ ۱۵۷)**

خلاصہ یہ کہ! یہ غیر عکرمہ کی روایت کے بارے میں، امام شعبہؒ فرمارہے ہیں کہ میں سماک کی حدیث چھوڑ دیتاہوں، کیونکہ اس نے موقوف کو مرفوع بیان کر دیاہے، اور منذریؒ، زیلعیؒ اور ابن حجرؒ، نے بھی شعبہؒ کی تائید اور ان کے فیصلہ کو تسلیم کیاہے، جس کے حوالجات گزر چکے۔ اور ظاہر ہے کہ موقوف کو مرفوع کرنا، یہ غلطی تلقین کی وجہ سے ہے۔

اسی روایت کے تحت مشہور سلفی عالم شیخ ابو اسحق الحوینی لکھتے ہیں کہ '**قلت: يعني برفعه، وسماك كان يقبل التلقين، وخالفه داود بن أبي هند، وهو أوثق منه**' میں کہتاہوں کہ یعنی اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے (میں سماک منفرد ہیں) اور سماک تلقین قبول کرنے والے تھے اور سماک نے (اس حدیث نے اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں) داوٗد بن ابی ہندؒ کی

مخالفت کی ہے، اور جبکہ داؤد، سماک سے زیادہ مضبوط ہیں۔ **(النافلہ: جلد ۲: صفحہ ۳۱)** ثابت ہوا کہ امام شعبہؒ کے مطابق سماک غیر عکرمہ کی روایت میں بھی تلقین قبول کرنے والے تھے۔

اسکین:

النافلة في

الأحاديث الضعيفة والباطلة

لأبي إسحاق الحويني

١٤٢– « أيما امرأة زوّجها وليّان ، فهي للأول ، وأيما رجلٍ باع بيعاً من رجلين ، فالبيعُ للأول » . (١)

أخرجه أبو داود (٣٣٥٤ ، ٣٣٥٥) ، والنسائي (٧/٢٨١ ، ٢٨٢ ، ٢٨٣) ، والترمذي (١٢٤٢) ، وابن ماجه (٢٢٦٢) ، والدارمي (٢/ ١٧٤) ، وأحمد (٢/ ٣٣ ، ٨٣– ٨٤ ، ١٣٩) ، والطيالسي (١٨٦٨) ، وابن الجارود في « المنتقى » (٦٥٥) ، وابن حبان (١١٢٨) ، والطحاوي في « المشكل » (٢/ ٩٦) ، والدارقطني (٣/ ٢٣– ٢٤) ، والحاكم (٢/ ٤٤) ، والبيهقي (٥/ ٢٨٤ ، ٣١٥) من طرق عن حماد بن سلمة ، عن سماك بن حرب ، عن سعيد بن جبير ، عن ابن عمر رضي الله عنهما قال كنت أبيع الإبل بالبقيع ، فأبيع الدنانير وآخذ الدراهم ، وأبيع بالدراهم وآخذ الدنانير . قال : فأتيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهو في بيت حفصة رضي الله عنها ، فقلت : يا رسول الله ! رويدك أسالك ! إني أبيع الإبل بالبقيع ، فأبيع بالدنانير وآخذ الدراهم – وأبيع الدراهم وآخذ الدنانير ، فقال : «لا بأس .... الحديث » . =

=قال الحاكم : « صحيح على شرط مسلم » ووافقه الذهبي !

قلت : جرى الحاكم وتبعه الذهبي على ظاهر السند ، مع أن للحديث علة ، أفصح عنها الترمذي بقوله : « هذا حديث غريب لا نعرفه مرفوعاً إلا من حديث سماك بن حرب ، عن سعيد بن جبير ، عن ابن عمر. وروى داود بن أبي هند هذا الحديث عن سعيد بن جبير ، عن ابن عمر موقوفا » . أ هـ .

وقال البيهقي : « تفرد به سماك بن حرب عن سعيد بن جبير ، من أصحاب ابن عمر » .

قلت : يعني برفعه ، وسماك كان يقبل التلقين ، وخالفه داود بن أبي هند ، وهو أوثق منه فأوقفه على ابن عمر .

قال الحافظ في « التلخيص » (٣/ ٢٦) : « روى البيهقي من طريق داود الطيالسي ، قال : سئل شعبة عن حديث سماك هذا ، فقال شعبة : سمعت أيوب عن نافع ، عن ابن عمر ، ولم يرفعه . ونا قتادة ، عن سعيد بن المسيب ، عن ابن عمر ، ولم يرفعه . ونا يحيى بن أبي إسحق عن سالم ، عن ابن عمر ولم يرفعه ، ورفعه لنا سماك بن حرب ، وأنا أفرقه » . أ هـ .

فهذا يدل دلالة قاطعة على ضعف رواية الرفع . والله أعلم .

(١) ١٤٢– ضعيف .

أخرجه أبو داود (٢٠٨٨) ، والنسائي (٧/ ٣١٤) ، والترمذي (١١١٠) ، وابن ماجه (٢١٩١) بشطره الثاني ، والدارمي (٢/ ٦٤) ، وأحمد (٥/ ٨ ، ١١ ، ١٢ ، ١٨) ، والطيالسي (٩٠٣) ، وابن الجارود (٦٢٢) ، والطبراني في « الكبير » (ج ٧/ رقم ٦٨٣٩– ٦٨٤٣) ، وفي « مسند الشاميين » (

امام ابن قطانؒ (م ۶۲۸ھ) اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں کہ:

’أتبعه (یعنی حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ) القَوْل فِي سماك واستوعب، فَحكى فِيهِ الْأَقْوَال بالتضعيف بِقبُول التَّلْقِين، واضطراب الحَدِيث، والانفراد بأسانيد لأحاديث لم يسندها غَيره، وَتبين فِي ذَلِك الْموضع أَنه عِنْده ضَعِيف‘۔ (بیان الوھم: جلد ۴: صفحہ ۵۴)

نیز، یہی وجہ ہے کہ امام ابن حزمؒ (م ۴۵۶ھ) نے بھی غیر عکرمہ کی روایت کے تحت میں سماک کو تلقین قبول کرنے والا قرار دیا ہے اور کہا کہ امام شعبہؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ (جس کا حوالہ آگے آرہا ہے) معلوم ہوا کہ امام ابن حزمؒ کے نزدیک بھی امام شعبہؒ نے بھی سماک کی عکرمہ اور غیر عکرمہ، دونوں طرح کی روایتوں پر تلقین قبول کرنے کی جرح کی ہے۔

پھر، امام یحیٰ بن معینؒ بھی فرماتے ہیں کہ '**وکان شُعبة یضَعِّفهُ**' کہ امام شعبہؒ انہیں ضعیف کہتے ہیں۔ (**الکامل لابن عدی: جلد ۴: صفحہ ۵۴۱**، واسنادہ صحیح)، یہاں بھی امام شعبہؒ نے مطلقاً سماک بن حرب کو ضعیف کہا ہے۔

اسکین:

الكامل في ضعفاء الرجال

تأليف
الإمام الحافظ أبي أحمد عبد الله بن عدي الجرجاني
المتوفى سنة ٣٦٥هـ

تحقيق وتعليق
الشيخ عادل أحمد عبد الموجود الشيخ علي محمد معوض

شارك في تحقيقه
الأستاذ الدكتور عبد الفتاح أبو سنة
جامعة الأزهر

الجزء الرابع

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

أسماء شتى ممن ابتداء أساميهم سين | الجزء الرابع | (٥٤١)

[أَسْمَاءُ شَتَّى مِمَّنِ ابْتِدَاءُ أَسَامِيهِمْ س [س] ز][1]

١٤٣/ ٨٧٥ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ الذُّهلي كُوفِيٌّ[2]

قال لنا ابن سعيد: يكنى أبا المغيرة.

ثنا أحمد بن الحسين الصوفي، ثنا محمد بن خلف بن عبدالحميد، ثنا زكريا بن عدي، عن ابن المبارك، عن سفيان الثوري قال: سماك بن حرب ضعيف.

حدثنا أحمد، ثنا عثمان بن أبي شيبة، ثنا جرير قال: أتيت سماك بن حرب فرأيته يبول قائمًا فرجعت ولم أسأله عن شيء، قلت: قد خرف.

ثنا علان، ثنا ابن أبي مريم قال: سمعت يحيى يقول: سماك بن حرب ثقة، وكان شعبة يضعفه، وكان يقول في التفسير عكرمة ولو شئت أن أقول له ابن عباس لقاله. قال يحيى بن معين: وكان شعبة لا يروي تفسيره إلا عن عكرمة.

ثنا علي بن محمد بن مهرويه، ثنا أبو إبراهيم الزهري، ثنا إبراهيم بن عرعرة، ثنا أمية بن خالد، عن شعبة، قدم محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارة فكان سماك يقول: قل سمعت، قل سمعت، قل سمعت[3]، فلما خرجنا قال: قد استوثقت لك يا شعبة.

ثنا عبيدالله بن جعفر بن أعين قال: كتب إلينا محمد بن يحيى القطعي، ثنا روح بن عبادة قال: وثنا ابن مكرم، ثنا علي بن نصر، حدثني مسعود بن بشر بن عوام، ثنا روح ابن عبادة قال: سألني شعبة كيف ينشد هذا البيت؟ فقلت:

١ـ سقط في جـ، د.

٢ـ ينظر: تهذيب الكمال: ١/ ٥٤٩، تهذيب التهذيب: ٤/ ٢٣٣، تقريب التهذيب: ١/ ٣٣٢، خلاصة تهذيب الكمال: ١/ ٤٢١، الكاشف: ١/ ٤٠٣، تاريخ البخاري الكبير: ٤/ ١٧٣، الجرح والتعديل: ٤/ ١٢٠٣، الثقات: ٤/ ٣٣٩، طبقات ابن سعد: ٦/ ٣١٦، الوافي بالوفيات: ١٥/ ٤٤٧، البداية و النهاية: ٩/ ٣٣٩، طبقات خليفة: ١٦١، تاريخ خليفة: ٣٦٣، شرح علل الترمذي: ١٠٦، ٤٤٤، المجروحين والضعفاء: ٢/ ٢٤٩، تاريخ الإسلام: ٥/ ٨٤، شذرات الذهب: ١/ ١٦١.

٣ـ في جـ: قل سمعت.

اس پر کفایت صاحب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام شعبہؒ سے امام ابن معینؒ کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ (**انوار البدر: صفحہ ۱۳۱**)

الجواب:

اول تو زبیر علی زئی صاحب کے مطابق، امام ابن معینؒ کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ امام شعبہؒ (**م ۱۶۰ھ**) نے سماک بن حرب کو ضعیف کہا ہے، کیونکہ انہوں نے سکوت کے ذریعہ، امام شعبہؒ کی تائید کی ہے۔ (**انوار الطریق: صفحہ ۸**)

دوم امام شعبہؒ (**م ۱۶۰ھ**) کی وفات کے وقت ابن معینؒ (**م ۲۳۳ھ**) کی عمر ۲ سال تھی، (**تقریب**) اور اہل حدیث حضرات کے نزدیک امام ابن معینؒ صرف ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں۔ (**مقالات: جلد ۱: صفحہ ۴۴۹**)

توخود اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں ثابت ہوا کہ امام ابن معینؒ نے ثقات سے ہی امام شعبہؒ کی تضعیف سنی ہے۔ لہذا یہ سند معتبر ہے۔

امام شعبہؒ سے مروی ایک اور قول:

حافظ عفان بن مسلم الباہلیؒ (**م ۲۱۹ھ**) فرماتے ہیں کہ "سَمِعْتُ شُعْبَةَ، وَذُكِرَ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ بِكَلِمَةٍ لَا أَحْفَظُهَا، إِلَّا أَنَّهُ غَمَزَهُ" مجھے امام شعبہؒ کے صرف ایسے کلمات ہی یاد ہیں، جن سے انہوں نے سماک پر عیب لگایا (یعنی انہیں ضعیف قرار دیا ہے)۔ (**کتاب الضعفاء للعقیلی: جلد ۲: صفحہ ۱۷۸**، واسنادہ صحیح)

اسکین:

کتاب
الضعفاء الكبير
تصنيف الحافظ
أبي جعفر محمد بن عمرو بن موسى بن حماد العقيلي المكي
السفر الثاني
حققه ووثقه
الدكتور عبد المعطي أمين قلعجي
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

١٧٩ (سماك ــ سدير)

حدثنا عبدالله قال : حدثنا أحمد بن الحسن بن خراش ، وحدثنا محمد بن عيسى قال : حدثنا صالح ، قال : حدثنا على بن عبدالله ، قال : سمعت اباداود قال : كنا عند شعبة فجاءه خالد بن طليق وأبوالربيع السمان ، فكان خالد بن طليق الذي كان يسأله فقال : ياأبا بسطام ! حدثنى حديث سماك بن حرب في اقتضاء الورق من الذهب ، فقال : رفعه سماك ، وأنا أفرقه ، فقال : حدثني ياأبا بسطام ، فقال : حدثني داود عن سعيد بن جبير ، عن ابن عمر ، لم يرفعه ، وحدثني قتادة عن سعيد بن المسيب ، عن ابن عمر ، لم يرفعه ، وحدثني ايوب عن نافع عن ابن عمر لم يرفعه ، ورفعه سماك وأنا أفرقه . ٩١/ب

حدثنا محمد بن موسى ، قال : حدثنا اسماعيل بن أبي الحارث قال : حدثنا أحمد عن حجاج ، عن شعبة ، قال : حدثني سماك أكثر من كذا كذا مرة ، يعنى حديث عكرمة اذا بخر احدكم فليدعم على حائط جاره ، واذا اختلف فى الطريق ، وكان الناس ربما لقنوه فقالوا عن ابن عباس ، فيقول نعم ، وأما أنا فلم أكن ألقنه .

حدثنا أحمد بن علي قال : حدثنا مجاهد بن موسى قال : حدثنا عفان ، قال : سمعت شعبة ، وذكر سماك بن حرب بكلمة لا أحفظها الا أنه غمزه .

حدثنا محمد بن أيوب قال : حدثنا يحيى بن المغيرة قال ، حدثنا جرير ، قال : أتيت سماك بن حرب ، فوجدته يبول قائما فتركته ولم أسمع منه .

حدثنا محمد بن اسماعيل قال : حدثنا الحسن بن على ، قال : سمعت محمد ابن عبيد يقول : كان سماك بن حرب يجالس الشعبى وينشد الشعر ، فاذا جاء أصحاب الحديث قال : جاء الثقلاء .

٧٠٠ــ سَدير الصيرفى(٤١٤) وكان ممن يغلو(٤١٥) فى الرفض (كوفي)

حدثنى آدم بن موسى ، قال : سمعت البخارى ، قال : سدير بن حكيم الصيرفى ، سمع أبا جعفر ، قال ابن عُيَيْنَة : رأيته وكان يكذب .

ومن حديثه ما حدثناه عُبيد بن عبدالواحد قال حدثنا عمرو بن عثمان الخزاز قال : حدثنا الحسن بن محبوب الزراد ، قال : حدثنا مالك بن عطية الجهنى ،

(٤١٤) سَدير بن حكيم الصيرفي : أحاديثه قليلة ، وثقه يحيى ، (٢ : ١٨٩) وسكت عنه البخاري ، وتركه الدارقطني ، الميزان (٢ : ١١٦).
(٤١٥) في (ب) كان من الغلاة .

دیکھئے، یہاں بھی امام شعبہؒ سے مطلقاً سماک بن حرب پر جرح ہی مروی ہے۔

لہذا کفایت اللہ صاحب کا یہ کہنا کہ 'امام شعبہؒ کی شہادت صرف عکرمہ والی سند کے ساتھ خاص ہے' مردود ہے، کیونکہ اگر شعبہؒ کی جرح صرف عکرمہ کے ساتھ خاص ہے، توخود امام شعبہؒ سماک کی غیر عکرمہ والی روایت پر جرح کیوں کر رہے ہیں ؟

نیز، ابن حزمؒ کے نزدیک بھی امام شعبہؒ کی تلقین والی جرح عام ہے، جس میں عکرمہ اور غیر عکرمہ دونوں شامل ہیں، پھر امام ابن معینؒ (م۲۳۳ھ) اور امام الحافظ عفان بن مسلم الباہلیؒ (م۲۱۹ھ) کے اقوال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام شعبہؒ نے مطلقاً سماک بن حرب کو ضعیف قرار دیا ہے۔ تو ان وجوہات سے کفایت اللہ صاحب کا اعتراض باطل ہے۔ اور جس دلیل کی بنیاد پر، کفایت اللہ صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں، اس کا بھی حال ملاحظہ فرمائیے:

امام عقیلیؒ (م۳۲۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي الْحَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي سِمَاكٌ أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا مَرَّةً، يَعْنِي حَدِيثَ عِكْرِمَةَ: «إِذَا بَنَى أَحَدُكُمْ فَلْيَدْعَمْ عَلَى حَائِطِ جَارِهِ، وَإِذَا اخْتَلَفَ فِي الطَّرِيقِ» وَكَانَ النَّاسُ رُبَّمَا لَقَّنُوهُ فَقَالُوا: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ، وَأَمَّا أَنَا فَلَمْ أَكُنْ أُلَقِّنُهُ. (کتاب الضعفاء للعقیلی: جلد ۲: صفحہ ۱۷۸) اسکین ملاحظہ فرمائے

كتاب
الضعفاء الكبير
تصنيف الحافظ
أبي جعفر محمد بن عمرو بن موسى بن حماد العقيلي المكي
السفر الثاني
حققه ووثقه
الدكتور عبد المعطي أمين قلعجي
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

(سماك ـ سدير) ١٧٩

حدثنا عبدالله قال: حدثنا أحمد بن الحسن بن خراش، وحدثنا محمد بن عيسى قال: حدثنا صالح، قال: حدثنا علي بن عبدالله، قال: سمعت اباداود قال: كنا عند شعبة فجاءه خالد بن طليق وأبوالربيع السمان، فكان خالد بن طليق الذي كان يسأله فقال: ياأبا بسطام! حدثني حديث سماك بن حرب في اقتضاء الورق من الذهب، فقال: رفعه سماك، وأنا أفرقه. فقال: حدثني ياأبا بسطام، فقال: حدثني داود عن سعيد بن جبير، عن ابن عمر، لم يرفعه، وحدثني قتادة عن سعيد بن المسيب، عن ابن عمر، لم يرفعه، وحدثني أيوب عن نافع عن ابن عمر لم يرفعه، ورفعه سماك وأنا أفرقه. ٩١/ب

حدثنا محمد بن موسى، قال: حدثنا اسماعيل بن أبي الحارث قال: حدثنا أحمد عن حجاج، عن شعبة، قال: حدثني سماك أكثر من كذا كذا مرة، يعني حديث عكرمة اذا بنى احدكم فليدعم على حائط جاره، واذا اختلف في الطريق، وكان الناس ربما لقنوه فقالوا عن ابن عباس، فيقول نعم، وأما أنا فلم أكن ألقنه.

حدثنا أحمد بن علي قال: حدثنا مجاهد بن موسى قال: حدثنا عفان، قال: سمعت شعبة، وذكر سماك بن حرب بكلمة لا أحفظها الا أنه غمزه.

حدثنا محمد بن أيوب قال: حدثنا يحيى بن المغيرة قال، حدثنا جرير، قال: أتيت سماك بن حرب، فوجدته يبول قائما فتركته ولم أسمع منه.

حدثنا محمد بن اسماعيل قال: حدثنا الحسن بن علي، قال: سمعت محمد ابن عبيد يقول: كان سماك بن حرب يجالس الشعبي وينشد الشعر، فاذا جاء أصحاب الحديث قال: جاء الثقلاء.

٧٠٠ ـ سَدير الصيرفي(٤١٤) وكان ممن يغلو(٤١٥) في الرفض (كوفي)

حدثني آدم بن موسى، قال: سمعت البخاري، قال: سدير بن حكيم الصيرفي، سمع أبا جعفر، قال ابن عُيَيْنَة: رأيته وكان يكذب.

ومن حديثه ما حدثناه عُبيد بن عبدالواحد قال حدثنا عمرو بن عثمان الخزاز قال: حدثنا الحسن بن محبوب الزراد، قال: حدثنا مالك بن عطية الجهني،

(٤١٤) سَدير بن حكيم الصيرفي: أحاديثه قليلة، وثقه يحيى، (٢: ١٨٩) وسكت عنه البخاري، وتركه الدارقطني، الميزان (٢: ١١٦).
(٤١٥) في (ب) كان من الغلاة.

اس قول کی سند میں محمد بن موسیٰؒ ہیں، اور کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ یہاں مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى سے مراد مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ حَمَّادٍ الْبَرْبَرِيُّ ہے۔ حالانکہ یہ کفایت اللہ صاحب کا دھوکہ ہے، کیونکہ امام عقیلیؒ کے استاد میں 'محمد بن موسیٰؒ' نام کے کئی استاد ہیں: مثلاً

۱) محمد بن موسى النَّهرتيريُّ [ثقه]۔ (**الضعفاء الكبير للعقيلي: ج ۱: ص ۵۰**)

۲) مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبُلْخِيُّ [مجهول]۔ (**الضعفاء الكبير للعقيلي: ج ۱: ص ۶۱**)

۳) مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْإِسْطَخْرِيُّ [مجهول]۔ (**الضعفاء الكبير للعقيلي: ج ۴: ص ۳۶۳**)

۴) محمد بن موسى بن عبد الله أبو عمرو التميمي المصِّيصي۔ [غیر مقلد عالم ابو الطیب المنصوري نے انہیں مجہول قرار دیا ہے، [**إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شيوخ الطبراني: رقم ۱۰۱۳**]۔ (**الضعفاء الكبير للعقيلي: ج ۳: ص ۲۳۴**)

۵) محمد بن سفيان بن موسى أبو يوسف، الصَّفَّار، المِصِّيصِي [یہ راوی بھی غیر مقلدین کے اصول کے مطابق مجہول الحال ہیں]۔ (**الضعفاء الكبير للعقيلي: ج ۳: ص ۲۳۴**)

۶) مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ حَمَّادٍ الْبَرْبَرِيُّ۔ (**الضعفاء الكبير للعقيلي: ج ۳: ص ۲۳۴**)

یہ سارے حضرت امام عقیلیؒ کے شیوخ میں سے ہیں، اور یہ بھی یاد رہے کہ 'إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي الْحَارِثِ' کے تلامذہ میں بھی ہمیں محمد بن موسیٰ نام کا کوئی شاگرد نہیں ملا۔

لہٰذا بغیر کسی دلیل کے کفایت اللہ صاحب کا 'محمد بن موسیٰ' سے مراد 'محمد بن موسیٰ بن حماد البربری' لینا باطل و مردود ہے، بلکہ زبیر علی زئی صاحب کی طرح یہ موصوف کی فن اسماء الرجال میں اپنی من مانی ہے، (اللہ ان کی غلطی کو معاف فرمائے۔ آمین)۔ معلوم ہوا کہ یہ کتاب الضعفاء والی روایت امام شعبہ سے ثابت نہیں ہے۔

تو کفایت اللہ صاحب کا دعویٰ 'کہ امام شعبہؒ کی شہادت صرف عکرمہ والی سند کے ساتھ خاص ہے' بھی مردود ہے۔

خلاصہ یہ ہے: کہ امام شعبہؒ نے بھی سماک کی عکرمہ اور غیر عکرمہ، دونوں طرح کی روایتوں پر تلقین قبول کرنے کی جرح کی ہے۔

(۲) امام نسائیؒ (**م ۳۰۳ھ**) نے سماک کی غیر عکرمہ والی روایت کے تحت میں فرمایا 'سماك ليس بالقوي وكان يقبل التلقين' سماک قوی نہیں ہیں اور وہ تلقین قبول کرتے تھے۔

مکمل الفاظ یہ ہیں:

أَخْبَرَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْرَبُوا فِي الظُّرُوفِ، وَلَا تَسْكَرُوا». قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، غَلِطَ فِيهِ أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ لَا نَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا تَابَعَهُ عَلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، **وَسِمَاكٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَكَانَ يَقْبَلُ التَّلْقِينَ**۔ (سنن کبریٰ للنسائی: حدیث نمبر ۵۱۶۷)

اسکین:

كِتَاب
السُّنَن الكُبْرى
للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي
المتوفى سنة ٣٠٣ هـ
قدم له
الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي
أشرف عليه
شعيب الأرنؤوط
حققه وخرج أحاديثه
حسن عبد المنعم شلبي
بمساعدة مكتب تحقيق التراث في مؤسسة الرسالة
الجزء الخامس
مؤسسة الرسالة

قال أبو عبد الرحمن: هذا حديثٌ منكَرٌ، غَلِطَ فيه أبو الأحوص سلاَّمُ بن سُلَيم، لا نعلمُ أن أحداً تابعه عليه من أصحاب سِماكِ بن حَرب، وسِماكٌ ليس بالقويِّ، وكان يقبَلُ التَّلقينَ، قال أبو عبد الرحمن: قال أحمدُ بنُ حَنبل: كان أبو الأحوص يُخطِئ في هذا الحديث.

خالفه شريك في إسناده ولفظه

٥١٦٨ـ أخبرنا محمدُ بنُ إسماعيلَ بن إبراهيم، قال: أخبرنا يزيدُ، قال: أخبرنا شَريكٌ، عن سِماك بن حَرْب، عن ابن(١) بُرَيْدَةَ
عن أبيه، أن رسولَ الله ﷺ نهى عن الدُّبَّاء والحَنْتَم والنَّقِير والمُزَفَّت، ثم قال: «إني كنتُ نَهيتُكم عن الظُّروف، فانتَبِذوا فيما بَدا لكم، واجتَنِبُوا كُلَّ مُسكِرٍ»(٢).

[المجتبى: ٨/٣١٩، التحفة: ١٩٣٢].

قال أبو عبد الرحمن: وخالفه أبو عَوانة

٥١٦٩ـ أخبرنا أبو بكرِ بنُ عليٍّ، قال: حدثنا إبراهيمُ بنُ الحجَّاج، قال: حدثنا أبو عَوانة، عن سِماك، عن قِرْصافةَ ـ امرأة منهم ـ
عن عائشةَ، قالت: اشرَبُوا، ولا تَسْكَرُوا(٣).

[المجتبى: ٨/٣٢٠، التحفة: ١١٧٢٣].

قال أبو عبد الرحمن: وهذا أيضاً غيرُ ثابت، وقِرْصافةُ هذه، لا ندري مَن هي. قال أبو عبد الرحمن: والمشهورُ عن عائشةَ خِلافُ ما روَتْ عنها قِرْصافةُ.

٥١٧٠ـ أخبرنا سُويدُ بنُ نَصر، قال: أخبرنا عبدُ الله، عن قُدامةَ العامريِّ، أن

---

(١) في الأصل: «أبي»، والمثبت من «التحفة».
(٢) سلف بنحوه وأتم منه برقم (٢١٧٠).
و«الدُّبَّاء والحَنْتَم والنَّقِير والمُزَفَّت»: سبق شرحها في (٥٠٣٧).
(٣) سلف مرفوعاً برقم (٥١٦٧).

١٠٦

اسی طرح ایک اور مقام پر بھی امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے غیر عکرمہ والی روایت کے تحت میں سماک پر تلقین قبول کرنے کی جرح کی ہے۔ **(سنن کبریٰ للنسائی: حدیث نمبر ۳۲۹۵)**

لہٰذا امام شعبہؒ طرح امام نسائیؒ بھی غیر عکرمہ والی روایت کے تحت میں سماک پر تلقین قبول کرنے کی جرح کی ہے۔

اعتراض:

کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ امام شعبہ اور شریکؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ تلقین قبول کرنے والی جو جرح ہے اس کا تعلق عکرمہ والی سند سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر کئی محدثین نے خاص عکرمہ ہی سے سماک کی روایت کو مضطرب بتایا ہے۔ لہذا اسے ہر جگہ عام کرنا اور اس کی وجہ سے انہیں مطلق ضعیف قرار دینا، یہ امام نسائیؒ کا تشدد ہے، جو کہ قابل قبول نہیں۔

الجواب:

اول تو جان لیں امام شعبہؒ (م۱۶۰ھ) سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے عکرمہ والی سند پر ہی سماک پر تلقین کی جرح کی ہے، کتاب الضعفاء للعقیلی والی روایت غیر ثابت ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اس کے برعکس امام شعبہؒ نے غیر عکرمہ والی سند سے سماک پر اعتراض کیا ہے اور ان کی روایت کو ترک کر دیا ہے، امام منذریؒ، امام زیلعیؒ، اور ابن حجرؒ نے بھی (بقول زبیر علی زئی کے) شعبہ کی تائید کی ہے۔

اور ابن قطانؒ اور سلفی عالم شیخ حوینی کی تصریح کے مطابق، سماک کے تلقین قبول کرنے کی وجہ سے، اس روایت میں علت پائی گئی، جس کی وجہ سے امام شعبہؒ نے ان روایت کو چھوڑ دیا ہے۔ (یہ ساری تفصیل پہلے گزر چکی ہے) لہذا ثابت ہوا کہ امام شعبہؒ کے نزدیک بھی سماک غیر عکرمہ والی روایت میں بھی تلقین قبول کرتے تھے، تبھی تو انہوں نے ان کی غیر عکرمہ والی روایت بھی ترک کر دی۔

دوم شریک بن عبد اللہ القاضیؒ (م۱۷۸ھ) خود اہل حدیث سلفی علماء کے نزدیک ضعیف ہے۔ (**نشر الصحیفہ للمقبل: صفحہ ۳۴۹، آثار الشیخ المعلمی: جلد ۱۰: صفحہ ۴۵۳، النافلہ: جلد ۱: صفحہ ۲۴، التسلیۃ للحوینی: رقم ۷۰، تمام المنۃ للالبانی: ۲۲۶**)

اپنی من پسند بات آئی تو ضعیف راوی کے قول کو بھی دلیل میں پیش کر دیا اور اپنے خلاف بات آئی، تو ابن خراش کو ضعیف قرار دے کر ان کے قول کو رد کر دیا۔

ایسی دوغلی پالیسی آخر کیوں؟

سوم جہاں تک محدثین کا یہ کہنا ہے کہ سماک عکرمہ کی روایت میں خاص طور سے مضطرب تھے، تو اس کا ہم بھی انکار نہیں کرتے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں سماک غیر عکرمہ والی روایت میں مضطرب یا تلقین قبول کرنے والے نہیں تھے۔

محدثین نے جہاں پر سماک کو عکرمہ کی روایت میں مضطرب بتایا ہے، وہاں پر لفظ 'خاص' استعمال فرمایا ہے، نہ کہ 'فقط' (صرف)۔

دونوں میں بہت بڑا فرق ہے:

مثال سے سمجھیں، اگر استاد اپنے ایک شاگرد کے بارے میں کہے کہ یہ تفسیر میں خاص طور سے کمزور ہے، تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دوسرے میں ماہر ہے، ہرگز نہیں، بلکہ لفظ خاص استعمال کی وجہ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ شاگرد تمام سبجیکٹ (Subject) میں کمزور ہے، لیکن تفسیر میں خاص طور سے۔

جبکہ یہی بات اگر استاد لفظ فقط (صرف) کے ساتھ کہے، کہ یہ صرف تفسیر میں کمزور ہے، تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ صرف تفسیر میں کمزور ہے، باقی سبجیکٹ میں ٹھیک ہے۔

یہاں پر بھی محدثین نے سماک کو عکرمہ کی روایت میں لفظ خاص کے ساتھ مضطرب بتایا ہے، نہ کہ فقط کے ساتھ۔ تو محدثین کا صرف لفظ خاص ہی استعمال کرنا یہ بتلاتا ہے کہ سماک غیر عکرمہ کی روایت میں بھی مضطرب ہے۔

لہذا کفایت صاحب کا اسے صرف عکرمہ کے ساتھ خاص کرنا مردود ہے۔ نیز، امام شعبہؒ، امام نسائیؒ، امام ابن حزمؒ، امام عبد الحق اشبیلیؒ، امام ابن قطانؒ، امام ابن حجرؒ وغیرہ کئی محدثین سے سماک کو غیر عکرمہ والی روایت میں بھی تلقین قبول کرنے والا بتایا ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سماک غیر عکرمہ والی روایت میں بھی تلقین قبول کرتے تھے۔

لیکن افسوس کفایت صاحب سماک پر غیر عکرمہ والی روایت میں بھی تلقین قبول کرنے والی جرح کو صرف امام نسائی کا تشدد قرار دیتے ہیں، حالانکہ خود ان کے مسلک کے محدث ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں کہ 'امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ بلاشبہ تصحیح و تحسین کے باب میں متساہل ہیں، مگر یہ تب ہے، جب وہ تصحیح و تحسین میں منفرد ہوں'۔ **(توضیح الکلام: صفحہ ۳۶۳)**

بس اہل حدیث مسلک کے اصول کی روشنی میں امام نسائیؒ کے تشدد کا جواب سن لیں، کہ ان کا تشدد اس وقت قبول نہیں، جب کہ وہ جرح میں منفرد ہوں، لیکن یہاں پر امام نسائیؒ کے علاوہ کئی محدثین نے غیر عکرمہ والی روایت میں ہی سماک پر تلقین قبول کرنے کی جرح کی ہے۔ نیز دیکھئے **(مقالات زبیر علی زئی: ج ۲: ص ۳۵۳)**

الغرض کفایت صاحب کے اسے امام نسائیؒ کا تشدد قرار دینا، خود ان کے مسلک کے اصول کی روشنی میں باطل و مردود ہے۔

(۳)　امام سبط ابن العجمیؒ **(م ۸۴۱ھ)** نے بھی امام نسائیؒ کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ بتایا ہے۔ **(حاشیہ علی الکاشف لابن العجمی: رقم ۲۱۴۱)**

(۴)　　امام ابو اسحٰق الثعلبیؒ **(م ۴۲۷ھ)** نے بھی غیر عکرمہ والی روایت کے تحت میں امام نسائیؒ کا قول '**سماک أیضا لیس بقوي، وکان یقبل التلقین**' نقل کیا ہے، اور بقول زبیر علی زئی صاحب کے، سکوت کے ذریعہ امام نسائیؒ کی تائید کی ہے۔ **(تفسیر الثعلبی: جلد ۲ صفحہ ۱۴۴۔۱۴۵)**

(۵)　　امام صلاح الدین علائیؒ **(م ۷۶۱ھ)** نے سماک بن حرب کو '**المختلطین**' میں شمار کیا ہے اور امام نسائیؒ **(م ۳۰۳ھ)** کا قول نقل کیا ہے، اور بقول زبیر علی زئی صاحب سکوت کے ذریعہ امام نسائیؒ کے قول کی تائید کی ہے۔ **(انوار الطریق: صفحہ ۸، المختلطین: صفحہ ۴۹)**

لیجئے، ائمہ محدثین تو امام نسائیؒ کے فیصلہ کو قبول کر رہے ہیں، جبکہ کفایت صاحب اپنے مسلک کو بچانے کیلئے ان کے فیصلہ کو رد کر رہے ہیں۔

(۶)　　امام ابن حزمؒ **(م ۴۵۶ھ)** فرماتے ہیں کہ '**سماک ضعیف یقبل التلقین، شهد به علیه شعبة، وغیره**' سماک ضعیف ہے، تلقین قبول کرتے ہیں، جیسا کہ امام شعبہؒ اور دوسرے لوگوں نے ان کے بارے میں شہادت کی ہے۔ **(المحلیٰ: جلد ۵: صفحہ ۳۵۶)**

المحلى بالآثار

تصنيف
الإمام الجليل المحدث الفقيه الأصولي
أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الاندلسي

تحقيق
الدكتور عبد الغفار سليمان البنداري

الجزء الخامس
الحج ـ الجهاد

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت ـ لبنان

٣٥٦　　كتاب الجهاد ـ مسألة ٩٣١ ـ بيان فساد قول أبي حنيفة في مال المسلم... الخ

ثمن ـ وإن دخلوا به دار الحرب ثم غنمناه ردّ إلى صاحبه قبل القسمة وأما بعد القسمة فصاحبه أحق به بالقيمة إن شاء؛ وإلا فلا يردّ إليه؟

قال أبو محمد: وهذا قول في غاية التخليط والفساد في التقسيم، لا دليل على صحة تقسيمه لا من قرآن، ولا من سنة، ولا من رواية سقيمة، ولا من قول صاحب، ولا تابع، ولا قياس، ولا رأي سديد.

وقال بعضهم: إنما يملكون علينا ما يملكه بعضنا على بعض؟

قال أبو محمد: وصدق هذا القائل ولا يملك بعضنا على بعض مالاً بالباطل، ولا بالغصب أصلاً، ولا باطل، ولا غصب أحرم ولا أبطل من أخذ حربي مال مسلم ـ فسقط هذا القول الفاسد جملة!؟

ثم نظرنا في سائر الأقوال ـ: فنظرنا في قول مالك فوجدناهم إن تعلقوا بما روي عن عمر؛ فقد عارضته رواية أخرى عن عمر هي عنه أمثل من التي تعلقوا بها ـ وأخرى عن عليّ هي مثل التي تعلقوا بها، فما الذي جعل بعض هذه الروايات أحق من بعض؟

وقال بعضهم: معنى قول عمر في الرواية الأخرى: فلا شيء له وامضها لسبيلها ـ أي إلا بالثمن؟ فقلنا: ما يعجز من لا دين له عن الكذب؛ ويقال لكم: معنى قول عمر إنه أحق بها بالقيمة ـ أي إن تراضيا جميعاً على ذلك، وإلا فلا؛ فما الفرق بين كذب وكذب؟

ثم وجدناهم يحتجون بخبر رويناه من طريق حماد بن سلمة وغيره عن سماك ابن جرب عن تميم بن طرفة: أن عثمان اشترى بعيراً من العدو فعرفه صاحبه فخاصمه إلى رسول الله ﷺ فقال له النبي ﷺ: «**إن شئت اعطيته الثمن الذي اشتراه به وهو لك، وإلا فهو له**» وهذا منقطع لا حجة فيه، وسماك ضعيف يقبل التلقين، شهد به عليه شعبة، وغيره ـ وأسنده يس الزيات عن سماك عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة؛ ويس لا تحل الرواية عنه؛ وسماك قد ذكرناه.

ورواه بعض الناس عن إبراهيم بن محمد الهمذاني أو الأنباري عن زياد بن علاقة عن جابر بن سمرة مسنداً، وإبراهيم بن محمد الأنباري، أو الهمذاني لا يدري أحد من هو في الخلق؟

یاد رہے انہوں نے یہ غیر عکرمہ والی روایت کے تحت کہا ہے۔

اسی طرح ایک اور غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ **'قلنا: هذا خبر ساقط، لأنه عن سماك بن حرب وهو يقبل التلقين'** ، ہم کہتے ہیں کہ یہ خبر ساقط ساقط ہے، اس لئے کہ یہ سماک بن حرب سے مروی ہے اور وہ تلقین قبول کرتے ہیں۔ **(المحلی: جلد ۶: صفحہ ۱۴۰)**

جلد ۶: صفحہ ۱۸۱ پر کہتے ہیں کہ **'سماك يقبل التلقين شهد عليه بذلك شعبة، وغيره'**۔

معلوم ہوا کہ امام ابن حزمؒ اور امام شعبہؒ دونوں کے نزدیک سماک پر تلقین قبول کرنے کی جرح، غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں بھی ہے۔ لہذا کفایت صاحب کا صرف عکرمہ کے ساتھ ہی اسے خاص کرنا مردود ہے۔

(۷) الامام الحافظ المحدث عبد الحق الاشبیلیؒ **(م ۵۸۲ھ)** نے بھی سماک کی غیر عکرمہ والی روایت پر تلقین قبول کرنے کی جرح کی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: **'رواه إسرائيل وأسباط بن نصر عن سماك عن علقمة بن وائل عن أبيه وكان سماك يقبل التلقين'** ۔**(الاحکام الوسطیٰ للاشبیلی: جلد ۴: صفحہ ۸۷)** اسکین ملاحظہ فرمائے

الأحكام الوسطى
من حديث النبي صلى الله عليه وسلم

تأليف
الإمام الحافظ المحدث أبي محمد عبد الحق بن عبد الرحمن
ابن عبد الله الأزدي الإشبيلي
"ابن الخراط"
٥١٠ هـ - ٥٨٢ هـ

الجزء الرابع

تحقيق
حمدي السلفي صبحي السامرائي

مكتبة الرشد
الرياض

الجزء الرابع ٨٧

أبو داود، عن وائل بن حجر أن امرأة خرجت علىٰ عهد رسول الله ﷺ تريد الصلاة، فتلقاها رجل فتجللها فقضىٰ حاجته منها، فصاحت وانطلق ومر عليها رجل فقالت: إن ذاك فعل بي كذا وكذا ومرت عصابة من المهاجرين فقالت: إن ذلك الرجل فعل بي كذا وكذا، فانطلقوا فأخذوا الرجل الذي ظنت أنه وقع عليها، فأتوها به فقالت: نعم هو هذا، فأتوا به إلىٰ رسول الله ﷺ، فلما أمر به قال صاحبها الذي وقع عليها: يا رسول الله أنا صاحبها، فقال لها: «اذْهَبِي فَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكِ» وقال للرجل قولاً حسناً.

قال أبو داود يعني الرجل المأخوذ: فقالوا [وقال] للرجل الذي وقع عليها ارجمه، [ارجموه] فقال: «لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ»(١).

رواه إسرائيل وأسباط بن نصر عن سماك عن علقمة بن وائل عن أبيه وكان سماك يقبل التلقين.

أبو داود، عن عمرو بن أبي عمرو عن عكرمة عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: «مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ»(٢).

وبهذا الإسناد أيضاً: «مَنْ أَتَىٰ بَهِيمَةً فَاقْتُلُوهَا وَاقْتُلُوهُ مَعَهَا» قال: قلت: ما شأن البهيمة؟ قال: ما أراه قال ذلك إلا أنه كره أن يؤكل لحمها، وقد عمل بها ذلك العمل(٣).

اختلف في إسناد هذين الحديثين، وعمرو بن أبي عمرو قال فيه يحيىٰ بن معين هو ضعيف ليس بالقوي وليس بحجة.

(١) رواه أبو داود (٤٣٧٩).
(٢) رواه أبو داود (٤٤٦٢).
(٣) رواه أبو داود (٤٤٦٤) وعنده «فاقتلوه واقتلوها معه».

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ورواه سفيان الثوري عن سماك عن مُرِيِّ بن قطن عن عدي عن النبي - صلى الله عليه وسلم - قال: "مَا كَانَ مِنْ كَلْبٍ ضَارٍ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ" قال: قلت: وإن أكل؟ قال: "نَعَمْ". وسماك كان يقبل التلقين. ذكر ذلك النسائي وغيره۔ (الاحکام الوسطیٰ للاشبیلی؛ جلد ۴: صفحہ ۱۱۲)

اسکین:

الأَحكَامُ الوُسطَى
مِن حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ
تأليف
الإمام الحافظ المحدث أبي محمد عبد الحق بن عبد الرحمن
ابن عبد الله الأزدي الأشبيلي
" ابن الخراط "
٥١٠ هـ - ٥٨٢ هـ
الجزء الرابع
تحقيق
حمدي السلفي　　صبحي السامرائي
مكتبة الرشد
الرياض

١١٢　　الأحكام الوسطى

ويروى مثل حديث أبي ثعلبة عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ(١).

ويروى فيه أيضاً عن عدي بن حاتم، رواه أسد بن موسىٰ عن ابن أبي زائدة عن الشعبي عن عدي بن حاتم.

وأسد بن موسىٰ لا يحتج به عندهم، ويعرف بأسد السنة(٢).

ورواه عن أسد عبد الملك بن حبيب.

ورواه سفيان الثوري عن سماك عن مُرِيِّ بن قطن عن عدي عن النبي ﷺ قال: «مَا كَانَ مِنْ كَلْبٍ ضَارٍ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ» قال: قلت: وإن أكل؟ قال: «نَعَمْ»(٣).

وسماك كان يقبل التلقين. ذكر ذلك النسائي وغيره، ولو لم يكن سماك لما صح من أجل مري بن قطن.

ذكر هذين الحديثين اللذين قبله أبو محمد.

وذكر في الباب عن أبي النعمان عن أبيه قال وأبو النعمان مجهول(٤).

[وفي إسناده الواقدي عن أبي عمر الطائي، قال: وهو مجهول](٥).

الترمذي، عن عدي بن حاتم قال: سألت رسول الله ﷺ عن صيد البازي فقال: «مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ»(٦).

(١) رواه أبو داود (٢٨٥٧) والنسائي (٧/ ١٩١) وانظر المحلى (٦/ ١٦٦).
(٢) المحلى (٦/ ١٦٨).
(٣) المحلى (٦/ ١٦٦).
(٤) المحلى (٦/ ١٦٦).
(٥) ما بين المعكوفين ليس في النسخة المغربية، وعبارة ابن حزم في المحلى (٦/ ١٦٨) وأما حديث أبي النعمان فمصيبة، فيه الواقدي مذكور بالكذب، عن ابن أخي الزهري وهو ضعيف، عن أبي عمير الطائي ولا يدرى من هو، عن أبي النعمان وهو مجهول.
(٦) رواه الترمذي (١٤٦٧).

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ عبد الحق اشبیلیؒ نے بھی امام نسائیؒ کے فیصلہ کو قبول کیا ہے۔

(۸)　امام ابن قطانؒ (م۶۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ **'أتبعه القَوْل فِي سماك واستوعب، فَحكى فِيهِ الْأَقْوَال بالتضعيف بِقبُول التَّلْقِين، واضطراب الحَدِيث، والانفراد بأسانيد لأحاديث لم يسندها غَيره، وَتبين فِي ذَلِك الْموضع أَنه عِنْده ضَعِيف'**.

اس کے بعد (امام الحافظ عبد الحق اشبیلیؒ نے) سماک کے بارے میں مکمل کلام کیا، جس میں ان کی تعضـــــیف کی وجوہات بیان کو کیا ہے۔ تلقین قبول کرنا، حدیث میں اضطراب، ایسی حدیثوں کو تنہا مرفوعا بیان کرنا جسے ان کے علاوہ کسی نے مرفوعا بیان نہ کیا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ وہ (سماک) ان کے نزدیک ضعیف ہیں۔ **(بیان الوھم: جلد ۴: صفحہ ۵۴)**

اسکین:
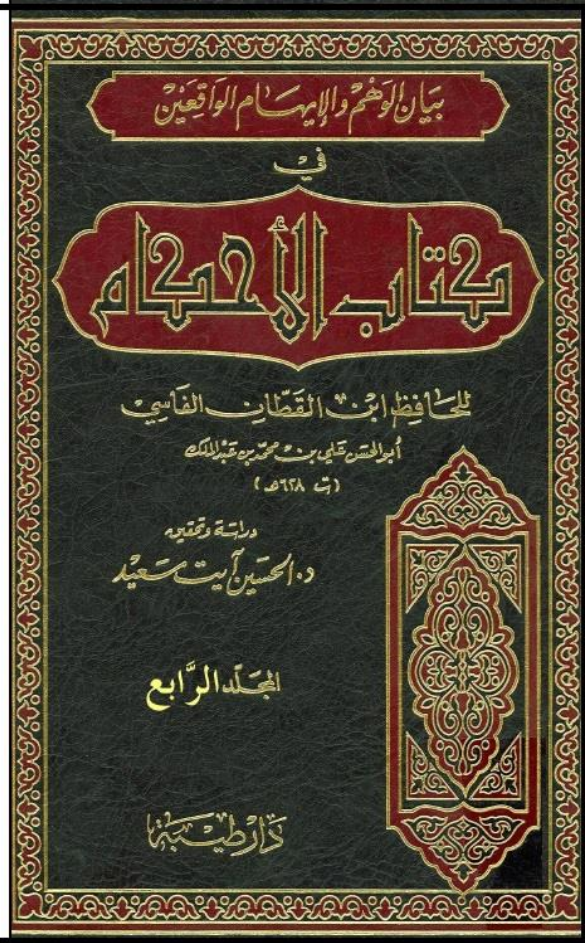
البقيع، فأبيع بالدنانير، وآخذ الدراهم، وأبيع بالدراهم وآخذ الدنانير، الحديث[1].

أتبعه القول في سماك واستوعب، فحكَى فيه الأقوال بالتضعيف بقبول التلقين، واضطرابِ الحديث، والانفرادِ بأسانيدَ لأحاديث لم يسندها غيره، وتبين في ذلك الموضع أنه عنده ضعيف.

(١) الأحكام الوسطى (٣/ ٢٥٤، ٢٥٥).

١٣٩)، والطحاوي في المشكل (٢/ ٩٥، ٩٦)، وابن حبان (٧/ ٢٠٨)، وابن الجارود (٢٢٠)، والطيالسي ـ المنحة ـ (١/ ٢٧٠)، والدارقطني (٣/ ٢٤، ٢٥)، والحاكم (٢/ ٤٤)، والبيهقي (٥/ ٢٨٤)، وابن عبد البر في التمهيد (٦/ ٢٩٢).

كلهم من طريق سماك بن حرب، عن سعيد بن جبير، عن ابن عمر مرفوعاً.

قال الحاكم: صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه، وأقره الذهبي.

وقال الترمذي: لا نعرفه مرفوعاً إلا من حديث سماك بن حرب. . . . وقال البيهقي: لم يرفعه غير سماك.

وقال ابن عبد البر: ثابت صحيح.

قلت: تفرد به سماك، وليس بحجة فيما تفرد به، وكان يلقن فيقبل التلقين.

وأخرجه ابن ماجه في التجارات (٢/ ٧٦٠) من طريق عمر بن عبيد الطنافسي، عن عطاء ابن السائب، أو سماك، ولا أعلمه إلا سماكاً. . .

وهذا أيضاً غير نافع، لأن كليهما لا يحتج به عند الانفراد، وسئل شعبة عنه، فذكر أن سعيد بن المسيب، ونافعاً، وسالماً، رووه عن ابن عمر، ولم يرفعوه، ورفعه سماك بن حرب، قال: وأنا أفْرَقُه. انظر التلخيص (٣/ ٢٥، ٢٦).

وعليه فالصحيح وقفه، فقد روى أبو هاشم الواسطي عن سعيد بن جبير، عن ابن عمر أنه «كان لا يرى بأساً في قبض الدراهم من الدنانير، والدنانير من الدراهم». أخرجه النسائي (٧/ ٢٨٢)، وهذا فيه مخالفة لشريك، وهو ليس بحجة إذا انفرد، فكيف إذا خولف.

وقد خالفه أيضاً داود بن أبي هند، فرواه عن سعيد بن جبير، عن ابن عمر موقوفاً، كما أشار إليه الترمذي.

٥٤

نوٹ : یہ کلام غیر عکرمہ والی روایت کے تحت موجود ہیں۔ اور امام ابن قطانؒ نے حافظ عبد الحق اشبیلیؒ کے اس قول پر کوئی رد نہیں کیا۔اور زبیر صاحب کے اصول کے مطابق انہونے سکوت کے ذریعہ حافظ عبد الحق اشبیلیؒ کی تائید کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ، امام عبد الرؤف المناویؒ (م ۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں کہ **’قال ابن القطان: فيه سماك بن حرب يقبل التلقين‘** ابن قطانؒ نے کہا ہے کہ اس روایت میں سماک بن حرب ہیں، جو تلقین قبول کرتے تھے۔ **(فیض القدیر: جلد ۶: صفحہ ۲۸۳)** اور حافظ مرتضیٰ زبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) بھی یہی فرماتے ہیں کہ **’قال ابن القطان: فيه سماك بن حرب يقبل التلقين‘**۔ **(تخریج احادیث احیاء علوم الدین: جلد ۵: صفحہ ۲۰۷۲)**

(۹) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سماک بن حرب تلقین قبول کرتے تھے۔

ان کے الفاظ یہ ہیں: **سماك ابن حرب ابن أوس ابن خالد الذهلي البكري الكوفي أبو المغيرة صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير بأخرة فكان ربما تلقن [يلقن]**۔ (تقریب: رقم ۲۶۲۴) اسکین ملاحظہ فرمائے

تقريب التهذيب

للإمام الحافظ شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني الشافعي
المولود سنة ٧٧٣ - المتوفى سنة ٨٥٢
رحمه الله تعالى

قدّم له دراسة وافية
وقابله بأصل مؤلفه مقابلة دقيقة
محمد عوامة

دار الرشيد
سوريا - حلب

٢٥٥

٢٦١٦ ـ سليمان بن موسى الأموي مولاهم، الدمشقي، الأشدق، صدوق فقيه في حديثه بعض لين وخولط قبل موته بقليل، من الخامسة. م٤.

٢٦١٧ ـ سليمان بن موسى الزهري، أبو داود الكوفي، خراساني الأصل، نزل الكوفة ثم دمشق، فيه لين، من الثامنة. د.

٢٦١٨ ـ سليمان بن أبي يحيى، حجازي، ليس به بأس، من الرابعة. د.

● ـ سليمان بن يزيد، أبو المثنى الكعبي، يأتي في الكنى. [=٨٣٤٠].

٢٦١٩ ـ سليمان بن يسار الهلالي، المدني، مولى ميمونة، وقيل أمِّ سلمة، ثقة فاضل أحد الفقهاء السبعة، من كبار الثالثة، مات بعد المائة، وقيل قبلها. ع.

٢٦٢٠ ـ سليمان بن يُسير، وقيل ابن قُسيم، أبو الصباح، بالموحدة، النخعي مولاهم، الكوفي، ضعيف، من السادسة. ق.

٢٦٢١ ـ سليمان الأسود الناجي، بالنون والجيم، البصري، أبو محمد، صدوق، من السادسة. د ت.

● ـ سليمان الكلابي، صوابه: عَبْدَة بن سليمان. [=٤٢٦٩].

٢٦٢٢ ـ سليمان المَنْبِهي، بنون ثم موحدة مكسورة، يقال اسم أبيه عبدالله، مجهول، من الثالثة. د فق.

٢٦٢٣ ـ سليمان الهاشمي، مجهول، من الثالثة. س.

● ـ سليمان أبو فاطمة، هو: ابن عبدالله، تقدم. [=٢٥٨١].

● ـ سليمان، مولى أم علي، هو: سليم المكي. [=٢٥٣٠].

● ـ سليمان أبو أيوب، ويقال: عبدالله بن أبي سليمان، يأتي. [=٣٣٧٣].

● ـ سليمان الأحول، هو: ابن أبي مسلم. [=٢٦٠٨].

● ـ سليمان الأعمش، هو: ابن مِهْران. [=٢٦١٥].

● ـ سليمان التَّيْمي، هو: ابن طَرْخان. [=٢٥٧٥].

● ـ سليمان الشيباني، هو: ابن أبي سليمان. [=٢٥٦٨].

● ـ سليمان اليشكري، هو: ابن قيس. [=٢٦٠١].

٢٦٢٤ ـ سِمَاك، بكسر أوله وتخفيف الميم، ابن حرب بن أوس بن خالد الذُّهلي البكْري، الكوفي، أبو المغيرة، صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربةٌ وقد تغير بأَخَرة فكان ربما تَلَقَّن، من الرابعة، مات سنة ثلاث وعشرين. خت م٤.

٢٦٢٥ ـ سِمَاك بن سَلَمة الضبي، ثقة، من الثالثة. بخ.

٢٦٢٦ ـ سماك بن عطية البصري المِرْبَدي، بكسر الميم / وسكون الراء بعدها موحدة، ثقة، من السادسة. خ م د.

٢٦٢٧ ـ سماك بن الفضل الخَوْلاني، اليماني، ثقة، من السادسة. د ت س.

(۱۰) کفایت اللہ صاحب کے 'امیر المؤمنین فی اسماء الرجال' علامہ معلمیؒ **(م ۱۳۸۶ھ)** کہتے ہیں کہ **'سماك بن حرب تابعي جليل، إلا أنه كان يخطئ ويقبل التلقين'** سماک بن حرب جلیل تابعی ہیں، مگر وہ غلطی کرتے تھے، اور تلقین قبول کرتے تھے۔ **(آثار الشیخ المعلمی: جلد ۱۳: صفحہ ۲۵-۲۳)** اسکین ملاحظہ فرمائے

آثار الشيخ العلامة
عبد الرحمن بن يحيى المعلمي
(١٣)

كتاب الوحدان

تأليف
الشيخ العلامة عبد الرحمن بن يحيى المعلمي اليماني
١٣١٢ - ١٣٨٦هـ

تحقيق
علي بن محمد العمران

وفق المنهج المعتمد من الشيخ العلامة
بكر بن عبد الله أبو زيد
(رحمه الله تعالى)

تمويل
مؤسسة سليمان بن عبد العزيز الراجحي الخيرية

دار عالم الفوائد

وقال عمرو بن طلحة: حدثنا أسباط عن سماك عن ملحان بن مخارق التيمي (كذا). وقال لنا قَبِيصة: حدثنا سفيان عن سِماك عن ثروان بن ملحان: قلت لعمار ـ في الفطر».

وقال ابن أبي حاتم[1]: «... روى عن عمار بن ياسر. روى عنه سماك بن حرب. سمعت أبي يقول ذلك».

ونحوه في «الثقات»[2].

وفي «لسان الميزان»[3] (٢/ ٨٢): «ثروان بن ملحان عن عمار مرفوعًا: «سيكون بعدي أمراء يقتتلون على الملك». رواه عنه سماك بن حرب...

قال ابن المديني: لا نعلم أحدًا حدَّث عن ثروان غير سماك... وقال العجلي: كوفي تابعي ثقة».

وفي «التعجيل»[4] (ص٦٣- ٦٤) نحوه.

وحديثه المذكور في «مسند أحمد»[5] (٤/ ٢٦٣): ثنا محمد بن عبد الله بن الزبير ثنا إسرائيل عن سِماك عن ثَرْوان بن مِلْحان قال: كنا جلوسًا في المسجد، فمر علينا عمار بن ياسر، فقلنا له: حدِّثنا ما سمعت من

(١) (٢/ ٤٧٢).
(٢) (٤/ ١٠٠).
(٣) (٢/ ٣٩٦).
(٤) (١/ ٣٧٣).
(٥) رقم (١٨٣٢٠).

٢٥

رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول في الفتنة، فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: «يكون بعدي قومٌ يأخذون الملك، يقتل عليه بعضُهم بعضًا». قال: قلنا له: لو حدَّثنا غيرُك ما صدقناه. قال: فإنه سيكون.

أقول: معنى الحديث صحيح، فإنه مع أن الواقع يوافقه، له شواهد كثيرة من أحاديث الفتن.

وسماك بن حرب تابعي جليل، إلا أنه كان يخطئ ويقبل التلقين، ولكن ليس هذا الحديث مظنة لخطأ أو تلقين.

وفي «سنن البيهقي» (٣/ ٢٤٦): «... شعبة ثنا سماك بن حرب قال: سمعت ملحان بن ثوبان (كذا) يقول: كان عمار بن ياسر علينا بالكوفة سنة، وكان يخطبنا كل جمعة وعليه عمامة سوداء».

فتلخيص حال ثروان أنه:

١- تابعي روى عن صحابي.

٢- حديثًا معناه صحيح.

٣- وله شواهد من الأحاديث.

٤- ورواه عنه تابعي جليل.

١٢- (عخ٤) ثَعْلبة بن عِبَاد:

تفرَّد عنه الأسود بن قيس (م)[1].

(١) «المنفردات والوحدان» (ص١٧٩).

٢٦

یاد رہے شیخ معلمیؒ نے سماک پر **یہ جرح غیر عکرمہ والی روایت کے تحت کی ہے۔**

(۱۱) اہل حدیث حضرات کے محدث، شیخ ابو اسحٰق الحوینی بھی سماک کی غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں کہتے ہیں '**قلت: يعني برفعه، وسماك كان يقبل التلقين، وخالفه داود بن أبي هند، وهو أوثق منه**' میں کہتا ہوں کہ یعنی اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں (سماک منفرد ہیں) اور سماک تلقین قبول کرنے والے تھے اور سماک نے (اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں) داوٗد بن ابی ہندؒ کی مخالفت کی ہے اور جبکہ داوٗد، سماک سے زیادہ مضبوط ہیں۔ **(النافلہ: جلد ۲: صفحہ ۳۱)** اس کا اسکین اوپر گزر چکا

(۱۲) مشہور سلفی عالم، شیخ مقبل بن ہادیؒ سماک کے غیر عکرمہ والی سند "**شعبة عن سماك بن حرب عن سعيد بن جبير**" کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ '**وإما أن يكون اضطراب في سماك بن حرب، فإنه مضطرب الحديث لا سيما بعد كبره، والله أعلم**'۔ **(الصحیح المسند من اسباب النزول: صفحہ ۲۰۵)**

اسکین :

۲۳٦ سورة المجادلة

معاوية عن الأعمش عن مسلم عن مسروق عن عائشة قالت: أتى النبي ﷺ أناس من اليهود فقالوا: السام عليك يا أبا القاسم، قال: «وعليكم»، قالت عائشة: قلت: بل عليكم السام والذام، فقال رسول الله ﷺ: «يا عائشة لا تكوني فاحشة»، قالت: ما سمعت ما قالوا؟ فقال: «أوليس قد رددت عليهم الذي قالوا؟ قلت: وعليكم».

حدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا يعلى بن عبيد حدثنا الأعمش بهذا الإسناد غير أنه قال: ففطنت بهم عائشة فسبتهم فقال رسول الله ﷺ: «مه يا عائشة فإن الله لا يحب الفحش والتفحش»، وزاد فأنزل الله عز وجل: ﴿وَإِذَا جَآءُوكَ حَيَّوۡكَ بِمَا لَمۡ يُحَيِّكَ بِهِ ٱللَّهُ﴾ إلى آخر الآية.

الحديث أخرجه الإمام أحمد ج٦ ص٢٢٩: ثنا أبو معاوية وابن نمير وفيه، فقال ابن نمير في حديثه: فنزلت هذه الآية: ﴿وَإِذَا جَآءُوكَ حَيَّوۡكَ بِمَا لَمۡ يُحَيِّكَ بِهِ ٱللَّهُ﴾ حتى فرغ.

وأخرجه ابن جرير ج٢٨ ص١٤.

قوله تعالى:

﴿وَيَحۡلِفُونَ عَلَى ٱلۡكَذِبِ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ﴾ الآية ١٤.

أحمد ج١ ص٢٤٠: ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن سماك بن حرب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: «يدخل عليكم رجل ينظر بعين شيطان أو بعيني شيطان»، قال: فدخل رجل أزرق فقال: يا محمد علام سببتني أو شتمتني أو نحو هذا، قال: وجعل يحلف، قال: ونزلت هذه الآية في المجادلة: ﴿وَيَحۡلِفُونَ عَلَى ٱلۡكَذِبِ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ﴾ والآية الأخرى.

الحديث أيضاً أعاده ص٢٦٧، ص٣٥٠، قال الهيثمي في مجمع الزوائد: رواه أحمد والبزار ورجال الجميع رجال الصحيح، إلا أن فيه أن رسول الله هو الذي قال له: «علام تشتمني أنت وصاحبك»، وكذا في المسند ص٣٥٠ و ص٢٦٧، وأخرجه الحاكم في المستدرك ج٢ ص٤٨٢،

۲۳۷ سورة المجادلة

وقال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه، وابن جرير ج٢٨ ص٢٥.

وأخرجه ابن جرير ج١٠ ص١٨٥، وعزاه الشوكاني ج٢ ص٣٨٤ إلى الطبراني وأبي الشيخ وابن مردويه من حديث ابن عباس نحوه إلا أنه قال: ونزلت: ﴿يَحۡلِفُونَ بِٱللَّهِ مَا قَالُواْ﴾ إلى آخر الآية التي في سورة التوبة، فإما أن تكونا نزلتا معاً في سبب واحد، وإما أن يكون اضطرب فيه سماك بن حرب، فإنه مضطرب الحديث لا سيما بعد كبره، والله أعلم، وكون آية المجادلة التي نزلت أثبت لأن الراوي عنه شعبة وقد سمع منه قديماً كما في تهذيب التهذيب.

(۱۳) شیخ 'محمد بن علی الاثیوبی الولوی' سلفی عالم نے بھی امام نسائیؒ کے قول 'سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، وَسِمَاكٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، وَكَانَ يَقْبَلُ التَّلْقِينَ' جو کہ غیر عکرمہ والی روایت کے تحت میں ہے، اس کی تائید کی ہے۔

شیخ کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ الجامع عفا الله تعالى عنه: حاصل ما أَعَلّ به المصنّف رحمه الله تعالى هَذَا الْحَدِيث أربعة أشياء: الأول: تفرد أبي الأحوص به. الثاني: ضعف سماك بن حرب. الثالث: قبوله التلقين. الرابع: مخالفة شريك لأبي الأحوص فِي إسناده، ولفظه، كما بيّن ذلك بقوله. ذخيرة۔ (العقبى في شرح المجتبى: ج ۴۰: ص ۳۰۱)

(۱۴) امام ذہبیؒ (م ۷۴۸؁ھ) سماک کی غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ '**والحديث عن سماك مضطرب**' اور سماک سے مروی حدیث مضطرب ہے۔ (**میزان الاعتدال: رقم ۱۰۹۸۴**)

اسکین:

ميزان الاعتدال
في نقد الرجال
تأليف
أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي
المتوفى ٧٤٨ هـ
تحقيق
علي محمد البجاوي
ويليه فهرس الأحاديث النبوية الشريفة
المسمى: فتح الرحمن لأحاديث الميزان
المجلد الرابع
دار المعرفة
بيروت - لبنان

— ٦٠٩ —

١٠٩٨٣ — فاطمة بنت أبي ليث [س] . عن خالتها أم كلثوم . عن عائشة . تفرد عنها أيمن بن نابل .

١٠٩٨٤ — قِرْصَافة [س] . عن عائشة : اشربوا في الظروف . تفرد عنها سماك بن حرب . قال النسائي : هذا غير ثابت . وقرصافة لا يدرى مَنْ هي . والحديث عن سماك مضطرب /. [٤٣٩]

١٠٩٨٥ — قُرَيبة [د ، ق] بنت عبد الله بن وهب بن زمعة . تابعية . تفرد عنها ابن أخيها موسى بن يعقوب .

١٠٩٧٦ — كبشة بنت كعب [عو] بن مالك . عن أبي قتادة . تفردت عنها أم يحيى حُميدة في طهارة الهر . وقد صحح حديثها الترمذي وهو في الموطأ عن إسحاق ابن عبد الله بن أبي طلحة عن حُميدة .

١٠٩٨٧ — كبشة[1] بنت أبي مريم . عن أم سلمة . تفردت عنها ريطة بنت حُريث .

١٠٩٨٨ — كريمة بنت الحسحاس . عن أبي هريرة . تفرد عنها إسماعيل بن عبد الملك بن أبي المهاجر .

١٠٩٨٩ — كريمة بنت سيرين . أخت محمد . قال محمد بن عيسى بن السكن الواسطي : سمعت يحيى بن معين يقول : يحيى وكريمة ابنا سيرين ضعيفا الحديث . وأخوهما معبد يعرف وينكر .

١٠٩٩٠ — كَلْثَم [ق] ، وقيل أم كلثوم . عن عائشة . لا تعرف . وعنها أيمن بن نابل .

١٠٩٩١ — كَيِّسَة [د] بنت أبي بكرة الثقفي . تفرد عنها ابن أخيها بكار بن عبد العزيز .

(١) في هـ : كيشة.

(٣٩ — الميزان — ٤)

ثابت ہوا کہ امام ذہبیؒ کے نزدیک بھی سماک غیر عکرمہ والی روایت میں مضطرب ہیں۔

* امام نسائیؒ (م ۳۰۳؁ھ) سماک کی غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ '**هَذَا الْحَدِيثُ مُضْطَرِب**' پھر اس کا ضعف بیان کرتے ہوئے سماک بن حربؒ پر جرح کی ہے۔ (سنن کبریٰ للنسائی: **حدیث نمبر ۳۲۹۵**)

(۱۵) امام حافظ یعقوب بن شیبہؒ (م ۲۶۲؁ھ) فرماتے ہیں کہ 'وروايته عَنْ عكرمة خاصة مضطربة، وهو في غير عكرمة صالح، وليس من المتثبتين' ان کی عکرمہ سے روایت خاص طور سے مضطرب ہے اور وہ غیر عکرمہ میں ٹھیک ہے (لیکن) مضبوط نہیں ہیں۔ (**تہذیب الکمال: جلد ۱۲: صفحہ ۱۲۰**) اسکین ملاحظہ فرمائے

تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي

٦٥٤ - ٧٤٢ هـ

المجلد الثاني عشر

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

مؤسسة الرسالة

وكان جائز الحديث لم يترك حديثه أحد ولم يرغب عنه أحد، وكان عالماً بالشِّعر وأيام الناس، وكان فصيحاً.

وقال عبدالرحمان بنُ أبي حاتِم(١): سألتُ أبي عنه، فقال: صدوقٌ ثقةٌ. قلتُ له: قال أحمد بن حنبل: سِماك أصلح حديثاً من عبدالملك بن عُمير، فقال: هو كما قال.

وقال يعقوب بنُ شَيْبة: قلتُ لعليِّ بن المَديني: رواية سِماك عن عكرمة؟ فقال: مُضْطَرِبة، سُفيانُ وشُعبة يجعلونها عن عكرمة، وغيرهما يقول: عن ابن عباس؛ إسْرائيل وأبو الأحوص(٢).

وقال زكريا بنُ عَدِي، عن ابنِ المبارك: سِماك ضعيفٌ في الحديث.

قال يعقوب: وروايتُه عن عكرمة خاصَّة مُضْطَرِبة، وهو في غير عِكْرمة صالح، وليس من المُتَثَبِّتين. ومَنْ سَمِعَ من سِماك قديماً مثل شُعبة وسُفيان فحديثُهم عنه صحيحٌ مُستقيم، والذي قاله ابنُ المبارك إنَّما يرى أنه فيمن سمع منه بأَخَرَةٍ(٣).

وقال صالح بنُ محمَّد البَغْداذيُّ(٤): يُضَعَّف.

وقال النَّسائيُّ: ليسَ به بأسٌ، وفي حديثه شيءٌ(٥).

(١) الجرح والتعديل: ٤/ الترجمة ١٢٠٣. (٢) أي: اللذان يقولان عن ابن عباس.

(٣) نقل مغلطاي من كتاب «الجرح والتعديل» للدارقطني شيئاً يشبه هذا الكلام، قال: إذا حدث عنه شعبة والثوري وأبو الأحوص فأحاديثهم عنه سليمة، وما كان عن شريك وحفص بن جميع ونظرائهم ففي بعضها نكارة. (إكمال: ١/ الورقة ١٣٧).

(٤) تاريخ الخطيب: ٩/ ٢١٦.

(٥) ونقل مغلطاي وابن حجر عن النسائي أنه قال: كان ربما لقن فإذا انفرد بأصل لم يكن حجة لأنه كان يُلَقن فيتلقن.

١٢٠

یہ عبارت کفایت اللہ صاحب نے بھی **انوار البدر:۱۲۵** پر نقل کی ہے، لیکن افسوس '**وهو في غير عكرمة صالح، وليس من المتثبتين**' کا نقل نہیں کیا، بلکہ چھپالیا، حالانکہ یہ عبارت سے سماک بن حرب ؒ کا غیر عکرمہ والی روایت میں بھی مضبوط نہ ہونا واضح تھا۔

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر　1

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، دلائل، اور شبہات کا ازالہ

اَنوارُ البَدْر

فی

وَضْعِ اليَدَيْنِ على الصَّدْر

از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر　125

میں نے امام احمد سے سنا کہ شریک نے کہا: لوگ سماک کو عکرمہ سے ان کی مرویات کی تلقین کرتے تھے۔ لوگ تلقین کرتے ہوئے کہتے تھے: عن ابن عباس. یعنی یہ ابن عباس سے مروی ہے۔ تو سماک بھی کہتے: عن ابن عباس. یعنی یہ ابن عباس سے مروی ہے۔[مسائل أحمد لابی داؤد ص:٤٤٠]۔

نیز "علل" میں یوں صراحت ہے:

وسماک یرفعها عن عكرمة عن ابن عباس.

سماک عکرمہ عن ابن عباس کی روایت کو مرفوع بنا دیتے ہیں۔[العلل لأحمد:٣٩٥/١]۔

ثابت ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ کی جرح عکرمہ عن ابن عباس. والی سند پر ہے اور اس کے علاوہ دیگر سندوں میں سماک امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ ہیں۔

اس کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ دیگر محدثین نے بھی اضطراب والی جرح خاص کر عکرمہ والی سند پر ہی کی ہے چنانچہ:

۞ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۴) سے نقل کرتے ہوئے حافظ یقوب نے کہا:

قلت لابن المدینی روایة سماک عن عكرمة فقال مضطربة.

میں نے امام علی بن المدینی سے پوچھا: عکرمہ سے سماک کی روایت کیسی ہے؟ تو انہوں نے کہا: مضطرب ہے۔[تہذیب التہذیب لابن حجر:٢٣٣/٤، ونقله من یعقوب بن شیبه وهو صاحب کتاب]۔

۞ حافظ یعقوب بن شیبہ (المتوفی:۲۶۲) نے کہا:

وروایته عن عكرمة خاصة مضطربة.

سماک کی خاص عکرمہ سے روایت مضطرب ہے۔[تہذیب الکمال :١٢٠/١٢ ونقله من یعقوب]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲) نے کہا:

صدوق وروایته عن عكرمة خاصة مضطربة.

آپ صدوق ہیں اور خاص عکرمہ سے آپ کی روایات مضطرب ہیں۔[تقریب لابن حجر: رقم:٢٦٢٤]۔

۞ بلکہ امام ابن رجب (المتوفی:۷۹۵) نے تو متعدد حفاظ کے اقوال کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا:

ومن الحفاظ من ضعف حدیثه عن عكرمة خاصة.

اور حفاظ میں سے کچھ لوگوں نے خاص عکرمہ ہی سے سماک کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔[شرح

لیکن چونکہ حافظ یعقوبؒ کی یہ عبارت کفایت صاحب کی سینہ پر ہاتھ باندھے والی روایت کو ضعیف ثابت کر رہی تھی، اسلئے انہوں نے اس کو چھپالیا اور عوام کو دھوکہ دے دیا۔ (اللہ ان کی غلطی کو معاف فرمائے اور انہیں توبہ کی توفیق عطاء کرے، آمین۔)

(۱۶) امام حافظ ابن رجبؒ (م۷۹۵ھ) کہتے ہیں **'ومن یضطرب في حدیثه سماك، وعاصم بن بهدلة'** وہ لوگ جو حدیث میں مضطرب ہیں، وہ سماک بن حربؒ اور عاصم بن بھدلہؒ ہیں۔

پھر حافظؒ کہتے ہیں کہ **'وقد ذكر الترمذي أن هؤلاء وأمثالهم ممن تكلم فيه من قبل حفظه، وكثرة خطئه لا يحتج بحديث أحد منهم إذا انفرد. يعني في الأحكام الشرعية والأمور العلمية'**

(۱۷) امام ترمذیؒ (م۲۷۹ھ) نے یہ تمام اور ان جیسے راویوں کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے، جن کے حافظ پر اختلاط سے پہلے یا کثرت کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے، جبکہ ان میں سے کوئی احکام شریعت اور علوم الٰہیہ میں منفرد ہو، تو اس سے حجت نہیں پکڑی جائے گی۔ **(شرح علل الترمذی: جلد ۱: صفحہ ۴۲۳)** اسکین ملاحظہ فرمائے

شرح علل الترمذي

للإمام العالم العلامة الحافظ عبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلي
ولد سنة ۷۳٦ وتوفي سنة ۷۹٥ ھ
رحمه الله تعالى

حققه
وكمّل فوائده بتعليقات حافلة
نور الدين عتر
أستاذ التفسير وعلومه والحديث وعلومه
في جامعة دمشق

الجزء الأول

في شرح نص كتاب العلل للترمذي

دار الملاح للطباعة والنشر

على أن حديثه مخرج في الصحيحين .

وقال[1] أحمد : « هو مضطرب الحديث جداً ، وهو أشد اضطراباً من سماك » .

ومن يضطرب في حديثه : سماك[2] . وعاصم بن بهدلة[3] .

وقد ذكر الترمذي أن هؤلاء وأمثالهم ممن تكلم فيه من قبل حفظه وكثرة خطئه لايُحتج بحديث أحد منهم إذا انفرد ، يعني في الأحكام الشرعية والأمور العلمية ، وأن أشد مايكون ذلك إذا اضطرب أحدهم في الإسناد فزاد فيه أو نقص ، او غيَّر الإسناد ، أو غيَّر المتن تغيراً يتغير به المعنى[4] .

(۱) « قال » ظ و ب ، دون عطف .

(۲) هو سماك بن حرب ، أبو المغيرة ، صدوق جليل ، « وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة ، وقد تغير بآخرة فكان ربما يُلَقَّن ، من الرابعة ، مات سنة ثلاث وعشرين ومائة / خت م عه » . وانظر فائدة هامة في روايته في كتابنا الإمام الترمذي ص ۱۱۹ و ۲٥۱ وتدريب الراوي ص ٦۸ .

(۳) هو عاصم بن أبي النَّجود الأسدي ، « صدوق له أوهام ، حجة في القراءة ، وحديثه في الصحيحين مقرون ، من السادسة ، مات سنة ثمان وعشرين ومائة / ع » .

(٤) هذا يؤيد ماسبق أن حققناه في ص ۱۱٤ من التفصيل بين مراتب مَنْ تُكلم فيهم بسبب غلطهم ، حيث جعل الشارح هنا من تكلم فيه من قبل حفظه وكثرة غلطه لايحتج بحديثه ، وهذا يعني أنه يعتبر به ، ولم يُدْخِلْ في حكمه من غلب عليه الغفلة والغلط .

- ۱٤۱ -

نوٹ: کفایت اللہ صاحب نے ابن رجبؒ سے نقل کیا ہے کہ '**ومن الحفاظ من ضعف حديثه عن عكرمة خاصة**' حفاظ میں سے کچھ لوگوں نے خاص عکرمہ ہی سے سماک کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اول تو اس کا '**ومن الحفاظ من ضعف حديثه عن عكرمة خاصة**' صحیح ترجمہ یہ ہے کہ حفاظ میں کچھ لوگوں نے خصوصاً سماک کی عکرمہ سے مروی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، یہاں کفایت صاحب کا 'عکرمہ ہی سے 'کا ترجمہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ لفظ خاص اور لفظ فقط میں فرق ہے، جس کی تفصیل گذر چکی۔

اور پھر اہل حدیث مسلک کا اصول بھی ہے کہ عدم ذکر نفی ذکر کے لئے مستلزم نہیں ہوتا۔ **(نور العینین: صفحہ ۸۱)** یہاں صرف عکرمہ سے اضطراب کا ذکر ہے، دوسروں کے بارے میں نہیں، لہذا اسے عکرمہ کے ساتھ خاص کرنا مردود ہے۔

آگے ابن رجبؒ نے صراحت کی ہے کہ '**وقد ذكرنا ذلك كله مستوفى في أول الكتاب**' اور شروع کتاب میں بغیر کسی شرط کے مطلقاً اضطراب والی بات ہی کہی ہے، جیسا کہ ہم نے پوری عبارت نقل کی ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن رجبؒ کے نزدیک بھی سماک عکرمہ اور غیر عکرمہ دونوں میں مضطرب ہیں۔

دوم غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق حفاظ میں کن لوگوں نے یہ بات کہی ہے، وہ نامعلوم اور مجہول ہے۔ **(مقالات: جلد ۱: صفحہ ۴۵۳)**۔ بلکہ زبیر علی زئی صاحب ایک روایت جس میں 'اصحاب عبد اللہ بن مسعودؓ اور اصحاب علیؓ کا ذکر تھا' اس کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں 'ان اصحاب عبد اللہ اور اصحاب علی میں سے کسی ایک کا نام بیان نہیں کیا گیا ہے، یہ سارے اشخاص مجہول ہیں۔ **(نور العینین: صفحہ ۳۱۲)**

لہذا جب عبد اللہ بن مسعودؓ اور علیؓ کے اصحاب کے نام ذکر نہ ہونے کی وجہ سے وہ سب اہل حدیث حضرات کے محدث کے نزدیک مجہول ہے، تو پھر ان ہی کے اصول کی روشنی میں یہ ابن رجبؒ کی عبارت میں ذکر کردہ حفاظ میں چند لوگ بھی مجہول ہے۔ لہذا کفایت صاحب کا اعتراض خود ان کے مسلک کے محدث اور ذہبی زماں کے اصول کی روشنی میں باطل ہے۔

(۱۸) امام ابو بکر جصاص الرازیؒ **(م ۳۷۰ھ)** فرماتے ہیں کہ '**وهذا حديث مضطرب السند والمتن جميعا فأما اضطراب سنده فإن سماك بن حرب يرويه مرة عمن سمع أم هانئ ومرة يقول هارون بن أم هانئ أو ابن ابنة أم هانئ ومرة يرويه عن ابني أم هانئ ومرة عن ابن أم هانئ قال أخبرني أهلنا ومثل هذا الاضطراب في الإسناد يدل على قلة ضبط رواته**' یہ حدیث سند اور متن (دونوں کے) لحاظ سے مضطرب ہے، جہاں تک اس کی سند میں اضطراب کی بات ہے، تو سماک بن حربؒ کبھی اس کو (یعنی روایت کو) روایت کرتے ہیں،

اس شخص سے جس نے ام ھانئ سے سنا ہے۔

کبھی ہارون بن ام ہانی کہتے ہیں،

کبھی وہ ام ہانی کے دونوں بیٹوں سے روایت کرتے ہیں،

(کبھی) کہتے ہیں کہ مجھے ہمارے گھر والوں نے خبر دی۔

اور اس طرح یہ سند میں اضطراب سماک بن حرب کے ضبط کی قلت پر دلالت کرتا ہے۔ **(احکام القرآن: جلد ۱: صفحہ ۲۹۶)**

اسکین:

٢٩٦   أحكام القرآن للجصاص

فاقضي وإن شئت فلا تقضى) وهذا حديث مضطرب السند والمتن جميعاً . فأما اضطراب سنده فإن سماك بن حرب يرويه مرة عمن سمع أم هانىء ومرة يقول هارون بن أم هانىء أو ابن ابنة أم هانىء ومرة يرويه عن ابني أم هانىء ومرة عن ابن أم هانىء قال أخبرني أهلنا ومثل هذا الاضطراب في الإسناد يدل على قلة ضبط رواته . وأما اضطراب المتن فمن قبل ما حدثنا محمد بن بكر قال حدثنا أبو داود قال حدثنا عثمان بن أبي شيبة قال حدثنا جرير بن عبد الحميد عن يزيد بن أبي زياد عن عبد الله بن الحرث عن أم هانىء قالت لما كان يوم الفتح فتح مكة جاءت فاطمة فجلست عن يسار رسول الله ﷺ وأم هانىء عن يمينه قال فجاءت الوليدة بإناء فيه شراب فناولته فشرب منه ثم ناوله أم هانىء فشربت منه ثم قالت يا رسول الله أفطرت وكنت صائمة فقال (لها أكنت تقضين شيئاً قالت لا قال فلا يضرك إن كان تطوعاً) فذكر في هذا الحديث أنه قال لا يضرك وليس في ذلك نفي لوجوب القضاء لأنا كذلك نقول أنه لم يضرها لأنها لم تعلم أنه لا يجوز لها الإفطار أو علمت ذلك ورأت اتباع النبي ﷺ بالشرب والإفطار أولى من المضي فيه وحدثنا عبد الله بن جعفر ابن أحمد بن فارس قال حدثنا يونس بن حبيب قال حدثنا أبو داود الطيالسي قال حدثنا شعبة قال أخبرني جعدة رجل من قريش وهو ابن أم هانىء وكان سماك بن حرب يحدثه يقول أخبرني ابنا أم هانىء . قال شعبة فلقيت أنا أفضلهما جعدة فحدثني عن أم هانىء أن رسول الله ﷺ دخل عليها فناولته شراباً فشرب ثم ناولها فشربت فقالت يا رسول الله إني كنت صائمة فقال رسول الله ﷺ (الصائم المتطوع أمين نفسه أو أمير نفسه إن شاء صام وإن شاء أفطر) فقلت لجعدة سمعته أنت من أم هانىء فقال أخبرني أهلنا وأبو صالح مولى أم هانىء عن أم هانىء . ورواه سماك عمن سمع أم هانىء وذكر فيه أن رسول الله ﷺ قال (المتطوع بالخيار إن شاء صام وإن شاء أفطر) وروى سماك عن هارون ابن أم هانىء عن أم هانىء وقال فيه (إن كان من قضاء رمضان فصومي يوماً مكانه وإن كان تطوعاً فإن شئت فصومي وإن شئت فأفطري) ولم يذكر في شيء من هذه الأخبار نفي القضاء وإنما ذكر فيه أن الصائم بالخيار وأنه أمين نفسه وأن له أن يفطر في التطوع ولم يقل لا قضاء عليك وهذا الاختلاف في متنه يدل على أنه غير مضبوط ولو ثبتت هذه الألفاظ لم يكن فيها ما ينفي وجوب القضاء لأن أكثر ما فيها إباحة الإفطار وإباحة الإفطار

نوٹ: یہ روایت بھی غیر عکرمہ والی ہے۔

(۱۹)　امام یحیٰ بن معینؒ (م۲۳۳ھ) سے سماک بن حرب کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ **'ثقة'** تو ان سے کہا گیا کہ **'ما الذي عيب عليه؟'** کس چیز کی وجہ سے ان پر عیب لگایا گیا؟ تو یحیٰ بن معینؒ نے جواب دیا کہ **أسند أحاديث لم يسندها غيره.** (ان پر عیب) یہ ہے کہ وہ احادیث کو مسند بیان کرتے ہیں، (حالانکہ) ان کے علاوہ کوئی ان حدیثوں کو مسند بیان نہیں کرتا۔ **(الجرح والتعدیل : جلد۴: صفحہ ۲۷۹)**

اسکین:

كتاب الجرح و التعديل　　۲۷۹　　(سماك) ج ۲ ـ قسم ۱

۱۲۰۱ ـ سماك بن خرشة ابودجانة وهو [ابن ـ ۱] خرشة بن اوذان قتل شهيدا يوم اليمامة بدرى سمعت ابى يقول ذلك ٠

۱۲۰۲ ـ سماك بن مخرمة الذى ينسب اليه مسجد بالكوفة يقال مسجد سماك وهو خال سماك بن حرب سمعت ابى يقول ذلك ٠

۱۲۰۳ ـ سماك بن حرب كوفى قال مؤمل بن اسماعيل عن حماد بن سلمة عن سماك قال ادركت ثمانين رجلا من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وكان قد ذهب بصرى فدعوت الله عزوجل فرد على بصرى ، منهم النعمان بن بشير ، وجابر بن سمرة و ثعلبة بن الحكم روى عنه الثورى و شعبة و زائدة و زهير بن معاوية و شريك و ابوالاحوص وابو ﴿۲۲٦ م۳﴾ عوانة وعمرو بن ابى قيس و الوليد بن ابى ثور و عنبسة ابن الازهر سمعت ابى يقول ذلك ٠ حدثنا عبد الرحمن حدثنى ابى نا محمد بن سفيان الكوفى بالرى نا ابو بكر بن عياش قال سمعت ابا اسحاق الهمدانى يقول : خذوا العلم من سماك بن حرب ٠ حدثنا عبد الرحمن نا صالح بن احمد [بن محمد ـ ۱] بن حنبل قال قال ابى : سماك بن حرب اصلح حديثا من عبد الملك بن عمير ، و ذلك ان عبد الملك [بن عمير ـ ۱] يختلف عليه الحفاظ ٠ حدثنا عبد الرحمن نا محمد بن حمويه بن الحسن قال سمعت ابا طالب احمد بن حميد قال قلت لاحمد بن حنبل : سماك بن حرب مضطرب الحديث ؟ قال : نعم ٠ حدثنا عبد الرحمن قال قرئ على العباس بن محمد الدورى قال سمعت يحيى بن معين يقول : سماك [بن حرب ـ ۲] احب الى من ابراهيم بن مهاجر ٠ حدثنا عبد الرحمن انا ابو بكر بن ابى خيثمة فيما كتب الى قال سمعت يحيى بن معين يقول ـ وسئل عن سماك بن حرب فقال : ثقة ٠ فقيل ما الذى عيب عليه ؟ قال اسند احاديث لم يسندها غيره حدثنا عبد الرحمن قال سمعت ابى [يقول ـ ۱] و سألته عن سماك بن حرب

(۱) من ك (۲) من م.

كتاب الجرح والتعديل

تأليف

الإمام الحافظ شيخ الإسلام الرازي

المجلد الرابع

دار إحياء التراث العربي

بيروت ـ لبنان

اور بقول زبیر علی زئی صاحب کے ابن ابی حاتمؒ نے بھی سکوت کے ذریعہ سماک بن حربؒ کے اس عیب کی تائید کی ہے۔ **(انوار الطریق: صفحہ ۸)**

ثابت ہوا کہ امام ابن معینؒ کے نزدیک بھی سماک بن حربؒ مطلقاً غیر مسند کو مسند بیان کرتے ہیں، **یعنی وہ ضبط کی قلت کی وجہ** سے اضطراب کا شکار ہوتے ہیں۔

لیکن افسوس کفایت اللہ صاحب 'الجرح والتعدیل' سے امام ابن معینؒ سے سماک کا ثقہ ہونا تو نقل کیا ہے، لیکن **'أسند أحادیث لم یسندھا غیرہ'** کا جملہ چونکہ ان کے مسلک کے خلاف تھا، اس لئے اس کو چھپالیا اور بیچاری عوام کو دھوکہ دیا۔ دیکھئے **انوار البدر: ص ۱۳۵**

(اللہ ان کی غلطی کو معاف فرمائے۔ آمین)

اسکین:

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر 1

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، دلائل، اور شبہات کا ازالہ

اَنوارُ البَدُر

فی

وَضعِ الیَدینِ علی الصَدُر

از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر 135

(۲) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (المتوفی:۱۶۱)

آپ نے کہا:

مایسقط لسماک بن حرب حدیث.

سماک بن حرب کی کوئی حدیث ساقط نہیں [تاریخ بغداد، مطبعة السعادة: ۹/ ۲۱٤ واسنادہ صحیح]۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اسی طرح کی بات سماک بن الفضل کے بارے میں بھی کہی ہے اور اس کی تشریح کرتے ہوئے امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

یعنی لصحة حدیثه.

یعنی ان کی حدیث کے صحیح ہونے کی وجہ سے [الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ٤/ ۲۸۰]۔

معلوم ہوا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کے نزدیک سماک بن حرب صحیح الحدیث یعنی ثقہ ہیں۔

یاد رہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے یہ بات دونوں سماک کے بارے میں کہی ہے بعض اہل علم کا سماک بن حرب کے بارے میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی اس بات کا اس وجہ سے انکار کرنا کہ سفیان ثوری نے سماک بن حرب کی تضعیف کی ہے غلط ہے۔ کیونکہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تضعیف کا تعلق خاص عکرمہ والی سند سے ہے۔

(۳) امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳)

آپ نے کہا

ثقة.

یہ ثقہ ہیں۔ [الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ٤/ ۲۷۹ واسنادہ صحیح]۔

(۴) امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱)

آپ نے کہا:

سماک بن حرب اصلح حدیثا من عبد الملک بن عمیر.

سماک بن حرب یہ عبد الملک بن عمیر سے بہتر حدیث والے تھے۔ [الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم: ٤/ ۲۷۹ واسنادہ صحیح]۔
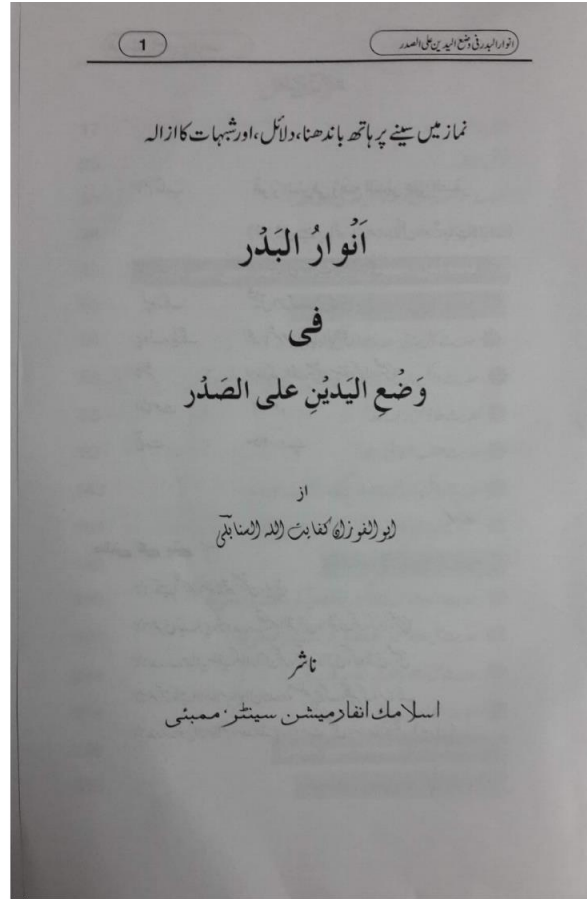
نوٹ:

یاد رہے کہ اس عبارت میں ابن معینؒ نے سماک کو ثقہ کہنے کے ساتھ ان میں موجود عیب کو بھی ذکر کیا ہے، جو کہ قلت ضبط اور اضطراب کے شکار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ تو ایسے اقوال سے خود غیر مقلدین کے نزدیک راوی کا روایت میں پختہ اور ضابط ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

چنانچہ، ایک راوی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ (م ۱۴۹؁ھ) جن کو محدثین نے صدوق، ثقہ قرار دیا ہے، ان کے بارے میں زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں ' جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات کے لحاظ سے ہے۔ یعنی وہ ذاتی طور پر تو سچا تھا، مگر برے حافظہ اور اوہام، خطاکی وجہ سے ضعیف ٹھہرا'۔ **(نور العینین: صفحہ ۹۰)**

تو زبیر علی زئی کے اسی اصول کی روشنی میں ابن معینؒ کی توثیق کا جواب سن لیجئے کہ سماک بن حربؒ ذاتی طور پر سچے تھے، مگر برے حافظہ، اوہام اور خطاکی وجہ سے (غیر صحیحین والی روایت میں) ضعیف و کمزور ہیں۔[22]

نیز، کفایت اللہ صاحب بھی کہتے ہیں کہ بعض محدثین جب تضعیف کے ساتھ ساتھ توثیق بھی کرتے ہیں، تو ایسے موقعہ پر توثیق اصطلاحی مراد نہیں ہوتی، بلکہ محض دیانت داری مراد ہوتی ہے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۲۷)**

الغرض کفایت صاحب کی توثیق خود ان کے مسلک اور ان ہی کے اصول کی روشنی میں مردود ہے۔

(۲۰)　امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵؁ھ) ایک غیر عکرمہ والی روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ '**الاضطراب فيه من سماك بن حرب**' اس (غیر عکرمہ والی روایت) میں اضطراب سماک بن حرب کی طرف سے ہے۔ **(کتاب العلل للدارقطنی: جلد ۱۵: صفحہ ۳۶۶)**

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ '**سماك سيء الحفظ**' سماک برے حافظہ والے ہیں۔ **(العلل للدارقطنی: جلد ۱۳: صفحہ ۱۸۴)** معلوم ہوا کہ امام دار قطنیؒ کے نزدیک بھی سماک غیر عکرمہ والی روایت میں مضطرب ہیں اور برے حافظہ والے بھی۔

کفایت صاحب کے ہاتھ کی صفائی:

کفایت صاحب اپنے مسلک کی تقلید میں ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ وہ سماک بن حربؒ کو ثقہ ثابت کر سکیں۔ لیکن افسوس بقول غیر مقلد انجینئر علی مرزا کے، کفایت صاحب حدیثوں میں تاویل کر جاتے ہیں، یہی کام انہوں نے امام دار قطنیؒ کی جرح میں بھی کرنے کی کوشش کی ہے۔

---

[22] سماکؒ میں قلت ضبط، کمزور حافظہ اور ان کے خطاکار ہونے کے سبب سے ہی ان غیر عکرمہ والی احادیث میں بھی اضطراب پایا جاتا ہے، جیسا کہ محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کی آراء گزر چکیں۔

کفایت صاحب کہتے ہیں کہ '**سيء الحفظ**' سے امام دار قطنی کی مراد سماک کا اخیر میں مختلط ہونا ہے، جیسا کہ خود آپ ہی کہا :سماک بن حرب جب شعبہ، سفیان ثوری اور ابو الاحوص سے روایت کریں، تو سماک کی احادیث (صحیح) سالم ہیں اور سماک سے جو روایت شریک بن عبد اللہ، حفص بن جمیع اور ان جیسے لوگ نقل کریں، تو ان میں سے بعض میں نکارت ہے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۲۸)**

اسکین:

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر 128

معلوم ہوا کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے محض سماک کے سوء حفظ کی وجہ سے ان کی روایت کو ضعیف نہیں کہا ہے بلکہ سماک کی دیگر رواۃ کی مخالفت کی وجہ سے ان کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔

نیز یہاں سیء الحفظ سے امام دار قطنی کی مراد سماک کا اخیر میں مختلط ہونا ہے جیسا کہ خود آپ ہی نے کہا:

سِمَاکُ بنُ حربٍ إذا حدَّث عنه شُعبةُ والثَّوريُّ وأبو الأحوصِ فأحاديثُهم عنه سليمةٌ، وما كان عن شَريكِ ابنِ عبدِاللهِ وحفصِ بن جُمَيْعٍ ونظرائِهم، ففي بعضِها نكارةٌ.

سماک بن حرب سے جب شعبہ، سفیان ثوری اور ابوالاحوص روایت کریں تو سماک سے ان کی احادیث (صحیح) وسالم ہیں۔ اور سماک سے جو روایات شریک بن عبداللہ، حفص بن جمیع اور ان جیسے لوگ نقل کریں تو ان میں سے بعض میں نکارت ہے۔ [سؤالات السلمی للدارقطنی ت الحمید: ص:۱۸۹]۔(۱)

نیز دیکھئے: [المؤتلف والمختلف للدارقطنی:۲/۳۵] مزید دیکھیں: [إکمال تهذيب الكمال :۶/۱۱۰]۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ سماک کو علی الاطلاق سیء الحفظ نہیں مانتے ہیں بلکہ خاص سندوں میں ہی انہیں سیء الحفظ مانتے ہیں۔

اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض دیگر مقامات پر امام دار قطنی نے سماک بن حرب کی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے چنانچہ اپنی مشہور کتاب سنن میں ان کی ایک روایت درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هذا إسناد حسن صحيح.

یہ سند حسن اور صحیح ہے۔ [سنن الدارقطنی:۲/۱۷۵]۔

امام عقیلی اور ابن الجوزی نے انہیں ضعفاء والی کتاب میں ذکر کیا ہے لیکن ضعفاء والی کتابوں میں کسی

(۱) امام دار قطنی کے شاگرد "أبو عبد الرحمٰن السلمی" ثقہ ہیں بلکہ امام حاکم نے کہا:

كثير السماع والطلب متقن فيه.

یہ کثیر السماع اور بہت زیادہ علم حاصل کرنے والے تھے اور ان سب میں یہ متقن تھے۔ [سؤالات السجزی للحاکم: ص:۶۵]۔

بعض لوگوں نے بلاوجہ ان پر جرح کردی ہے جس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے قدرے تفصیل کے لئے دیکھئے: [سؤالات السلمی للدارقطنی بتحقيق مجدی فتحی السيد، مقدمہ: ص:۳۲تا ۳۷]۔ نیز دیکھیں: [التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل:۲/۵۹۳]۔

انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر 1

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا، دلائل، اور شبہات کا ازالہ

اَنوارُ البَدْر

فی

وَضعِ اليَدينِ على الصَدْر

از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

الجواب:

اول تو امام دار قطنیؒ سے امام ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ **(م ۴۱۲ھ)** نے نقل کیا ہے کہ جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک حدیث گھڑنے والا، کذاب اور متہم راوی ہے۔ دیکھئے **(فتاوی علمیہ: ج۱: ص۱۶۲، سلسلة الاحاديث الصحيحه: ج۴: ص۳۹۶، سلسلة الاحاديث الضعيفه: ج۲: ص۲۲۶، تحفة المجيب على أسئلة الحاضر و الغريب: ص۹۳)** لہذا کفایت صاحب کا استدلال مردود ہے۔

اسکین : فتاوی علمیہ

کتاب العقائد 162

(محمد بن الحسین) السلمی النیسابوری لکھی ہوئی ہے۔ (ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

ابوعبدالرحمٰن السلمی اگر چہ اپنے عام شہر والوں اور اپنے مریدوں کے نزدیک جلیل القدر تھا مگر اسی شہر کے محدث محمد بن یوسف القطان النیسابوری (وکان صدوقًا، له معرفة بالحدیث وقد درس شیئًا من فقه الشافعي، وله مذهب مستقیم وطریقة جمیلة / تاریخ بغداد ۳/۲۱۱) فرماتے ہیں: ''کان أبو عبدالرحمٰن السلمي غیر ثقة...... وکان یضع للصوفیة الأحادیث'' ابوعبدالرحمٰن السلمی غیر ثقہ تھا...... اور وہ صوفیوں کے لئے احادیث گھڑتا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۴۸ وسندہ صحیح)

اس شدید جرح کے مقابلے میں سلمی مذکور کی تعدیل بطریقۂ محدثین ثابت نہیں ہے۔ سلمی کے استاد محمد بن محمد بن غالب اور اس کے استاد ابونصر احمد بن سعید الاسفنجانی کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس موضوع سند کو تھانوی صاحب نے فخریہ پیش کیا ہے۔

تنبیہ بلیغ: عبدالکریم بن ہوازن نے رسالہ قشیریہ میں حسین الحلاج کو بطور ولی ذکر نہیں کیا۔ رسالہ قشیریہ اس کے ترجمہ سے خالی ہے۔ کسی دوسرے شخص کے حالات میں ذیلی طور پر اگر ایک موضوع روایت میں اُس کا نام آگیا ہے تو اس پر خوشی نہیں منانی چاہئے۔

خلاصۃ التحقیق: حسین بن منصور الحلاج اولیاء اللہ میں سے نہیں تھا بلکہ وہ ایک گمراہ و زندیق صوفی تھا جسے جلیل القدر فقہاء اسلام کے متفقہ فتوے کی بنیاد پر چوتھی صدی ہجری کے شروع میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کی کرامتوں کے بارے میں سارے قصے موضوع و بے اصل ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ولا أری یتعصب للحلاج إلا من قال بقوله الّذي ذکر أنه عین الجمع فهذا هو قول أهل الوحدة المطلقة ولهذا تری ابن عربي صاحب الفصوص یعظمه ویقع فی الجنید واللّٰه الموفق''

میری رائے میں حلاج کی حمایت ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اس کی اس بات کے قائل ہیں جس کو وہ عین جمع کہتے ہیں اور یہی اہل وحدت مطلقہ کا قول ہے اس لئے تم ابن
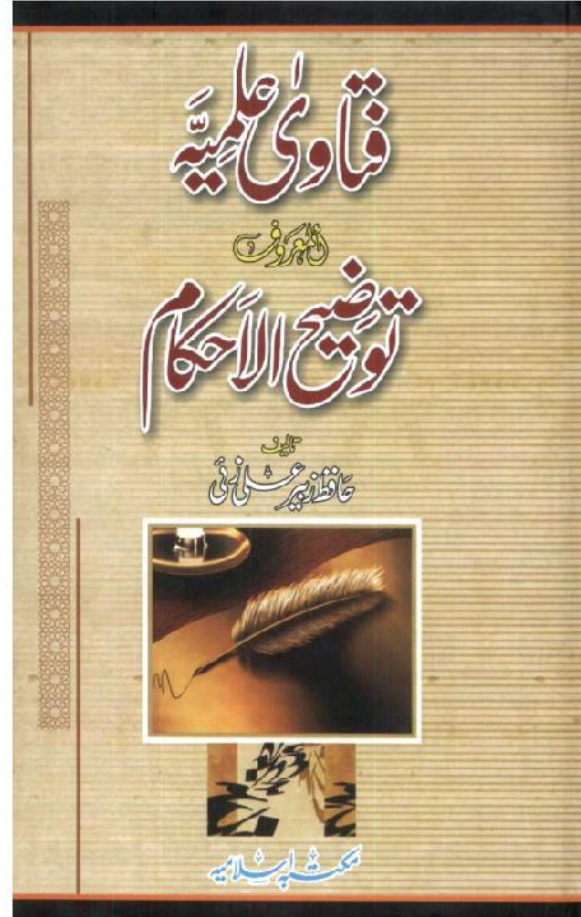
دوم اس عبارت میں سماک سے شعبہ، سفیان وغیرہ کی روایت کا سالم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے سماک سے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے، اس لہذا اسے انہوں نے ان کی حدیثوں کو سالم کہا اور سیاق وسباق بھی یہی بتا رہا ہے۔ اسی کا اشارہ خود کفایت صاحب کی نقل کردہ کتاب، اکمال تہذیب الکمال میں بھی ہے، اس میں امام دارقطنیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

''في كتاب «الجرح والتعديل» عن الدارقطني: إذا حدث عنه شعبة والثوري, وأبو الأحوص فأحاديثهم عنه سليمة''

جب سماک سے شعبہؒ، ثوریؒ اور ابو الاحوصؒ روایت کریں، تو ان کی ان سے حدیثیں محفوظ ہیں۔ لیکن افسوس کفایت صاحب زبردستی اسے '**صحیح**' بنا کر امام دارقطنیؒ کے کھاتے میں ڈالنا چاہ رہے ہیں، استغفر اللہ

سوم کفایت صاحب کہتے ہیں کہ یہ '**سيء الحفظ**' سے امام دارقطنی کی مراد سماک کا اخیر میں مختلط ہونا ہے، قارئین! آپ غور کر لیں، واقعی اگر امام دارقطنیؒ کی اس '**سيء الحفظ**' کی جرح سے مراد سماک کا اخیری عمر میں مختلط ہونا مراد ہے۔

تو امام دارقطنیؒ نے سماک بن حربؒ کی جس روایت پر '**سيء الحفظ**' کی جرح کی ہے، وہ روایت سفیان ثوریؒ اور ابو الاحوصؒ سے مروی ہے۔

وسئل عن حديث سعيد بن جبير، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم إذا اشتريت ذهبا بفضة فلا تفارق صاحبك وبينك وبينه لبس.

فقال: اختلف في رفعه على سعيد بن جبير؛

فرواه سماك بن حرب، عن سعيد بن جبير، مرفوعا.

حدث به عنه أبو خالد الدالاني، وأبو الأحوص، وإسرائيل، والثوري، وعمر بن رزين، وحماد بن سلمة، ومحمد بن جابر۔ (علل دار قطنی: جلد ۱۳: صفحہ ۱۸۴)

اسکین:

العلل للدارقطني ١٨٤

النضر بن شميل، قال: حدثنا شعبة، عن سليمان، [قال: حدثنا] المنهال بن عمرو، قال: سمعت سعيد بن جبير، يقول: مرَّ ابن عمر على غلمان، وقد نصبوا دجاجة، وهم يرمونها، فقال: من يعمل هذا؟! إن رسول الله ﷺ لعن من [مثّل][1] بالحيوان.

* * *

٣٠٧٢- وسئل عن حديث سعيد بن جبير، عن ابن عمر: قال رسول الله ﷺ: إذا اشتريت ذهباً بفضة فلا تفارق صاحبك وبينك وبينه لبس[*].

فقال: اختلف في رفعه [على][2] سعيد بن جبير:

فرواه سماك بن حرب، عن سعيد بن جبير مرفوعاً.

حدّث به عنه أبوخالد الدالاني، وأبوالأحوص، وإسرائيل، والثوري، و[عمر بن رزين][3]، وحماد بن سلمة، ومحمد بن جابر.

وقال عمر بن عبيد: حدثنا سماك، أو عطاء بن السائب. والصواب: [سماك][4].

وخالفه داود بن أبي هند، فرواه عن سعيد بن جبير، عن [ابن][5] عمر موقوفاً.

وكذلك رواه سعيد بن المسيب، ونافع، عن ابن عمر موقوفاً.

ولم يرفعه غير سماك، وسماك سيء الحفظ.

* * *

(١) في (ق): يمثل. وما أثبته من الأصل. وبياض في (ن).

(*) "التحفة" (١٩٣/٥) ح(٧٠٥٣)، "الإتحاف" (٤٤٨/٨، ٤٥٢)، "الأطراف" (٣٦٠/٣).

(٢) في (ق): عن.

(٣) غير واضحة في (ن) للبياض، وهكذا في الأصل، وفي (ق): عمرو بن رزيق، والله أعلم.

(٤) سقط من (ن).

(٥) سقط من (ق).

خود امام دار قطنیؒ نے تصریح کی ہے، کہ سفیانؒ اور ابو الاحوصؒ نے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے۔ لہذا یہ روایت جس پر امام دار قطنیؒ نے سماک پر '**سيء الحفظ**' کی جرح کی ہے، وہ روایت کو سماک سے ان کے قدیم اور اختلاط سے پہلے زمانہ کے شاگردوں نے ان سے روایت کیا ہے۔

تو یہاں پر کفایت صاحب کا دعویٰ کہ 'یہ '**سيء الحفظ**' سے امام دار قطنی کی مراد سماک کا اخیر میں مختلط ہونا ہے' کتنا صحیح ہے، یہ تو اہل علم دیکھ رہے ہیں، باقی اللہ ان کی غلطی کو معاف فرمائے۔ آمین۔

کفایت صاحب کا ایک اور بہانہ:

کفایت صاحب کہتے ہیں کہ ' امام دار قطنیؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ سماک کو علی الاطلاق '**سيء الحفظ**' نہیں مانتے ہیں، بلکہ خاص سندوں میں ہی انہیں '**سيء الحفظ**' مانتے ہیں۔

اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض دیگر مقامات پر امام دار قطنیؒ نے سماک بن حرب کی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے، اور موصوف نے سنن دار قطنی کا حوالہ دیا کہ دار قطنیؒ نے ان کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۲۸)**

الجواب:

اول تو کفایت صاحب کا کہنا کہ ' امام دار قطنیؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ سماک کو علی الاطلاق '**سيء الحفظ**' نہیں مانتے ہیں، بلکہ خاص سندوں میں ہی انہیں '**سيء الحفظ** مانتے ہیں' باطل اور مردود ہے، کیونکہ ہم نے اوپر واضح کیا کہ امام دار قطنیؒ **(م ۳۸۵ھ)** نے سفیان ثوریؒ اور ابو الاحوص (قدیم السماع تلامذہ) سے مروی سماک بن حرب کی حدیث کے بارے میں '**سيء الحفظ**' کہا ہے۔

لہذا کفایت صاحب کا اس کو اختلاط کے ساتھ مختص کر کے امام دار قطنیؒ کے کھاتے میں ڈالنا دھوکہ اور سراسر بد دیانتی ہے۔

دوم مزید تعجب ہمیں اس پر ہوتا ہے کہ کفایت صاحب ایک طرف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سماک بن حربؒ **(م ۱۲۳ھ)** صرف عکرمہ سے روایت کرتے وقت ہی تلقین قبول کرتے اور مضطرب تھے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۲۰)**

دوسری طرف بغیر سند کو ذکر کئے، سماک سے مروی حدیث کو حسن صحیح کہنے کی وجہ سے، امام دار قطنیؒ کو سماک کی توثیق نقل کرنے والوں میں شمار کیا اور عوام کو دھوکہ دیا۔ حالانکہ جس حدیث کو امام دار قطنیؒ نے حسن صحیح کہا ہے، اس کی سند میں سماک بن حرب عکرمہ سے ہی روایت کر رہے ہیں۔

دیکھئے:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ, وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَطْحَاءَ, وَآخَرُونَ قَالُوا: نا حَمَّادُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَنْبَسَةَ, ثنا أَبُو دَاوُدَ, ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ الضَّبِّيُّ, عَنْ **سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ, عَنْ عِكْرِمَةَ**, قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «عِنْدَكِ شَيْءٌ؟», قُلْتُ: لَا, قَالَ: إِذًا أَصُومُ, وَدَخَلَ عَلَيَّ يَوْمًا آخَرَ, فَقَالَ: «أَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟», قُلْتُ: نَعَمْ, قَالَ: «إِذًا أُطْعِمُ وَإِنْ كُنْتُ قَدْ فَرَضْتُ الصَّوْمَ». هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ **(سنن دار قطنی: حدیث نمبر ۲۲۳۳)**

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کفایت صاحب کے نزدیک '**سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ**' والی سند بھی صحیح ہے، کیا کفایت صاحب تلقین اور اضطراب والی اپنی ہی بات کو حلوے کی طرح کھا گئے؟

سوم خود کفایت صاحب نے اسی کتاب کے **صفحہ:۲۷** پر عنوان باندھا ہے 'ضمنی توثیق' اور پھر لکھتے ہیں کہ 'ضمنی توثیق سے ہماری مراد یہ ہے کہ محدثین کسی حدیث کی سند کی تصحیح یا تحسین کریں، تو یہ ان محدثین کی طرف سے اس سند کے تمام روات کی توثیق ہوتی ہے۔

لیکن یاد رہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ضعیف راوی پر مشتمل سند کو محدثین شواہد یا متابعات کی وجہ سے صحیح یا حسن کہیں یا حسن یا صحیح کہنے میں کسی سے تساہل بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے جہاں اس طرح کا اشارہ مل جائے، وہاں ہم اس طرح کی توثیق کو حجت نہیں سمجھتے۔

اہل حدیث مسلک کے زبیر علی زئی کہتے ہیں کہ 'راوی کی منفرد روایت کو حسن یا صحیح کہنا، اس راوی کی توثیق ہوتی ہے'۔ **(نور العینین: صفحہ ۵۲۶)**

معلوم ہوا کہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک جب راوی کسی حدیث میں منفرد ہوتا ہے، تو تب اس کی روایت کو حسن صحیح کہنا اس راوی کی توثیق ہوتی ہے، ورنہ کفایت صاحب کے بقول محدثین ضعیف راوی کی سند کو بھی شواہد یا متابعات کی وجہ سے صحیح کہتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ امام دارقطنیؒ نے جس سماک بن حربؒ کی حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے، اس کی اصل تو صحیحین میں موجود ہے، یعنی وہی روایت کو بخاری و مسلم میں مختلف الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ دیکھئے: **صحیح البخاری: حدیث نمبر ۱۴۹۴، صحیح مسلم: جلد ۲ صفحہ ۷۵۶، ۸۰۸، ۸۰۹، محقق محمد فواد عبد الباقی۔**

لہٰذا جب سماک بن حربؒ روایت میں منفرد ہی نہیں ہیں اور دارقطنیؒ والی سند کی متابعات اور شواہد موجود ہیں، تو یہاں پر خود اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں کفایت صحیح کی توثیق حجت نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام دارقطنیؒ **(م۳۸۵ھ)** نے سماک بن حربؒ پر '**سيء الحفظ**' کی جرح کی اور غیر عکرمہ والی روایت میں انہیں مضطرب قرار دیا ہے اور کفایت صاحب کے تمام تاویلات اور اعتراضات باطل و مردود ہیں۔

الغرض یہ بیس محدثین اور ائمہ جرح و تعدیل ہو گئے، جنہوں نے سماک بن حربؒ کی غیر عکرمہ والی روایت پر تلقین قبول کرنے اور مضطرب ہونے کی جرح کی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سماک بن حربؒ غیر عکرمہ والی روایت میں بھی تلقین قبول کرتے تھے اور اس میں مضطرب بھی تھے۔

اس کے علاوہ،

* امام نسائیؒ **(م۳۰۳ھ)** فرماتے ہیں کہ 'سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ لَيْسَ مِمَّنْ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ إِذَا انْفَرَدَ بِالْحَدِيثِ لِأَنَّهُ كَانَ يَقْبَلُ التَّلْقِينَ' سماک بن حرب جب حدیث میں منفرد ہوں، تو ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ تلقین قبول کرتے تھے۔ **(سنن کبریٰ للنسائی: جلد ۳: صفحہ ۳۶۸)**

اسکین:

كتاب

السنن الكبرى

للإمام أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي

المتوفى سنة ٣٠٣ هـ

قدم له

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

أشرف عليه

شعيب الأرنؤوط

حققه وخرج أحاديثه

حسن عبد المنعم شلبي

بمساعدة مكتب تحقيق التراث في مؤسسة الرسالة

الجزء الثالث

مؤسسة الرسالة

بالخِيارِ، إن شاءَ، صامَ، وإن شاءَ، أفطرَ»[١].

[التحفة: ١٧٩٩٧].

قال أبو عبد الرحمن: هذا الحديثُ مضطربٌ، والأوَّلُ مثلُه، أما حديثُ عروةَ[٢]: فزُميلٌ ليس بالمشهورِ، وأما حديثُ الزهريِّ الذي أسندَه جعفرُ بن بُرْقانَ[٣] وسفيانُ بن حسين[٤] فليسا بالقويَّين في الزهريِّ خاصةً، وقد خالفَهُما مالكٌ[٥] وعُبيدُ الله بنُ عمرَ[٦] وسفيانُ بن عُيينةَ[٧]، وهؤلاء أثبتُ وأحفظُ من سفيانَ بن حسينٍ ومن جعفرِ بن بُرْقانَ. وأما حديثُ أُمِّ هانئٍ، فقد اختُلِفَ على سِماكِ بن حربٍ فيه، وسِماكُ بنُ حربٍ ليس ممن يُعتَمَدُ عليه إذا انفرد بالحديثِ؛ لأنَّه كان يَقْبَلُ التَّلقينَ. وأما حديثُ جَعْدَةَ، فإنَّه لم يَسمَعْهُ من أُمِّ هانئٍ، ذكرهُ عن أبي صالحٍ، على أُمِّ هانئٍ، وأبو صالحٍ هذا اسْمُه: باذان، وقيل: ماذام، وهو ضعيفُ الحديثِ، وهو مولى أُمِّ هانئٍ، وهو الذي يروي عنه الكَلبيُّ، وقال ابنُ عُيينةَ، عن محمدِ بن قيسٍ، عن حبيبِ بن أبي ثابتٍ، قال: كنَّا نُسَمِّي أبا صالحٍ: (دُرُوْزَنْ)[٨]، وهو بالفارسيةِ «كذَّابٌ»، إلا أنَّ يحيى بنَ سعيدٍ لم يَترُكْه، وقد حدَّث عن إسماعيلَ بن أبي خالدٍ، عنه، وقد رُوِي أنه قال في مَرَضِه: كلُّ شيءٍ حدَّثْتُكم به، فهو كَذِبٌ. وأبو صالحٍ والدُ سُهيلِ بن أبي صالحٍ، اسمه: ذكوانُ، ثقةٌ، مأمونٌ. وأما حديثُ يحيى بنِ أيوبَ الذي ذكرناه، فإنَّه ليس ممن يُعْتَمَد عليه، وعندَه غيرُ حديثٍ مُنكَرٍ[٩].

(١) سلف تخريجه برقم (٣٢٨٨).
(٢) سلف برقم (٣٢٧٧).
(٣) سلف برقم (٣٢٧٨).
(٤) سلف برقم (٣٢٧٩).
(٥) سلف برقم (٣٢٨٥).
(٦) سلف برقم (٣٢٨٤).
(٧) سلف برقم (٢٢٨٠).
(٨) هكذا رسمت في النسخ الخطية، والصواب: «دُروغ زَن» كما في معاجم الفارسية المعربة.
(٩) وهذا الحديث ضعيف عند أئمة الحديث لاضطراب سنده ومتنه وقد فصَّل الإمام النسائي القولَ

٣٦٨

(۲۱) امام الحافظ جمال الدین المزیؒ (م۷۴۲ھ) نے بھی امام نسائیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ سماک جب منفرد ہو، تو وہ حجت نہیں، اسلئے کہ وہ تلقین قبول کرتے تھے۔ **(تحفۃ الاشراف: جلد ۵: صفحہ ۱۳۷)**

اور بقول زبیر علی زئی صاحب، امام مزیؒ نے بھی سکوت کے ذریعہ امام نسائیؒ کے قول کی تائید کی ہے۔ **(انوار الطریق: صفحہ ۸)**

* حافظ ابن رجبؒ اور

* امام ترمذیؒ کا بھی حوالہ گزر چکا، کہ ان حضرات کے نزدیک بھی سماک بن حرب جب کسی روایت میں منفرد ہو، تو ان سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

(۲۲) امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) کہتے ہیں کہ '**إذا تفرد بأصل لم يكن حجة**'۔ **(المجموع شرح مہذب: جلد ۲۰ : ۱۴۴)**

اسکین:

التكملة الثانية

شرح المهذب

الجزء العشرون

الناشر
المكتبة السلفية
المدينة المنورة

١٤٤

القاسم بن مخيمرة عن أبي مريم ورواه أحمد والترمذي عن عمرو بن مرة الجهني ورواه الطبراني في الكبير عن ابن عباس ، وقال أبو حاتم في العلل : هذا حديث منكر .

أثر كتب عمر إلى أبي موسى إياك والضجر . أخرجه البيهقي

حديث جنبوا مساجدكم صبيانكم . أخرجه ابن ماجه من حديث مكحول وواثلة به وأتم منه والبيهقي كذلك وقال ليس بصحيح ، وقال ابن الجوزي حديث لا يصح ، ورواه البزار وقال ليس له أصل من حديث ابن مسعود ، وله طريق أخرى عن أبي هريرة واهية

أثر رأى عثمان نام في المسجد وأتاه سقاء بقربة . أخرجه البيهقي

حديث أم سلمه اختصم رجلان أخرجه البيهقي

أثر كان يرفأ حاجب عمر . أخرجه البيهقي

أثر اشترى عمر دار وجعلها سجنا . أخرجه البيهقي

وروى الخمسة إلا ابن ماجه عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده أن النبي (ص) حبس رجلا في تهمة ثم خلى عنه

كتاب النبي صلى الله عليه وسلم على .. أخرجه البخاري تعليقا ووصله أبو داود عن زيد بن ثابت .

أثر أبي موسى في استعمال كاتبا نصرانيا . رواه البيهقي من حديث نافع بن الحارث وعلقه البخاري

حديث شهد اعرابيا برؤية الهلال . أخرجه أصحاب السنن وابن خزيمة وابن حبان والدارقطني والبيهقي والحاكم ، وقال الترمذي مرسلا ، وقال النسائي انه أولى بالصواب ، وفي روايته سماك ، وإذا تفرد بأصل لم يكن حجة

اللغة . قال ابن الاعرابي : القضاء في اللغة إحكام الشيء وإمضاؤه والفراغ منه ، وهو قوله تعالى (ثم اقضوا الي) أي افرغوا من أمركم وامضوا ما في أنفسكم ، وأصله قضاي لأنه من قضيت ، لأن الياء لما جاءت بعد الالف أبدلت همزة ، والجمع الاقضية ، والقضية مثلها وجمعها قضايا على فعالى وأصله فعائل .

(۲۳) امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کہتے ہیں کہ '**يخطیء كثيرا**' سماک بن حرب کثرت سے خطا کرتے ہیں۔ **(کتاب الثقات: جلد ۴: صفحہ ۳۳۹)** اسکین ملاحظہ فرمائے

السلسلة الجديدة من مطبوعات دائرة المعارف العثمانية ٤/١٦/٤

كتاب الثقات

للامام الحافظ أبي حاتم محمد بن حبان بن أحمد التميمي البستي

(المتوفى سنة ٣٥٤هـ — ٩٦٥م)

الجزء الرابع

طبع

بمساعدة وزارة المعارف و الشؤون الثقافية للحكومة الهندية

تحت إدارة

السيد شرف الدين أحمد مدير دائرة المعارف العثمانية و سكرتيرها قاضي المحكمة العليا سابقا

الطبعة الأولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن الهند

١٣٩٨هـ — ١٩٧٨م

ثقات ابن حبان (سيف أبو الحسن ـ سماك بن حرب) ج ـ ٤

(سيف[1]) أبو الحسن ، يروى عن أبي سعيد الخدري ، روى عنه العلاء ابن خالد .

(سيف[1]) المازني ، يروى عن [2]عمر بن الخطاب[2] ، روى عنه [3]حميد ابن مهران[3] .

(سيف[4]) شيخ ، يروى عن عوف بن مالك ، روى عنه خالد بن معدان . ٥

(سيف[1]) بن وهب ، أبو وهب التيمي بصري ، يروى عن [5]أبي الطفيل[5] ، روى عنه [6]ابنه علية[6] وربعي بن عبد الله بن الجارود[7] . ٦٢/ب

(سماك[8]) بن حرب البكري[9] من أهل الكوفة ، كنيته أبو المغيرة ، يخطئ كثيرا ، يروى عن جابر بن سمرة و النعمان بن بشير ، روى عنه الثوري و شعبة ، كان حماد بن سلمة يقول سمعت سماك بن حرب يقول : أدركت ١٠ ثمانين من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم ، و[10] مات في آخر ولاية هشام ابن عبد الملك حين ولي يوسف بن عمر[11] على العراق ، [وهو سماك بن حرب بن أوس بن خالد بن نزار بن معاوية بن عامر بن ذهل ـ[12]] .

(١) وله ترجمة في التاريخ الكبير ٢/٢/١٧٠ (٢ ـ ٢) هكذا في الأصلين ، وفي التاريخ الكبير : ابن عمر ـ كذا (٣ ـ ٣) من التاريخ الكبير ، و في الأصل : حمد بن هلال ، و في م : حميد بن هلال ـ كذا (٤) له ترجمة ممتعة في التاريخ الكبير ٢/٢/١٧١ (٥ـ٥) في م : ابن الطفيل ـ خطأ (٦ـ٦) من م ، و في الأصل : ابن علية ـ كذا ، وليس في التاريخ الكبير وغيره (٧) في م : الجاورد ـ مصحفا . (٨) له ترجمة في التاريخ الكبير ٢/٢/١٧٤ (٩) من م ، و مثله في التهذيب ٤/٢٣٣ ، ووقع في الأصل : الكرى ـ مصحفا (١٠) سقط من م (١١) وفي م : على ـ خطأ (١٢) زيدت هذه العبارة من م .

٣٣٩

اعتراض:

کفایت صاحب کہتے ہیں کہ ابن حبان جرح میں متشدد ہیں، اس لئے ثابت شدہ توثیق کے مقابلہ میں ان کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ **(انوار البدر: صفحہ ۱۲۷)**

الجواب:

امام نسائیؒ کی جرح کے تحت خود اہل حدیث کے اصول کی روشنی میں یہ بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ متشدد کی جرح اس وقت معتبر نہیں ہے، جبکہ جارح جرح میں منفرد ہو اور یہاں ابن حبانؒ منفرد نہیں ہیں۔

اسی طرح اہل حدیث محدث زبیر علی زئی صاحب امام نسائیؒ کے تشدد کے دفاع میں کہتے ہیں کہ 'اگر کوئی کہے کہ امام نسائی متشدد تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض صرف اس حالت میں ہو سکتا ہے جب مقابلے میں جمہور کی توثیق ہو۔

اگر جمہور کی جرح ہو تو پھر یہ اعتراض فضول و مردود ہے۔ **(مقالات: ج۲: ص۳۵۳)**

اور یہاں پر بھی سماک بن حربؒ کو ان کی خطاء اور غلطیوں کی وجہ سے بیس ۲۰ سے زیادہ محدثین اور علماء نے غیر عکرمہ والے روایت میں تلقین قبول کرنے والا اور مضطرب بتایا ہیں۔ جس کی تفصیل گزر چکی۔

معلوم ہوا کہ یہاں ابن حبانؒ منفرد نہیں ہیں۔ لہذا امام نسائیؒ کی جرح پر اعتراض کی طرح، کفایت صاحب کا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔

کفایت اللہ صاحب کی خدمت میں البانیؒ کا ایک حوالہ:

امام ابن حبانؒ **(م ۳۵۴ھ)** کسی راوی کو ثقات میں ذکر کر کے اس کے خطاکار اور مخالفت کرنے والا یا اسی طرح کچھ اور قرار دیں، تو البانی صاحب کہتے ہیں کہ ایسے راوی کی منفرد روایت سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

البانی صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

قلت: ولا منافاة بين الأمرين، فهو صدوق في نفسه، لين في حفظه، وذلك معنى قول ابن حبان في "ثقاته": "يخطىء ويخالف". فمثله لا يحتج به عند التفرد. (سلسلة الاحاديث الضعيفة: جلد ۵: صفحہ: ۴۴۶)

امید ہے کہ کفایت صاحب اپنے مسلک کے محدث کی عبارت کو تسلیم کر کے، سماک بن حربؒ کی روایت سے سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں احتجاج نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطأ فرمائے۔ آمین۔

دو اہم وضاحتیں

وضاحت نمبر ۱:

شمارہ نمبر ۱ (ایک) کو ریویو (Review) کرتے وقت ایک بات ہمارے سامنے آئی کہ **ص ۸۲- ۸۳** پر **"لإحدى وعشرين"** میں لام تاکید لکھ گیا ہے، درست یہ ہے کہ یہ لام جارہ ہے، اس کو زائد للتاکید بھی کہہ سکتے ہیں، جو یہاں **فعل** مقدر کی تاکید کے لئے آیا ہے، یہاں فعل مقدر **"کانوا یقومون"** ہو گا، جس پر **"کنا نقوم"** دلالت کرتا ہے، مکمل عبارت اس طرح ہو گی: **"أو قلت کانوا یقومون لإحدى وعشرين"**، البتہ اس سے مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

واضح رہے کہ بیس رکعات تراویح ہی کے صحیح ہونے اور آٹھ رکعات سے رجوع کر لینے کا محمد بن یوسف ؒ کا موقف، اس حدیث سے لام تاکید کے بغیر بھی ثابت ہے، جیسا کہ ترجمہ سے واضح ہے۔

وضاحت نمبر ۲:

ص ۹۳ پر، حاشیہ میں لکھا ہے کہ: "اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آج فقہاء شافعیہ کا عمل اسی پر ہے" یعنی امام شافعیؒ کے قول قدیم پر کہ عورت گھر میں اعتکاف کر سکتی ہے۔

یہ بات بعض شافعی مفتی حضرات سے تحقیق کر کے لکھی گئی تھی، پھر قاضی حسین ماہم کر صاحب دامت برکاتہم سے **معلوم** ہوا کہ شریوردھن میں مفتیان شافعیہ کی مجلس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں فتویٰ امام شافعیؒ کے قول جدید پر دیا جائے گا، کہ عورت گھر میں اعتکاف نہیں کر سکتی۔ لہذا قارئیں اسے نوٹ فرمالیں۔

موجودہ دور میں کیا عورتوں کا مسجد جاکر نماز پڑھنا افضل ہیں ؟

مولانا نذیر الدین قاسمی

خواتین کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں جاکر نماز پڑھنے سے ۲۵/ گنا افضل ہے

امام ابو نعیم اصفہانیؒ (م۴۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

"حدثنا أحمد بن ابراهيم بن يوسف، ثنا عبد الله بن محمد بن سلام، ثنا اسحٰق بن راهويه، أنا بقية بن الوليد، حدثني أبو عبد السلام، حدثني نافع، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: صلاة المرأة وحدها تفضل صلاتها في الجميع خمس وعشرين درجة۔"

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ : عورت کی (اپنے گھر میں) تنہا نماز مردوں کے ساتھ جماعت کی نماز سے ۲۵/ گنا فضیلت رکھتی ہے۔(**تاریخ ابونعیم : ص۱۹ج۲**)

اس روایت کے راویوں کی تحقیق یہ ہے :

(۱) امام ابو نعیمؒ (**م۴۳۰ھ**) مشہور، ثقہ، محدث اور حافظ ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم: ص۳۶۵/۳۶۶ج۱**)

(۲) امام احمد بن ابراہیم بن یوسفؒ (**م۳۵۳ھ**) بھی محدث اور امام ہیں۔(**سیر اعلام النبلاء : ص۲۸ج۱۶**) امام ضیاء الدین المقدسیؒ نے ان سے روایت لی ہے ، اور ان کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ (**الاحادیث المختارۃ: ص۲۷۷ج ۸**) اور کفایت اللہ سنابلی صاحب کہتے ہیں کہ امام ضیاء الدین المقدسیؒ صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔(**انوار البدر:ص۲۲۳**) لہٰذا آپؒ بھی ثقہ ہیں۔

(۳) عبداللہ بن محمد بن سلامؒ (**م۲۸۱ھ**) بھی حسن درجہ کے راوی ہیں۔ امام ابو نعیمؒ اور امام ابو شیخؒ (**م۳۶۹ھ**) عبد اللہؒ کو "شیخ" کہتے ہیں۔(**لسان المیزان ص۵۸۹ج ۴**) اور غیر مقلدین کے نزدیک کسی راوی کو شیخ کہنا "توثیق" ہے ، چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود صاحب "شیخ" تعدیل کے الفاظ میں شمار کرتے ہیں۔(**اصطلاحات المحدثین: ص۱۷**) "اور سب سے کمتر تعدیل وہ ہے جو ادنیٰ مراتبِ جرح کے قریب ہو جیسے: شیخ، ہروی، حدیثہ وغیرہ۔" (**اصطلاحات المحدثین: ص۱۷**) بلکہ اہل حدیث عالم ڈاکٹر سہیل حسن لفظ "تعدیل" شیخ کو "صدوق" اور "لا بأس بہ " کے

درجے کی تعدیل قرار دیتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ ان کی (یعنی جس راوی کو شیخ کہا جائے اس کی) احادیث قابلِ قبول ہے۔ **(معجم اصطلاحات الحدیث: ص۳۲۴)** اور غیر مقلد عالم اقبال صاحب جس راوی کو شیخ کہا جائے اس کی روایت کو قابلِ اعتبار کہتے ہیں۔**(علوم الحدیث: ص ۲۸۸/۲۸۷)** لہٰذا اس روایت کی بھی روایت قابلِ قبول ہے ،معلوم ہوا کہ آپؒ بھی مقبول راوی ہیں۔

نوٹ: امام ابو نعیمؒ اور امام ابو شیخؒ نے ابن سلامؒ کے بارے میں کہا ہے کہ "فیہ لین" ان میں کمزوری ہے۔لیکن غیر مقلدین کے نزدیک ان الفاظ سے راوی کا ضعف ثابت نہیں ہوتا۔کفایت اللہ سنابلی صاحب "فیہ لین" کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ بہت ہلکی جرح ہے جس سے تضعیف لازم نہیں آتی۔ **(مسنون رکعاتِ تراویح: ص۲۴)** غیر مقلد عالم اقبال صاحب کہتے ہیں کہ "فیہ لین" والے راوی کی روایت قابلِ استیناس (دلیل پکڑنے کے لائق) و اعتبار ہوتی ہے۔**(علوم الحدیث: ص ۲۸۸)** لہٰذا جب غیر مقلدین کے نزدیک "فیہ لین" کی جرح سے راوی کا ضعف لازم نہیں آتا اور تو پھر یہ جرح ہی مردود ہے۔

(۴) امام اسحٰق بن راہویہؒ **(م۲۳۸ھ)** صحیحین کے راوی ہیں ، اور ثقہ ، حافظ ، مجتہد ہیں۔ **(تقریب التہذیب:رقم ۳۳۲)**

(۵) بقیہ ابن الولید الشامیؒ **(م۱۹۷ھ)** صحیحین ے راوی ہیں، اور جب وہ "سماع" کی تصریح کرے تو وہ "ثقہ" ہے۔**(الکاشف:رقم ۶۱۹)** یہاں پر بھی انہوں نے سننے کی صراحت کی ہے ، لہٰذا ہماری روایت میں وہ ثقہ ہیں۔

(۶) ابو عبدالسلامؒ کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۷) امام نافعؒ (م۱۱۷ھ) صحیحین کے راوی ہیں، مشہور ہیں، ثقہ، فقیہ مضبوط راوی ہیں۔(تقریب: رقم ۷۰۸۶)

(۸) عبداللہ بن عمرؓ (م۷۴ھ) مشہور صحابیٔ رسول ہیں۔(تقریب)

معلوم ہوا کہ اس حدیث کے سارے رجال ثقہ ہیں، اور ابو عبدالسلام کی تفصیل یہ ہے کہ حافظ بن حجر عسقلانیؒ **(م۸۵۲ھ)** آپ کے ترجمے میں بیان کرتے ہیں کہ :

ابو عبدالسلام، الوحاظی، من مشیخۃ بقیۃ العوام المجاھیل والخبر منکر۔(انتھی) وقد ذکرہ ابن أبی حاتم، عن أبیہ فقال: مجھول، فعزوہ الیہ أولیٰ۔(لسان المیزان: ص۱۱۵، ۱۱۶، ج۹)

لیکن ابن ابی حاتمؒ (م۳۲۷ھ) کی کتاب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آپؒ کا پورا نام 'صالح بن رستم ابو عبدالسلام الدمشقیؒ ہے۔ **(الجرح والتعدیل: ص۴۰۳ج۴)**

معلوم ہوا کہ ابو عبدالسلام سے مراد "صالح بن رستم ابو عبدالسلام الدمشقیؒ" ہیں، اور وہ جمہور کے نزدیک "ثقہ" ہیں۔ انہیں ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ)، امام ہیثمیؒ (م۸۰۷ھ) اور ابن شاہینؒ (م۳۸۵ھ) نے "ثقہ" کہا ہے۔ **(تہذیب التہذیب: ص۳۹۱ج۴، مجمع الزوائد رقم الحدیث:۱۶۶۴۴)**

الغرض یہ روایت "حسن" درجہ کی ہے۔

حضور ﷺ کی حدیث کے مطابق نماز کے لئے مسجد جانے والی عورت کو روکنا جائز ہے۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ **(م۲۸۷ھ)** فرماتے ہیں کہ:

"حدثنا أبو بكر بن ابی شيبة، ثنا زيد بن الحباب، عن ابن لهيعة، ثنا عبد الحميد بن المنذر الساعدی، عن ابيه، عن جدته أم حميد، قالت: قلت يا رسول الله ﷺ: يمنعنا أزواجنا أن نصلی معك ونحب الصلاة معك، فقال رسول الله ﷺ: صلاتكن فی حجركن أفضل من صلاتكن فی دوركن أفضل من صلاتكن فی الجماعة۔"

ام حمیدؓ نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ: ہمیں ہمارے شوہر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں، حالانکہ ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی بہت چاہت رکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: تمہاری اندرونی کوٹھری کی نماز تمہارے بڑے کمرے کی نماز سے بہتر ہے، اور تمہارے بڑے کمرے کی نماز تمہارے جماعت کے ساتھ نماز سے افضل ہے۔ **(الآحاد والمثانی: رقم الحدیث،۳۳۷۹، واسنادہٗ حسن)**

رواۃ کے بارے میں تفصیل:

(۱) امام ابو بکر بن ابی عاصم **(م۲۸۷ھ)** ثقہ، حافظ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ص۶۸۴ج۶)**

(۲) امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ **(م۲۳۵ھ)** بھی ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم،۳۳۷۵)**

(۳) زید بن الحبابؒ **(م۲۳۰ھ)** بھی صدوق راوی ہیں۔ **(تقریب، رقم: ۲۱۲۴)**

(۴) عبد اللہ بن لہیعہؒ (م ۱۷۴ھ) جن پر کلام ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے نزدیک یہ راوی حسن درجے کے ہیں، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ حسن درجہ کے رایوں میں سے ہے۔(نزل الابرار: ص۲۴۱)

پھر ابن لہیعہؒ کی دو دو متابعات موجود ہیں جس کے حوالے آگے آرہے ہیں لہذا ان پر اس روایت میں "جرح" بیکار ہے۔

(۵) اس روایت میں عبد الحمید بن المنذرؒ الساعدی اور ان کے والد

(۶) منذرؒ موجود ہیں۔

امام بیہقیؒ نے ان کی روایت کو باستدلال صحیح کہا ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اور غیر مقلدین کے نزدیک یہ اصول ہے کہ جب کوئی مجتہد و محدث کسی حدیث سے استدلال کرتا ہے تو وہ حدیث اس مجتہد کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔(فتاویٰ نذیریہ: ص۳۱۶ج۳)

اور جب کوئی مجتہد و محدث کسی حدیث کو صحیح کہتا ہے تو اہل حدیثوں کے نزدیک اس محدث کا اس روایت کو صحیح کہنا، اس روایت کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔**(نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں:ص۱۷، انوار البدر : ص۲۷)**

الغرض اس طرح یہ دونوں راوی بھی خود اہل حدیث کے اصول سے ہی "ثقہ" ہیں۔

(۷) اُمّ حمیدؒ مشہور صحابی ابو حمید الساعدیؓ کی اہلیہ ہیں۔**(الاصابہ)**

لہذا یہ حدیث حسن ہے اور اس روایت کی دوسری سندیں بھی متابعات میں موجود ہیں۔

متابع نمبر(۱) مثلاً الاحاد والمثانی میں ہی امام ابو بکر ابن ابی عاصمؒ نے اس کی ایک اور سند بیان کی ہے جو کہ یہ ہے:

"حدثنا عقبة بن مکرم، ثنا عبد اللہ بن حرب اللیثی، ثنا محمد بن النعمان، ثنا یحیی بن العلاء، ثنا أسید الساعدی، عن سعید بن المنذر، عن ام حمید، عن النبی ﷺ"۔ (الآحاد والمثانی، رقم الحدیث:۳۳۸۰، واسنادہٗ ضعیف)

متابع نمبر (۲)　　امام بیہقیؒ (م۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران العدل ببغداد، أنبا ابو الحسن علی بن محمد بن احمد المصری، ثنا یحییٰ بن عثمان بن صالح، ثنا ابراھیم بن مروان ابو بکر، ثنا عبد المؤمن بن عبداللہ الکنانی، عن عبد الحمید بن المنذر بن ابی حمید الساعدی عن أبیہ، عن جدتہ ام حمید، أنھا قالت: یارسول اللہ، انا نحب الصلاۃ تعنی معک فیمنعنا ازواجنا، فقال رسول اللہ ﷺ: صلاتکن فی حجرکن أفضل من صلاتکن فی دورکن أفضل من صلاتکن فی الجماعۃ۔"

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ:

قال الشیخ: تابعہ ایضا ابن لھیعۃ، عن عبد الحمید، وفیہ دلالۃ علی ان الامر بأن لا یمنعن امر ندب واستحباب، لا امر فرض وایجاب، وھو قول العامۃ من اھل العلم۔

اس روایت میں عبد اللہ بن لہیعہؒ عبد المومن بن عبد اللہؒ کے متابع ہیں اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ کا حکم عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکو (جو کہ غیر مقلدین کی دلیل ہے، وہ) ایک جائز اور مستحب درجہ کا حکم ہے نہ فرض اور واجب کے درجہ کا، یہی عام اہلِ علم کا قول ہے۔ **(السنن الکبریٰ: ص۱۹۰، رقم الحدیث: ۵۳۷۱)**

غور فرمایئے! امام بیہقیؒ نہ صرف اس سے استدلال کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اس روایت کی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ جو فرمایا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو، یہ حکم صرف جائز اور مستحب کے درجہ کا ہے، کوئی فرض اور واجب حکم نہیں ہے، کیونکہ خود آپ ﷺ کے سامنے جب یہ بات آئی کہ صحابہ کرامؓ اپنی عورتوں کو مسجد آنے سے روکتے تھے، تو اس پر آپ ﷺ نے انہیں کچھ نہیں فرمایا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے لئے عورتوں کا مسجد نہ جانا حضور ﷺ کے منشاء کے مطابق ہے۔

حضور ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ زینت کے ساتھ آنے والی عورتوں کو مسجد سے روکو

امام ابن ماجہؒ (م۲۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ:

حدثنا ابو بکر بن أبی شیبۃ، وعلی بن محمد قالا: حدثنا عبید اللہ ابن موسیٰ، عن موسی بن عبیدۃ، عن داود بن مدرک، عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: بینما رسول اللہ ﷺ جالس فی المسجد، اذ دخلت امرأۃ من مزینۃ ترفل فی زینۃ لھا فی المسجد، فقال النبی ﷺ: "یا أیھا الناس! انھوا نساء کم عن لبس الزینۃ، والتبختر فی المسجد، فان بنی اسرائیل لم یلعنوا حتی لبس نساؤھم الزینۃ، وتبخترن فی المساجد۔

حضرت عائشہؓ **(م۵۸ھ)** فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلۂ مزینہ کی ایک عورت خوبصورت کپڑوں میں مزین ناز و نخرے کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئی، (اس کی یہ ناپسندیدہ کیفیت دیکھ کر)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے لوگو ! اپنی عورتوں کو زینت سے آراستہ ہوکراور خوش رفتاری کے ساتھ مسجد میں آنے سے روکو، بنی اسرائیل اسی وقت ملعون کئے گئے جب ان کی عورتیں سج دھج کر ناز ونخرے سے مسجدوں میں آنے لگیں۔**(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۰۱، واسنادہٗ حسن)**

اس روایت کے راویوں کا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابن ماجہؒ **(م۲۷۳ھ)** مشہور امام، ثقہ، حافظ ہیں۔**(تاریخ الاسلام:ص۶۲۵/۶۲۶ج۶)**

(۲) امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ **(م۲۳۵ھ)**مشہور امام، ثقہ،حافظ اور صاحبِ تصنیفات ہیں۔ **(تقریب:رقم،۳۵۷۵)**

اسی طرح امام ابن ماجہؒ کے ایک اور استاد امام علی بن محمد الطنافسیؒ (م۲۳۵ھ) بھی ثقہ ہیں۔**(تقریب: رقم:۴۷۹۱)**

(۳) موسی بن عبید اللہ بن ابی مختارؒ (م۲۱۳ھ) صحیحین کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔**(تقریب ، رقم:۴۳۴۵)**

(۴) موسیٰ بن عبیدؒ کے بارے میں ائمہ ٔمحدثین کا اختلاف ہے۔

امام عجلیؒ، امام وکیعؒ ، امام ابن سعدؒ، فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ ہیں۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ آپ میں کوئی خرابی نہیں ہے۔امام بزارؒفرماتے ہیں کہ آپ ؒمعتبر آدمی ہیں۔امام ابو داوٗدؒ فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث درست ہیں ، لیکن جب وہ عبید اللہ بن دینار سے روایت کریں(یعنی ان کی عبید اللہ بن دینار سے مروی احادیث درست نہیں ہیں، اس روایت میں عبید اللہ بن دینار نہیں ہیں۔)**(اکمال تہذیب الکمال: ص۲۸ج۱۲، تہذیب التہذیب: ص ۳۵۸/۳۶۰)**

پر بعض محدثین نے ان پر جرح بھی کی ہے، لیکن اس روایت میں ان پر جرح مردود ہے، کیونکہ اسی حدیث کی دوسری سند میں زید ابن الحبابؒ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔

نیز اس روایت کے سپورٹ میں ایک مرسل روایت بھی موجود ہے ، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ لہٰذا موسیٰ بن عبیدؒ پر جرح بے کار ہے ، اور اس روایت میں وہ متابع و شاہد کی وجہ سے ''حسن الحدیث'' ہے۔

(۵) داوٗد بن مدرکؒ بھی مقبول راوی ہیں، کیونکہ ان سے دو دو راوی نے روایت کیا ہے۔[23]

(الف) امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (م۲۳۵ھ) جو کہ ثقہ محدث اور حافظ الحدیث ہیں۔**(مصنف ابن ابی شیبہ: ص۳۳۷ج۷، رقم الحدث:۱۱۸۳۹)**

(ب) زید بن الحبابؒ **(م۲۳۰ھ)** (جو کہ صحیح مسلم کے راوی ہیں)۔**(الکامل: ص۱۶۶ج۴)**

اور جیسا کہ پہلے بات آچکی ہے کہ جس سے دو راوی روایت کریں تو مجہول نہیں ہوتا، پس داوٗد بن مدرکؒ بھی مقبول ہیں۔

(۶) امام عروہ بن الزبیرؒ **(م۹۴ھ)** بھی ثقہ ہیں۔**(تقریب:رقم:۴۵۶۱)**

(۷) حضرت عائشہؓ مشہور صحابیہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے ہیں۔**(تقریب)** لہٰذا یہ سند حسن ہے۔

متابع نمبر(۱) امام ابن عدیؒ **(م۳۶۵ھ)** فرماتے ہیں کہ :

حدثنا اسحاق بن احمد بن جعفر الکاغدی، حدثنا ابو سعید الاشج، حدثنا زید بن الحباب عن داؤد بن مدرک عن عروۃ عن عائشۃ أن رسول اللہ ﷺ مرّ بامرأۃ من مزینۃ ترتفل فی زینۃ لھا فی المسجد فقال: انما لعن بنو اسرائیل حیث زینوا نساءھم و تبخترن فی المساجد۔ **(الکامل لابن عدی: ص۱۶۶ج۴)**

اس روایت میں زید بن الحبابؒ موسیٰ بن عبیدؒ کی متابعت کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے ان پر اس روایت میں ''جرح'' مردود ہے۔

متابع نمبر(۲) یہی روایت مرسلاً امام اوزاعیؒ (م۱۵۷ھ) سے ثابت ہے، امام ابو شعیب الحرانیؒ **(م۲۹۵ھ)** فرماتے ہیں:

---

[23] جس راوی سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت کریں تو راوی وہ مجہول نہیں بلکہ مقبول ہوتا ہے۔دیکھئے **الاجماع شمارہ نمبر ۱: ص۴۴**

حدثنا ابو شعیب، قال: حدثنی یحییٰ، ثنا الاوزاعی، قال: بصر رسول اللہ ﷺ بامرأۃ متزینۃ، قد لبست زینتھا، وھی تبختر فی المسجد، فقال رسول اللہ ﷺ: یا ایھا الناس! انھوا نساء کم عن الزینۃ والتبختر فی المساجد، انما لعنت بنو اسرائیل حیث لبست نساءھم الزینۃ وتبخترن فی المساجد۔

سند کے رواۃ کی تفصیل یہ ہے کہ:

(۱) امام ابو شعیب الحرانیؒ (م۲۹۵ھ) ثقہ محدث اور امام ہیں۔(لسان المیزان: ص۴۵۴ ج۴)

(۲) اس کی سند میں یحییٰ سے مراد یحییٰ ابن عبد اللہ بن الضحاک البابلتیؒ (م۲۱۸ھ) ہیں۔

ان کے بارے میں امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ : "**یحییٰ البابلتی عن الاوزاعی احادیث صالحۃ**" یحییٰ البابلتیؒ کی امام اوزاعیؒ سے مروی احادیث درست ہیں۔**(الکامل لابن عدی: ص۱۲۰ ج۹)**

زئی صاحب کے اصول کے مطابق معلوم ہوا کہ امام اوزاعیؒ سے مروی احادیث میں یحییٰ البابلتیؒ ثقہ ہیں۔ **(نور العینین: ص۶۱)** اور ہماری روایت میں بھی یحییٰؒ نے امام اوزاعیؒ سے ہی روایت کی ہے۔ لہٰذا ان پر "جرح" مردود ہے اور یہ راوی امام اوزاعیؒ کی روایت میں "ثقہ" ہے۔

(۳) امام اوزاعیؒ **(م۱۵۷ھ)** مشہور ، ثقہ، فقیہ، اور بڑی شان والے ہیں۔(تقریب: رقم: ۳۹۶۷) لہٰذا یہ سند صحیح مرسل ہے۔

نوٹ: غیر مقلدین کا اصول ہے کہ مرسل کی تائید جب کسی متصل روایت سے ہو جائے ، اگرچہ وہ متصل روایت ضعیف ہی کیوں نہ ہو تو غیر مقلدین کے نزدیک بھی مرسل روایت مقبول ہوتی ہے۔

وکیل سلفیت رئیس احمد ندوی سلفی لکھتے ہیں کہ "یہ معلوم ہے کہ مرسل حدیث احناف و مالکیہ کے نزدیک مطلقاً حجت ہے، اور دوسرے اہلِ علم کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ حجت ہے ، جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ دوسری متصل سند سے خود ضعیف ہو ، مروی ہو، اور یہ معلوم ہے کہ معنوی طور پر یہ حدیث دوسری بہت ہی متصل سندوں کے ساتھ مروی ہے۔" **(نمازِ جنازہ اور اس کے مسائل: ص۴۶)**

اس لحاظ سے بھی یہ روایت اپنے متابع وشاہد کے ساتھ مل کر مقبول ہوجاتی ہے۔اور یہی وجہ امام منذریؒ (م۶۵۶؁ھ) نے اس روایت پر سکوت اختیار فرمایا ہے۔**(الترغیب والترھیب: ص۲۵ج۳)** جو کہ غیر مقلدین کے اصول کے مطابق روایت کو معتبر ہونے کی دلیل ہے۔دیکھئے **الاجماع شمارہ نمبر۱: ص۵۳**

وضاحت: متابع و شاہد کے ساتھ مل کر یہ روایت مزید قوی اور مضبوط ہوجاتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا تھا کہ عورتیں اگر زینت اور آرائش کے ساتھ مسجدوں میں آنے لگیں تو ان کو روک دو۔

خواتین کے لئے مسجد میں آنے کے نبوی شرائط

عورتوں کو مسجد میں آنا چاہئے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں غیر مقلدین لاعلمی اور جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کے زمانے میں عورتوں کو مسجد میں آنا چاہئے اور ان کو مسجد میں آنے سے نہیں روکنا چاہئے۔دلیل کے طور پر یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ : تمہاری عورتیں جب مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو انہیں منع مت کرو۔(صحیح بخاری)

یہ حدیث سنا کر ہر جاہل غیر مقلد یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو مسجد آنا چاہئے اور کوئی انہیں مسجد آنے سے نہ روکے۔

الجواب :

افسوس غیر مقلدین صرف آدھی ادھوری بات نقل کرتے ہیں، حالانکہ جہاں پر حضور ﷺ نے مسجد میں عورتوں کو آنے کی جو اجازت دی ہے ، وہاں پر حضور ﷺ نے چند شرائط بھی بتائے ہیں کہ خواتین جب مسجد میں آئیں تو ان شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے آئیں،حالانکہ ان شرائط کو کوئی غیر مقلد اہلِ حدیث جاہل یہ مولوی بیان نہیں کرتا، اور یہ بھی یاد رکھیں کہ شرائط خلافتِ ارضی پر خود آپ ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا ہے کہ وہ خواتین کو مسجد میں آنے سے روک دیں۔　　وہ شرائط یہ ہیں:

پہلی شرط: پردہ

امام بخاریؒ (م۲۵۶؁ھ) فرماتے ہیں کہ:

حدثنا یحییٰ بن بکیر، قال: اخبرنا اللیث، عن عقیل، عن ابن شہاب، قال: اخبرنی عروۃ بن الزبیر، ان عائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرتہ، قالت: کن نساء المؤمنات یشہدن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ الفجر متلفعات بمروطھن، ثم ینقلبن الیٰ بیوتھن حین یقضین الصلاۃ لا یعرفھن احد من الغلس۔"

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: مؤمن عورتیں آنحضور ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز میں اس حال میں حاضر ہوتی کہ وہ اپنے رنگین موٹی چادروں میں سر سے پیر تک لپٹی ہوتی تھیں، پھر نماز سے فراغت کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ جاتی تھیں، صبح کی تاریکی کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں پاتا تھا۔ **(صحیح بخاری: رقم الحدیث:۵۷۸)**

معلوم ہوا کہ عورتیں جب مسجد میں آتی تھیں تو مکمل پردے کا اہتمام کرتی تھیں۔

دوسری شرط: **خوشبو سے پرہیز**

امام مسلمؒ **(م۲۶۱ھ)** فرماتے ہیں کہ:

"حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ، حدثنا یحییٰ بن سعید القطان، عن محمد بن عجلان، حدثنی بکیر بن عبد اللہ بن الاشج، عن بسر بن سعید، عن زینب امرأۃ عبد اللہ، قالت: قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا شہدت احداکن المسجد فلا تمس طیباً"

حضرت ابن مسعودؓ کی اہلیہؓ فرماتی ہیں کہ ہم عورتوں سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی مسجد آنے کا اراداہ کرے تو خوشبو کا استعمال نہ کرے۔

اور حدیث میں یہ امام مسلمؒ **(م۲۶۱ھ)** فرماتے ہیں کہ:

"حدثنا یحییٰ بن یحییٰ، و اسحاق بن ابراہیم، قال یحییٰ: اخبرنا عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن ابی فروۃ، عن یزید بن خصیفۃ، عن بسر بن سعید، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایما امرأۃ اصابت بخوراً فلا تشہد معنا العشاء الآخرۃ"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس عورت نے بھی خوشبو کی دھونی لی ہو تو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہو۔ **(صحیح مسلم:۱۸۸ج ۱)**

لیجئے ! خود آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگائے ہوئے ہو تو مسجد میں نہ آئے۔

بلکہ موسیٰ بن یسارؒ کی روایت میں ہے کہ:

"مرت بابی ھریرۃ امرأۃ وریحھا تعصف، فقال لھا: الیٰ این تریدین یا امۃ الجبار؟ قالت: الی المسجد، قال: تطیبت؟ قالت: نعم، قال فارجع فاعتسلی، فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لا یقبل اللہ من امراۃ صلاۃ خرجت الیٰ المسجد وریحھا تعصف حتی ترجع فتغتسل"

حضرت ابوہریرہؓ کے قریب سے ایک عورت گذری اور خوشبو اس کے کپڑوں سے مہک رہی تھی، حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ : اے خدائے جبار کی بندی ! کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا : مسجد کا، ابو ہریرہؓ نے پوچھا تونے خوشبو لگا رکھی ہے؟ اس نے کہا : ہاں، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: لوٹ جا اور اسے دھو ڈال، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی عورت کی نماز قبول نہیں کرتاجو اس حالت میں مسجد کے لئے نکلے کہ خوشبو اس کے کپڑوں سے مہک رہی ہو۔(**صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: ۱۶۸۲**)

امام ابن خزیمہؒ نے صحیح اور امام منذریؒ نے اس کی سند کو متصل[24] اور اس کے رجال کو "ثقہ" قرار دیا ہے۔ **(الترغیب والترھیب:ص۹۴ج۳)**

نیز یہ روایت مختلف الفاظ اور صحیح سند کے ساتھ سنن ابو داوٗد **حدیث نمبر۴۱۷۴**، اورمسند الحمیدی **حدیث نمبر۱۰۰۱**، پر بھی موجود ہے، اہل حدیث شیخ ارشاد الحق اثری صاحب نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔**(مسند السراج:رقم الحدیث:۸۱۷)**

الغرض یہ روایت اپنے متابعات کے ساتھ مل کراور بھی صحیح ہو جاتی ہے، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عورت نماز کے لئے مسجد میں خوشبو لگا کر آئے تو اس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

تیسری شرط: **خراب حالت میں آنا**

امام ابو داودؒ **(م۲۷۵ھ)** فرماتے ہیں کہ:

---

[24] **نوٹ:** امام ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ موسیٰ بن یسارؒ نے ابوہریرہ کو نہیں پایا، یعنی روایت مرسل ہے۔لیکن امام علائیؒ **(م۷۶۱ھ)** فرماتے ہیں کہ : "ذاک سمع من ابی ھریرۃ ﷺ" انہوں نے ابوہریرہؓ سے سنا ہے۔**(جامع التحصیل فی احکام المراسیل: ص۲۸۹)** امام منذریؒ بھی ان کی ابو ہریرہؓ سے روایت کو متصل کہتے ہیں۔**(الترغیب و الترھیب: ص۶۰ج۳)** لہٰذا صحیح یہ ہے کہ یہ روایت متصل ہے۔

"حدثنا موسی بن اسماعیل، حدثنا حماد، عن محمد بن عمرو، عن ابی سلمة، عن ابی هریرة، ان رسول اللہ ﷺ قال: لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولکن لیخرجن وھن تفلات"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کے بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو، لیکن وہ غیروں سے اس حالت میں نکلے کہ ان کے کپڑوں سے بو آتی ہو۔ **(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث:۵۶۵)**

اس روایت کو امام ابن الجارودؒ **(م۳۰۷ھ)**، امام ابن خزیمہؒ **(م۳۱۱ھ)**، امام ابن حبان **(م۳۵۴ھ)**، امام بغویؒ **(م۵۱۶ھ)**، امام نوویؒ **(م۶۷۶ھ)** امام ابن الملقنؒ **(م۸۰۴ھ)** وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ **(المنتقیٰ لابن الجارود: حدیث نمبر:۳۳۲، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۲۲۱۱، شرح السنہ للبغوی: ص۴۳۱ ج۱)**

اس روایت سے معلوم ہوا ہے کہ عورتیں جب مسجد میں آئیں تو ایسی حالت میں آئیں کہ ان کے کپڑوں سے خراب بو آرہی ہو، بلکہ صحیح ابن خزیمہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولیخرجن اذا خرجن تفلات" نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو، اور ان کو نکلنے دو جب ان کے کپڑوں سے خراب بو آتی ہو۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو مسجد آنے کی اجازت میں یہ شرط بھی رکھی ہے کہ وہ خراب کپڑوں میں مسجد آئیں۔ **(صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ۱۶۷۹)**

اسی طرح یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ درج ذیل صحابہؓ سے مروی ہے:

(۱) حضرت ابن عمرؓ **(حدیث السراج: رقم الحدیث: ۲۵۱، واسنادہٗ حسن، مسند احمد** بتحقیق احمد شاکر: ص۲۱۶ ج۵ رقم الحدیث: ۵۷۲۵)، غیر مقلد علامہ شیخ احمد شاکرؒ کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

(۲) حضرت زید بن خالد الجہنیؒ **(صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۲۲۱۱،** امام ابن حبانؒ نے صحیح، امام ہیثمیؒ نے حسن کہا ہے، **مجمع الزوائد: رقم الحدیث: ۲۰۹۸)**

(۳) حضرت عائشہؓ **(مسند احمد حدیث نمبر: ۲۴۴۰۶، و اسنادہٗ صحیح، ورجالہ کلھم ثقات)**

معلوم ہوا کہ جب عورتیں مسجد میں حاضر ہو تو حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق خراب کپڑوں کے ساتھ حاضر ہوں، جس سے بو آرہی ہو۔[25]

چوتھی شرط: **مردوں سے عدمِ اختلاط**

حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ (م۶۲ھ) فرماتی ہیں:

"قالت: کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم قام النساء حین یقضی تسلیمہ ویمکث ھو فی مقامہ یسیر اًقبل ان یقوم، قال: نری - واللہ اعلم - ان ذلک کان لکی ینصرف النساء قبل ان یدرکھن احد من الرجال" حضور ﷺ جب نماز پوری فرما کر سلام پھیرتے تو حضور ﷺ کا سلام پورا ہوتے ہی بغیر کسی تاخیر کے عورتیں صف سے اٹھ کر چلی جاتیں اور آنحضرت ﷺ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر تشریف فرماتے رہتے۔(اور آپ صحابہ کرامؓ بھی آپ کے اتباع میں بیٹھے رہتے)

اپنے دور کے امام المحد ثین امام زہریؒ (م۱۲۵ھ) کہتے ہیں کہ: ہم سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نماز کے بعد مصلے پر کچھ دیر تشریف فرمانا،اس مصلحت کی بناء پر تھا کہ عورتیں پہلے مسجد سے نکل جائیں تاکہ مردوں اور عورتوں کا باہم اختلاط نہ ہو۔ **(صحیح بخاری حدیث نمبر: ۸۷۰، ۸۴۹)**

معلوم ہوا کہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسجد میں عورتوں کا مردوں سے اختلاط بھی نہ ہوا چاہئے، یعنی عورتوں کی نظر نہ مردوں پر پڑنی چاہئے اور نہ ہی مردوں کی نظر عورتوں پر۔

---

[25] واضح رہے کہ روایت میں 'تفلات' کا لفظ ہیں جو کہ ت-ف-ل سے ہے۔اور جس کے معنی علماء نے کپڑوں سے بری بُو آنا بتایا ہیں۔دیکھئے **(الفائق فی غریب الحدیث: ج۱: ص۱۵۱، مجمع بحار الانوار: ج۱: ص۲۶۵)** مشہور اہل حدیث عالم مولانا وحید الزماں صاحب نے بھی یہی معنی بتایا ہے۔**(لغات الحدیث عربی اردو: ص ۱۶)** بعض علماء نے اس حدیث میں موجود لفظ 'تفلات' کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ اس سے مراد عورت کا بغیر خوشبو لگائی ہوئی حالت ہے، لیکن زیادہ راجح بات یہی ہے کہ اس سے مراد عورت کی وہ حالت ہے، جس میں اس کے کپڑوں سے بُو آرہی ہو، کیونکہ ایک دوسری حدیث میں الفاظ ہیں کہ **'لیخرجن تفلات علیھن خلقان شعثات بغیر دھن'** کے عورتیں نکلیں (جبکہ) ان کے کپڑوں سے بو آرہی ہو، ان پر ان کے پرانے کپڑے ہوں، اور انہوں نے بالوں کو تیل بھی نہ لگایا ہو۔**(مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۵۱۰۸)**،اس کی سند میں لیث بن ابی سلیمؒ (م۱۴۸ھ) ہیں، جن کے بارے میں وکیل سلفیت، رئیس احمد ندوی سلفی صاحب لکھتے ہیں کہ لیث بن ابی سلیم کی متعدد ائمہ کرام نے توثیق کی ہے اور متعدد نے تجریح کی ہے، اس لئے وہ حسن ہے۔**(سلفی تحقیقی جائزہ: صفحہ ۲۳۶)**

پانچویں شرط: ترکِ زینت

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ (م۵۸ھ) بیان کرتی ہیں کہ:

"قالت: بینما رسول اللہ ﷺ جالس فی المسجد، اذ دخلت امرأۃ من مزینۃ ترفل فی زینۃ لھا فی المسجد فقال النبی ﷺ: یا ایھا الناس! انھوا نساؤکم عن لبس الزینۃ والتبختر فی المسجد، فان بنی اسرائیل لم یلعنوا حتی لبس نساؤھم الزینۃ وتبخترن فی المساجد۔"

حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک عورت خوبصورت کپڑوں میں مزین ناز ونخرے کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئی (اس کی یہ ناپسند یدہ کیفیت دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! اپنی عورتوں کو زینت سے آراستہ ہوکر اور خوش رفتاری کے ساتھ مسجد میں آنے سے روکو، بنی اسرائیل اسی وقت ملعون کئے گئے جب ان کی عورتیں سج دھج کر ناز ونخرے سے مسجدوں میں آنے لگیں۔ **(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:۴۰۰۱، واسنادہ حسن)**[26]

وضاحت:

الغرض! یہ وہ شرائط ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے خود طے فرمایا ہے، اور ان شرائط کے ساتھ ہی عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے، جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی۔

اب ہر سمجھدار اور عقل رکھنے والا آدمی یہ دیکھ لے، غور کرلے کہ کیا ان کے گھر کی خواتین ہر نماز کے لئے ان شرائط کا لحاظ رکھ کر مسجد جا سکتی ہیں؟

مزید تبصرے سے پہلے غیر مقلدین حضرات کی پیش کردہ روایت (تمہاری عورتیں جب مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو انہیں منع مت کرو) کے متعلق **سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیں:**

(۱) امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

[26] اس روایت کے حسن ہونے کی تفصیل **ص: ۱۵۸** پر موجود ہے۔

”ھذا و شبھہ من احادیث الباب ظاھر فی انھا لا تمنع المسجد لکن بشروط ذکرھا العلماء مأخوذۃ من الاحادیث و ھو ان لا تکون متطیبۃ و لا متزینۃ و لا ذات خلاخل یسمع صوتھا و لا ثیاب فاخرۃ و لا مختلطۃ بالرجال و لا شابۃ و نحوھا ، ممن یفتن بھا و ان لا یکون فی الطریق ما یخاف بہ مفسدۃ و نحوھا و ھذا النھی عن منعھن من الخروج محمول علی کراھۃ التنزیہ۔“

یہ حدیث اور اس باب سے متعلق اسی معنی کی دوسری حدیثوں کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ عورتوں کو مطلقاً مسجد آنے سے روکا نہ جائے، لیکن علماء دین (سلف صالحین) نے ان کے نکلنے کے لئے کچھ شرائط بیان کئے ہیں، جو احادیث سے اخذ کی گئی ہیں۔

وہ شرائط یہ ہیں کہ خواتین (گھر سے نکلنے کے وقت) خوشبو لگائے ہوئے نہ ہوں، بناؤ سنگار کی ہوئی نہ ہوں، بجنے ہوئے پازیب پہنے ہوئی نہ ہوں، دلکش و جاذب نظر کو بہانے والی زینت اختیار کی ہوئی نہ ہوں، (راستے میں) مردوں کے ساتھ ان کا اختلاط نہ ہو، جوان نہ ہوں، اور نہ ایسی ہوں کہ جوانوں کی طرح اس سے فتنے کا اندیشہ ہو اور (مسجد آنے کا راستہ بھی) فتنہ و فساد وغیرہ سے پاک ہو، اور عورتوں کو مسجد آنے سے روکنے کے متعلق حدیث میں وارد ”نہی“ کراہیتِ تنزیہی پر محمول کی گئی ہے۔

یعنی ان تمام شرائط کی پابندی کرتے ہوئے اگر کوئی عورت مسجد آئے تو اس صورت میں اسے روکنا شرعاً مکروہِ تنزیہی ہے۔**(شرح صحیح مسلم للنووی: ص۱۶۲،۱۶۱ج۴)**

(۲) امام عبدالرحمن السیوطیؒ **(م ۹۱۱ھ)** نے بھی امام نوویؒ کا یہی قول نقل فرمایا ہے،[27] اور زئی صاحب کے اصول کے مطابق سکوت کے ذریعہ اس کی تائید کی ہے۔**(انوار الطریق فی رد ظلمات فیصل الحلیق: ص۸)**

(۳) امام ابن کثیرؒ **(م ۷۷۴ھ)** فرماتے ہیں کہ:

---

[27] امام سیوطیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

”قال النووی: ھذا نھی تنزیہ اذا کانت المرأۃ ذات زوج ، او سید بشروط ذکرھا العلماء مأخوذۃ من الاحادیث و ھی ان لا تکون متطیبۃ ، و لا متزینۃ ، و لا ذات خلاخل یسمع صوتھا ، و لا ثیاب فاخرۃ و لا مختلطۃ بالرجال و لا شابۃ و نحوھا ممن یفتن بھا۔“ **(شرح مسلم للسیوطی: ص۱۵۶ج۲)**

"وقرن فی بیوتکن: أی الزمن فلاتخرجن لغیر حاجة، ومن الحوائج الشرعیة الصلاۃ فی المسجد بشرطه کما قال رسول اللہ ﷺ: لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولیخرجن وھن تفلات، وفی روایة وبیوتھن خیر لھن۔"

اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات اور خواتینِ اسلام کو حکم دیا کہ: اپنے گھروں سے چمٹی رہو اور بلا ضرورت باہر نہ نکلو، اور شرعی ضروریات میں سے ایک شرائطِ مقررہ کی پابندی کے ساتھ مسجد میں نمازادا کرنا بھی ہے، جیسا کہ حضور ﷺ فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور (جب) وہ مسجدوں کے لئے نکلیں تو ان کے کپڑے میلے ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے ان کے گھر ہی بہتر ہیں۔ **(تفسیر ابن کثیر: ص۳۶۳ج۶)**

دیکھئے امام ابن کثیرؒ بھی عورتوں کو مسجد آنے میں شرائط کا ذکر کرتے ہیں۔

(۴) امام عراقیؒ **(م۸۰۶ھ)** فرماتے ہیں:

"فیه ان الزوج مأمور ان لا یمنعها من المساجد اذا استأذنته ولکن بالشروط۔"

شوہروں کو حکم ہے کہ وہ عورتوں کو مسجد آنے سے نہ روکیں، جب وہ ان سے اجازت لیں، لیکن آنے والی شرطوں (کی پابندی) کے ساتھ۔ **(طرح التثریب فی شرح التقریب:ص۳۱۵ج۲)** پھر امام عراقیؒ نے وہی شرائط بیان کئے ہیں جس کا ذکر اوپر گزر چکا۔ معلوم ہوا کہ امام عراقیؒ کے نزدیک عورتوں کو شرائط کے ساتھ ہی مسجد میں آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۵) امام قاضی عیاض المالکیؒ (م۵۴۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

"ان خروج النساء للمساجد مباح لهن، ولکن علی شروط کما جاء الحدیث، وقاله العلماء: الا یخرجن متطیبات، ولا متزینات، ولا مزاحمات للرجال، وان یکون (ذلک) باللیل، ومنع من ذلک الشابة منهن التی تخشی فتنتها۔"

اور عورتوں کا مسجد کے لئے نکلنا تو یہ عورتوں کے لئے جائز ہے، لیکن چند شرطوں کے ساتھ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، اور علماء نے کہاہے کہ عورتیں مسجد کے لئے نہ نکلیں، اس حالت میں کہ وہ خوشبو سے معطر ہوں، بناؤ سنگار سے مزین ہوں، ان کا مردوں سے اختلاط ہوتا ہو، عورتوں کا مسجد کو نکلنا رات کو ہوگا، اور اس سے روکا جائے گا (یعنی مسجد جانے سے روکا جائے گا) ان جوان لڑکیوں کو جن سے فتنے کا خوف ہو۔ **(الاکمال: للقاضی عیاض: ص۳۵۳ج۲)**

(۶)　حافظ ابو فتح ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ :

"الحدیث عام فی النساء ولکن الفقھاء قد خصوہ بشروط۔"

یہ حدیث تمام عورتوں کے حق میں (بظاہر) عام ہے، لیکن فقہاء کرام نے اس عموم کو شرطوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ **(احکام الاحکام: ص۱۷۹ج۱)**

پھر حافظؒ نے تفصیل سے شرطیں بتائیں ہیں اور انہیں احادیث سے ثابت کیا ہے۔

(۷)　حافظ ابن حجر عسقلانیؒ **(م ۸۵۲ھ)** نے حافظ ابن دقیق العیدؒ کے قول سے استدلال کیا ہے اور پھر ان کی بات کی بھر پور تائید فرمائی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"قال بن دقیق العید رحمہ اللہ: ھذا الحدیث عام فی النساء الا ان الفقھاء خصوہ بشروط: منھا: ان لا تتطیب وھو فی بعض الروایات ,ولیخرجن تفلات...... قال ویلحق بالطیب ما فی معناہ لان سبب المنع منہ ما فیہ من تحریک داعیۃ الشھوۃ, کحسن الملبس والحلی الذی یظھر والزینۃ الفاخرۃ وکذا الاختلاط بالرجال...... وقد ورد فی بعض طرق ھذا الحدیث وغیرہ ما یدل علی ان صلاۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی المسجد وذلک فی روایۃ حبیب بن ابی ثابت عن بن عمر بلفظ: لا تمنعوا نساؤکم المساجد وبیوتھن خیر لھن۔ (اخرجہ داؤد وصححہ بن خزیمۃ)...... ووجہ کون صلاتھا فی الاخفاء افضل تحقق الامن فیہ من الفتنۃ ویتأکد ذلک بعد وجود ما احدث النساء من التبرج والزینۃ ومن ثم قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا ما قالت۔"

حافظ ابو الفتح ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تمام عورتوں کے حق (بظاہر) عام ہے، مگر فقہاء اسلام نے اس عموم کو شرطوں کے ساتھ خاص کیا ہے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ (مسجد میں حاضر ہونے والی عورت) خوشبو سے معطر نہ ، یہ شرط بعض احادیث میں (خراب کپڑوں کے ساتھ نکلنے کے) الفاظ کے ساتھ مروی ہے، اور یہ حکم ہر اس چیز کا ہوگا جس کے اندر خوشبو کی طرح شہوت کو پیدا کرنے کی صفت پائی جائے، کیونکہ (گھر سے نکلنے کے وقت) خوشبو استعمال کرنے کی ممانعت کا راز یہی ہے کہ اس سے شہوت کے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں، (لہٰذا ہر وہ چیز جو خوشبو کی طرح شہوت کو بیدار کرنے والی ہو ممنوع اور منع ہے) جیسا خوبصورت کپڑے، نمایاں زیورات، قابلِ ذکر آرائش اور اسی طرح مردو کے ساتھ خلط ملط ہونا۔

آگے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ پھر اس حدیث کی بعض سندوں میں اور اس حدیث کے علاوہ دیگر احادیث میں وہ الفاظ آتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے سے افضل و بہتر ہے۔

جیسا ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ : اپنی عورتوں کو مساجد میں آنے سے نہ روکو، حالانکہ (نماز کے لئے)ان کے گھر ان کے لئے بہت بہتر ہیں، اس حدیث کو امام ابو داؤد نے نقل کیا ہے، اور امام ابن خزیمہؒ نے صحیح کہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ پوشیدگی اور پردے کی حالت میں عورتوں کی نماز افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حالت میں اس کی فتنے سے پوری طرح راحت اور حفاظت ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ مزید فرماتے ہیں کہ (شرائط کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے) عورتوں میں آرائش و جمال اور مردوں کے سامنے جلوہ آرائی کی بری رسم کے پیدا ہونے کے بعد ان کے لئے مساجد کے بجائے گھر میں نماز ادا کرنے کا حکم مزید موکد(زیادہ تاکید کے ساتھ)ہوجاتا ہے، (اس لئے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے شرائط کی پابندی نہیں کی، جس کی وجہ سے ان کی مسجد میں حاضر ہونے کی اجازت باقی نہیں رہی۔)

حضرت عائشہؓ نے اپنے ارشاد (کہ اگر حضور ﷺ کے عہد مبارک میں عورتوں کی اس بری رسم کا ظہور ہوگیا ہوتا تو آپ ﷺ انہیں مسجد میں آنے سے روک دیتے، اس حدیث)میں اسی حالت کے بدلنے کی وجہ سے حکم کے بدلنے کی بات کہی ہے۔

یعنی حافظؒ کہنا چاہتے ہیں کہ عورتوں کا شرائط کی پابندی کے سلسلے میں کوتاہیوں کی بری رسم کی وجہ سے ان کا مسجد جانے کا حکم بدل گیا ، اس بات کی خبر حضرت عائشہؓ نے دی۔**(فتح الباری: ص۳۴۹ج۲)**

وضاحت:

اتنے صاف اور صریح ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے عورتوں کو مسجد میں آنے اجازت شرائط کی بناء پر دی تھی، جس کو کوئی غیر مقلد بیان نہیں کرتا ہے۔

حضور ﷺ کے زمانے میں عورتیں مکمل پردے کے ساتھ بغیر خوشبو کے میلے کپڑوں کے ساتھ جس سے بو آتی تھی، بغیر زینت کے اور مردوں سے بچتے ہوئے آتی تھیں۔

اب ہر عقل رکھنے والا آدمی انصاف کے ساتھ غور کرے کہ کیا اس کے گھر کی عورتیں ہر نماز کے لئے میلے کپڑوں کے ساتھ جس سے بو آتی ہو، بغیر زیب وزینت کئے، جس میں وہ اچھے کپڑے، اچھے برقعے اور زیورات وغیرہ کا استعمال نہ کریں، بغیر کسی خوشبو یا عطر کے، مردوں کی نظروں سے پوری طرح بچتے ہوئے خصوصاً آج کے فتنے کے ماحول میں مکمل پردے کے ساتھ آنے کی پابندی کر سکتی ہے؟

اور صحابہؓ کے ہی زمانے میں جس کو حضور ﷺ نے خیر القرون (بہترین زمانہ) قرار دیا ہے، اسی زمانے سے عورتوں نے ان شرائط میں کوتاہی کی، لہٰذا جب صحابہؓ کے دور کی خواتین نے اس معاملہ میں کوتاہی کی تو پھر آج کے انٹر نیٹ اور فیشن کے دور میں موجود عورتیں ان شرائط کی پابندی کر سکیں گی۔　　　　اپنے دل سے پوچھئے ؟؟؟

حضرت عمرؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ کو عورتوں کا مسجد جانا پسند نہیں تھا

معتبر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت زبیر ابن العوامؓ کو عورتوں کا نماز کے لئے مسجد جانا پسند نہیں تھا۔

امام بخاریؒ (م۲۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

”حدثنا یوسف بن موسیٰ، حدثنا ابو الاسامہ، حدثنا عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: کانت امرأۃ لعمر تشھد صلاۃ الصبح و العشاء فی الجماعۃ فی المسجد، فقیل لھا: لم تخرجین و قد تعلمین ان عمر یکرہ ذلک و یغار؟ قالت: و ما یمنعہ قول رسول اللہ ﷺ: لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔“

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی عشاء اور فجر کے وقت مسجد جاکر جماعت میں شریک ہوتی تھی، ان سے کہا گیا: آپ (نماز کے لئے) مسجد کیوں جاتی ہیں؟ جب کہ آپ کے باہر نکلنے پر حضرت عمرؓ کو غیرت آتی ہے، انہوں (یعنی حضرت عمرؓ کی اہلیہ نے) جواب دیا کہ اگر میرا مسجد میں جانا حضرت عمرؓ کو ناپسند ہے) تو مجھے روک دینے سے انہیں کون سی چیز مانع ہے؟ ان سے گفتگو کرنے والے نے کہا کہ: حضور ﷺ کا ارشاد: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ (**صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۹۰۰**)

نوٹ: مصنف عبد الرزاق میں موجود امام زہریؒ کی (مرسل) روایت میں ذکر ہے کہ وہ حضرت عاتکہ بنت زید تھیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"عبدالرزاق عن معمر، عن الزهری، ان عاتكة بنت زيد بن عمرو بن نفيل و كانت تحت عمر بن الخطاب و كانت تشهد الصلاة فی المسجد، و كان عمر رضی اللہ عنہ يقول لها: والله انک لتعلمين ما أحب هذا؟ فقالت: والله لا انتهی حتی تنهانی، قال: انی لا أنهاک، قالت: فلقد طعن عمر يوم طعن، و انها لفی المسجد۔" (**مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۵۱۱۱، واسنادہٗ صحیح، مرسل**)

وضاحت:

حضرت عمر بن الخطابؓ حالات کے بدلنے اور فتنے کے خوف سے رات میں بھی عورتوں کے مسجد جانے کو پسند نہیں کرتے تھے، جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے ، لیکن حضرت عمرؓ کی اہلیہ عاتکہ بنت زیدؓ کا خیال تھا کہ ابھی حالات اس درجہ نہیں بگڑے ہیں کہ مسجد جانے میں فتنے کا اندیشہ ہو۔

اس لئے وہ اپنی ذات اور رائے پر اعتماد کرتے ہوئے جماعت میں شریک ہوتی رہتی تھیں، لیکن بعد میں انہیں بھی احساس ہوا کہ اب مسجد جاکر نماز پڑھنے کا زمانہ نہیں رہا تو انہوں نے مسجد جانا ترک کردیا۔

ائمہ حدیث نے ان کا واقعہ تفصیل سے یوں بیان فرمایا ہے کہ:

"حضرت فاروقِ اعظمؓ کی یہ اہلیہ جن کا ذکر اس روایت میں ہے وہ مشہور صحابی سعید بن زیدؓ جو کہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ان کی بہن حضرت عاتکہ بنت زیدؓ ہیں، یہ پہلے حضرت صدیقِ اکبرؓ کے بیٹے عبداللہؓ کے نکاح میں تھیں، حضرت عبداللہؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت عاتکہؓ نے تین شرطوں پر اپنی رضامندی ظاہر کی:

(۱) مجھے زدوکوب نہیں کروگے۔(یعنی مجھے نہیں ماروگے)

(۲) حق بات سے منع نہیں کروگے۔

(۳) مسجدِ نبوی ﷺ میں جاکر عشاء (اور فجر) کی نماز ادا کرنے سے نہیں روکو گے۔

حضرت عمرؓ نے ان شرطوں کو منظور کر لیا اور انہوں نے حضرت عاتکہؓ سے نکاح کر لیا۔اور حضرت عاتکہؓ حضرت عمرؓ کی شہادت تک ان کے نکاح میں رہی۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ کی شہادت کے بعد حضرت زبیر ابن العوامؓ جو کہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں انہوں نے حضرت عاتکہؓ کے پاس پیغامِ نکاح بھیجا، حضرت عاتکہؓ نے ان کو بھی وہی تین شرطوں کے ساتھ اپنی رضامندی ظاہر کی، حضرت زبیر ابن العوامؓ نے بھی ان شرطوں کو قبول کر لیا اور ان سے نکاح کر لیا۔

حضرت عاتکہؓ معمول کے مطابق مسجد جاکر نماز باجماعت ادا کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بات حضرت زبیر ابن العوامؓ پر شاق گزری(یعنی ان کو برا لگا)جس پر حضرت عاتکہؓ نے کہا:

کیا ارادہ ہے؟

(یعنی شرط کی خلاف ورزی کرکے) کیا آپ مجھے مسجد جانے سے روکنا چاہتے ہیں۔

(حضرت زبیرؓ خاموش ہوگئے اور وہ مسجد جاتی رہیں) پھر جب حضرت زبیرؓ پر صبر دشوار ہوگیا(اور برداشت کی قوت جواب دینے لگی، اس لئے کہ وہ فتنے اور فساد کو دیکھ رہے تھے)تو شرط کا لحاظ رکھتے ہوئے (صراحتاً تو انہیں مسجد جانے سے منع نہیں کیا، البتہ ایک لطیف تدبیر کے ذریعہ حضرت عاتکہؓ کو اس بات کا احساس دلایا کہ اب زمانہ مسجد جاکر نماز ادا کرنے کا نہیں رہا، چنانچہ) ایک شب (رات) حضرت عاتکہؓ کے گھر سے نکلنے سے پہلے حضرت زبیرؓ جاکر راستے میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے، اور جب حضرت عاتکہؓ وہاں سے گزریں تو پیچھے سے ان کی کمر کے نیچے ہاتھ مار کر نکل گئے،اس انجان حرکت سے حضرت عاتکہؓ کو گھبراہٹ ہوئی اور تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگ نکلیں۔

اس واقعہ کی اگلی شب میں اذان کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی مگر وہ اپنے معمول کے خلاف مسجد جانے کی تیاری کرنے کے بجائے بیٹھی رہیں تو حضرت زبیرؓ نے پوچھا:

خیریت تو ہے؟ اذان ہوگئی اور تم بیٹھی ہو؟

حضرت عاتکہؓ نے جواب میں کہا کہ : لوگوں میں بگاڑ آگیا ہے۔(اب زمانہ مسجد جاکر نماز ادا کرنے کا نہیں رہا) پھر کبھی مسجد جانے کے لئے گھر سے نہیں نکلیں۔ اس واقعہ کو تفصیل سے امام ابن عبدالبر(م ۴۶۳؁ھ) نے اپنی کتاب **"التمہید"** میں بیان فرمایا ہے:

جس کی سند یوں ہے:

"اخبرنا احمد بن عبد اللہ بن محمد و احمد بن سعید بن بشر قالا: حدثنا مسلمۃ بن القاسم قال، حدثنا احمد بن عیسی المقری المعروف بابن الوشا، قال حدثنا محمد بن ابراھیم بن زیاد مولی بن ھاشم قال: حدثنا ابراھیم بن عبد اللہ الھروی، قال حدثنا رجل من اھل المدینۃ یقال لہ محمد بن مجبر عن زید بن اسلم و عبد الرحمن بن القاسم عن ابیہ۔"
(التمہید: ص۴۰۴،۴۰۷، ج۲۳)

سند کے راویوں کی تحقیق درج ذیل ہے:

(۱) حافظ امام ابن عبد البرؒ **(م۴۶۳ھ)** مشہور امام، ثقہ اور حافظ المغرب ہیں۔**(سیر اعلام النبلاء: ص۱۵۳ ج۱۸، تاریخ الاسلام)**

(۲) امام ابو عمر احمد بن عبد اللہ بن محمد ابن الباجیؒ (م۳۹۶ھ) ثقہ ہیں، امام قاسم بن قطلوبغاؒ نے "کتاب الثقات" میں شمار کیا ہے۔**(کتاب الثقات للقاسم: ص۳۸۲ ج۱)**

اسی طرح امام ابن عبد البرؒ نے امام ابن الباجیؒ کا متابع ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں اسی روایت کو محدث احمد بن سعید بن بشرؒ (م۳۹۲ھ) سے بھی سنا ہے، اور محدث احمد بن سعید بن بشرؒ بھی حسن درجے کے راوی ہیں ، جس کی تفصیل **تاریخ الاسلام ص۱۰۷ ج۸** پر موجود ہے۔

لہٰذا دونوں راوی ثقہ ہیں۔

(۳) امام مسلمہ بن قاسمؒ**(م۳۵۳ھ)** بھی ثقہ راوی ہیں۔

اگرچہ امام ذہبیؒ نے آپ کو ضعیف کہاہے : لیکن امام ابن حجر عسقلانیؒ امام ذہبیؒ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام مسلمہؒ بڑے مقام والے (امام) ہیں ، ان کو صرف ان کے دشمنوں نے ہی تشبیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ امام ابن حزمؒ **(م۴۵۶ھ)** نے ان کو کثیر السماع کثیر الحدیث کثیر الروایۃ اور علم کے بہت زیادہ جامع قرار دیا ہے۔ **(لسان المیزان: ص ۴۳ج۲)** امام ابو عبد اللہ بن ابی نصر الحمیدی **(م۴۸۸ھ)** نے آپ کو "اندلس کا محدث" قرار دیا ہے، اور ابو جعفر الظبیؒ **(۵۹۹ھ)** بھی فرماتے ہیں کہ آپؒ "اندلس کے محدث ہیں۔" (جذوۃ المقتبس: ص ۳۴۶، بغیۃ الملتمس: ص ۴۶۳)

لہٰذا آپؒ بھی ثقہ ہیں۔

(۴) احمد بن عیسیٰ المقری جو کہ ابن الوساؒ کے نام سے مشہور ہیں ان سے دو راویوں نے روایت کیا ہے۔

i - امام ابن عدیؒ (م۳۶۵ھ) جو کہ مشہور ثقہ امام اور ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں۔[28]

ii - حافظ محمد بن عبداللہ ابو الحسین الرازیؒ (م۳۴۷ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام : ج۷ص ۸۵۷)**

معلوم ہوا کہ احمد بن عیسیٰ المقریؒ سے دو ثقہ راویوں نے روایت کی ہے اور آپ کا ترجمہ **لسان المیزان:ج۱ص۵۷۲** پر موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ ان سے دو ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے،اور اصول گزرچکا کہ جس راوی سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت کریں تو وہ مجہول نہیں بلکہ مقبول ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ راوی مقبول ہوئے۔ نیز امام ابن حبانؒ نے ان سے روایت لے کر انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ **(المجروحین:ص۱۸۲ج۲)** کیونکہ غیر مقلدین کے نزدیک اصول ہے کہ ابن حبانؒ صرف ثقہ ہی سے روایت کرتے تھے۔ **(اتحاف النبیل: ص۱۱۷ج۲)** ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے اصول میں امام ابن حبانؒ کے نزدیک احمد بن عیسیٰ المقریؒ ثقہ ہیں۔

پھر امام مسلمہ ابن القاسمؒ فرماتے ہیں:

"کتبت عنه حدیثا کثیر أو کان جامعا للعلم و کان اصحاب الحدیث یختلفون فیه فبعضهم یوثقه و بعضهم یضعفهٔ"

میں نے ان سے بہت سی احادیث لکھی ہے، اور وہ علم میں جامع (پختہ) تھے اور اصحاب الحدثین یعنی محدثین ان کے بارے میں اختلاف کرتے تھے، بعض ان کو ثقہ قرار دیتے تھے اور بعض انہیں ضعیف قرار دیتے تھے۔ **(کتاب الصله للمسلمه بحواله لسان المیزان: ج ۱ ص ۵۷۱)**[29]

---

[28] امام ابن عدیؒ نے ان سے روایت کی ہے اور ان کی تضعیف نہیں کی۔ جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن عدیؒ کی نظر میں یہ راوی ثقہ ہیں۔ **(انوار البدر: ص۲۲۵)** معلوم ہوا کہ یہ راوی ابن عدیؒ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں

[29] امام مسلمہؒ فرماتے ہیں کہ : "انفرد باحادیث انکرت علیه لم یأت بها غیره۔" احمد بن عیسیٰ المقری بعض احادیث میں منفرد ہے جس کی وجہ سے ان احادیث کو منکر قرار دیا گیا (کیوں کہ) دوسرے لوگوں نے اس جیسی روایت کو ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ جرح خود اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں مردود ہے۔ کیونکہ

اول تو اس کا جارح نامعلوم ہے۔ **(مقالات علی زئی)**

دوم محض روایت میں اکیلے ہونے سے راوی کا ضعف ثابت نہیں ہوتا۔

سوم اہل حدیثوں کے نزدیک منکر روایت نقل کرنے سے کسی راوی کا ضعف ثابت نہیں ہوتا ، جیسا کہ کفایت اللہ سنابلیؒ کہتے ہیں: **(مسنون تراویح: ص۲۳،۲۴)** لہٰذا یہ عبارت "جرح" ہی نہیں۔

وضاحت:

یہ قول بتا رہا ہے کہ امام مسلمہ بن قاسمؒ کے نزدیک احمد بن عیسیٰؒ مختلف فیہ راوی ہے اور مختلف فیہ راوی کی روایت غیر مقلدین کے نزدیک حسن درجہ کی ہوتی ہے۔**(خیر الکلام:ص۲۳۸)**[30]

(۵) امام محمد بن ابراھیم بن زیادؒ بھی ثقہ راوی ہیں۔(کتاب الثقات للقاسم:ص۱۰۱ج۸)

(۶) ابراہیم ابن عبد اللہ الھرویؒ (م۲۴۴ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔(اکمال تہذیب الکمال: ج ا ص۲۲۹)

(۷) حسین بن بشیرؒ (م۱۸۳ھ) بھی صحیحین کے راوی ہیں ، اور ثقہ مضبوط ہیں۔(تقریب ، رقم:۱۳۱۲)

(۸) محمد بن عبدالرحمن ابن المجبرؒ بھی ثقہ ہیں۔

آپ کی توثیق درج ذیل ہے:

(الف) امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے، **(المنتخب من العلل للخلال: ص۸۶)**

---

[30] یہ بھی یاد رہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک "جرح" غیر مفسر مردود ہے، اس کے مقابلہ میں تعدیل مقدم ہے۔ چنانچہ اہلِ حدیث عالم ابو شعیب داؤد ارشاد صاحب لکھتے ہیں ہیں کہ "جرح غیر مفسر" کی بالمقابل بالمشابہ (یعنی جرح غیر مفسر کے مقابلے میں) تعدیل معتبر ہے۔**(دین الحق:ج ا ص۶۷)** جلال الدین قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ جرح مبہم کے مقابلے میں تعدیل مقبول ہے۔**(احسن الجدال: ص۹۲)**

اور صرف کسی راوی کو ضعیف کہنا، یہ خود اہل حدیثوں کے نزدیک "جرح غیر مفسر" ہے، دیکھئے **(تعدادِ قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص۴۳، انوار المصابیح: ص۱۰۷)**

لہٰذا اگر کسی غیر مقلد نے احمد بن عیسیٰ المقریؒ کو ضعیف کہا بھی ہے تو وہ جرح مبہم ہونے کی وجہ سے خود اہل حدیثوں کے نزدیک مردود ہے، اور گزارش ہے کہ احمد بن عیسیٰ کے تعلق سے جرح مفسر پیش کی جائے، ورنہ تسلیم کریں کہ یہ راوی حسن درجے کے ہیں، جیسا کہ تفصیل اوپر گذر چکی۔

(ب) امام حاکمؒ **(م۴۰۵ھ)** فرماتے ہیں کہ محمد بن عبدالرحمن بن المجبر ثقہ ہیں ، نیز ان کی روایت کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔

(ج) امام ذہبیؒ **(م۷۴۸ھ)** نے بھی ان کی روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔**(المستدرک: ص۳۲۳ج۱، رقم الحدیث:۷۴۱)**

(د) امام ہشیم بن بشیرؒ نے آپ سے روایت کی ہے، غیر مقلدین کے نزدیک امام ہشیمؒ صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔**(اتحاف النبیل:ص۸۴، ۱۲۲ج۲)**

ثابت ہوا کہ امام ہشیمؒ کے نزدیک بھی آپؒ ثقہ ہیں۔[31]

---

[31] **محمد بن المجبرؒ پر "جرح" کا جواب:**

محمد بن عبدالرحمن بن المجبرؒ پر جتنے جرح موجود ہیں، وہ سب کے سب جرح غیر مفسر اور مبہم ہیں۔

ابن معینؒ کی طرف منسوب حرح:

ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ : "لیس بشئی" ان کا کوئی مقام نہیں۔ **الجواب:** ابن معینؒ کا کسی راوی کو لیس بشئی کہنا یہ غیر مقلدین کے نزدیک حرح ہی نہیں ہے، جیسا کہ کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں۔**(مسنون تراویح:ص ۲۲)** جب یہ جرح ہی نہیں تو پھر اس سے راوی کا ضعیف ہونا کیسے ثابت ہو گا؟

امام نسائیؒ امام فلاسؒ وغیر ہ کی جرح:

امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ ابن مجبرؒ متروک ہیں۔امام فلاسؒ کہتے ہیں کہ ضعیف ہیں۔

الجواب: پہلے بات آچکی ہے کہ خود غیر مقلدین کے نزدیک جرح غیر مفسر مردود ہے۔ اور کسی راوی کو صرف متروک یا ضعیف کہنا اہل حدیثوں کے نزدیک ہی جرح مباح ہے۔ زبیر علی زئی صاحب کہتے ہیں کہ صرف ضعیف متروک یا منکر الحدیث کہہ دینا جرح مفسر نہیں ہے۔ **(تعداد رکعات قیام رمضان:ص۴۳)** اور جرح غیر مفسر کے بارے میں غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام ابوالقاسم بنارسی صاحب لکھتے ہیں کہ جو جرح غیر مفسرہو وہ مقبول نہیں، اس پر تعدیل مقدم ہو گی۔

(دفاعِ صحیح بخاری:ص۱۵۱) اہل حدیث عالم ابو شعیب داؤد ارشد صاحب بھی یہی کہتے ہیں کہ جرح مفسر پر تعدیل مقدم ہے۔ **(دین الحق:ص۶۷ج۱)** جلال الدین قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ جرح مبہم کے مقابلے میں تعدیل مقبول ہوگی۔**(احسن الجدال :ص۹۲)**

تو پھر یہ سب جرح بھی توثیق کے مقابلے میں خود اہلِ حدیثوں کے اصول کے مطابق مردود ہے۔

امام بخاریؒ کی جرح کا جواب:

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی۔

الجواب: یہ جرح بھی اہل حدیثوں کے اصول کی روشنی میں مردود ہے۔ رفع الیدین کی روایت کے ایک راوی پر امام ابن ابی حاتمؒ نے جرح کی جس کا جواب دیتے ہوئے زبیر علی زئی صاحب نے کہا کہ ابوحاتم کا قول "اس میں کلام کیا گیا" کئی لحاظ سے مردود ہے۔

اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

(۱) یہ جرح غیر مفسر ہے۔

(۲) اس کا جارح نا معلوم ہے، (یعنی کسنے کلام کیا ہے، اس کا ذکر نہیں ہے) ۔**(نور العینین :ص۱۲۱)**

زبیر علی زئی صاحب کے جواب کی روشنی میں امام بخاریؒ کی یہ جرح کہ: ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی ہے" کا جواب بھی سن لیں:

(۱) یہ جرح غیر مفسر ہے، کیونکہ کس وجہ سے خاموشی اختیار کی گئی ، اس کا ذکر نہیں ہے۔

(۲) اس کا جارح نامعلوم ہے (یعنی کس نے خاموشی اختیار کی اس کا بھی اتا پتہ نہیں۔)

الغرض یہ جرح بھی غیر مقلدوں کے اپنے اصولوں کی روشنی میں مردود ہے۔

(۸) امام زید بن اسلمؒ (م۱۳۶؁ھ) صحیح کے راوی ہیں اور ثقہ، عالم ہیں۔(تقریب، رقم: ۲۱۱۷)

اسی طرح امام زید بن اسلمؒ کے متابع میں ایک اور راوی امام عبد الرحمن بن القاسمؒ (م۱۲۶؁ھ) ہیں اور وہ بھی صحیحین کے راوی ہیں ، اور ثقہ ، جلیل ہیں۔(تقریب، رقم:۳۹۸۱)

(۹) اسلمؒ (م۶۰؁ھ)مشہور مخضرم، ثقہ راوی ہیں۔(تقریب، رقم:۴۰۶)

معلوم ہوا کہ اس کے سارے راوی صدوق ہیں اور اس کی سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

وضاحت:

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت زبیر ابن العوامؓ کو عورتوں کا مسجد جانا پسند نہیں تھا، کیونکہ انہوں حضور ﷺ کے بعد عورتوں میں جو خرابیاں اور فساد آیا گیا تھا اس کو پہلے سے ہی محسوس کر لیا تھا، اسی وجہ سے ان دونوں حضرات نے عورتوں کا مسجد جانا پسند نہ کیا۔

حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے ہی صحابہ کرامؓ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا تھا

حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے ہی صحابہ کرامؓ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا تھا، کیونکہ حضور ﷺ نے عورتوں کو جہاں مسجد آنے کی اجازت دی وہاں ان کے لئے کچھ شرائط بھی بتائے ہیں کہ جب وہ مسجد میں آئیں تو ان شرائط کا لحاظ رکھیں، ان شرائط کی تفصیل **ص:۱۶۲** موجود ہے۔

حضور ﷺ کی مقرر کی ہوئی شرائط کی خلاف ورزی پر خود آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ وہ خواتین کو مسجد میں آنے سے روکیں۔

اور ثابت ہوا(خصوصاً اہل حدیث حضرات کے اصول کی روشنی میں) کہ محمد بن المجبرؒ ثقہ ہیں ، اور ان پر کوئی جرح غیر مفسر نہیں ہے ، جن سے ان کا ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہو۔

لہٰذا اب وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں جن میں حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ عورتیں اگر مسجد شرائط کی پابندی نہ کریں تو انہیں مسجد میں آنے نہ دیں۔

روایت نمبر۱ :

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ (م۵۸ھ) بیان کرتی ہیں کہ:

قالت: بینما رسول اللہ ﷺ جالس فی المسجد، اذ دخلت امرأۃ من مزینۃ ترفل فی زینۃ لھا فی المسجد فقال النبی ﷺ: یاایھا الناس! انھوا نساءکم عن لبس الزینۃ والتبختر فی المسجد، فان بنی اسرائیل لم یلعنوا حتی لبس نساءھم الزینۃ، وتبخترن فی المساجد۔"

حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک عورت خوبصورت کپڑوں میں مزین ناز ونخرے کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئی (اس کی یہ ناپسندیدہ کیفیت دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! اپنی عورتوں کو زینت سے آراستہ ہوکر اور خوش رفتاری کے ساتھ مسجد میں آنے سے روکو، بنی اسرائیل اسی وقت ملعون کئے گئے جب ان کی عورتیں سج دھج کر ناز ونخرے سے مسجدوں میں آنے لگیں۔ **(سنن بن ماجہ، رقم الحدیث:۴۰۰۱، واسنادہٗ حسن)**[32]

وضاحت:

غور فرمائیں ! حضور ﷺ اس روایت کو صحابہ کرامؓ کو حکم دے رہے ہیں کہ عورتوں کو زینت کے ساتھ آنے سے روکو۔

آگے حضرت عائشہؓ کی روایت سلف صالحین کی تفسیر کے ساتھ آرہی ہے کہ عورتوں نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضور ﷺ کی شرائط کی مخالفت کی تھی اور زینت کے ساتھ مسجد کو آنے لگیں تھیں، جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کے ارشاد ہی کی وجہ سے عورتوں کو مسجد مُں آنے سے روک دیا تھا۔

روایت نمبر۲ :

---

32 اس روایت کے حسن ہونے کی تفصیل **ص: ۱۵۸** پر موجود ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ (م۵۹ھ) سے روایت ہے کہ : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "ایماامرأۃاصابت بخوراًفلاتشھد معناالعشاءالآخرۃ۔" جس عورت نے بھی خوشبو کی دھونی لی ہوتو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہو۔ (**صحیح مسلم:ج۱ص۳۲۸**)

لیجئے ! خود آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگائے ہوئے ہوتو وہ مسجد کو ہی نہ آئے۔

اور موسیٰ بن یسار کی روایت ہے کہ:

"مرت بأبی امرأۃوریحھاتعصف، فقال لھا: الیٰ این تریدین یاامۃالجبار؟ قالت: الی المسجد، قال تطیبت؟ قالت: نعم، قال: فارجعی فاغتسلی، فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لایقبل اللہ من امراۃصلاۃخرجت الی المسجدوریحھا تعصف حتی ترجع فتغتسل۔"

حضرت ابو ہریرہؓ کے قریب سے ایک عورت گزری اور خوشبو اس کے کپڑوں سے مہک رہی تھی، حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ اے خدائے جبار کی بندی ! کہاں کا ارادہ ہے؟

اس نے کہا : مسجد کا۔

ابوہریرہؓ نے پوچھا : تونے خوشبو لگارکھی ہے؟

اس نے کہا: ہاں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: لوٹ جا، اور اسے دھو ڈال، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی عورت کی نماز قبول نہیں کرتا جو اس حالت میں مسجد کے لئے نکلے، کہ خوشبو اس کے کپڑوں سے مہک رہی ہو۔(**صحیح بن خزیمۃ، رقم الحدیث:۱۶۸۲،والحدیث صحیح**)

اس حدیث میں بھی حضرت ابو ہریرہ نے اس خاتون کو مسجد آنے سے روک دیا، کیونکہ اس نے حضور ﷺ کی شرائط کی مخالفت کی تھی۔ اور پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ کی تنبیہ نقل فرمائی۔

روایت نمبر۳:

حضرت عائشہؓ (م۵۸ھ) کا ارشاد :

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ (م۵۸ھ) بیان کرتی ہیں کہ:

"لو ادرک رسول اللہ ﷺ ما احدث النساء لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل۔"

عورتوں نے زیب وزینت اور خوبصورتی کی نمائش کا جو طریقہ ایجاد کر لیا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ اسے ملاحظہ کر لیتے تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے ، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔**(صحیح بخاری: رقم الحدیث: ۸۶۹)**

اعتراض:

رئیس احمد سلفی اس قول کو حضرت عائشہؓ کا ذاتی قول قرار دیتے ہیں اور محض ادھر اُدھر کی بکواس کی ہیں۔ **(سلفی تحقیقی جائزہ: ۷۹۴)**

الجواب:

اگر کوئی اپنے مسلک کا اندھی تقلید میں حضرت عائشہؓ کا قول سمجھ نہیں پارہا ہے تو ہم سلف صالحین کی تفسیر کو پیش کرتے ہیں تاکہ وہ حضرت عائشہؓ کے ارشاد کا مفہوم سمجھ جائے۔

(۱) امام ابن رجبؒ (م۷۹۵ھ) فرماتے ہیں: کہ

"تشیر عائشۃؓ الی النبی ﷺ کان یرخص فی بعض مایرخص فیہ حیث لم یکن فی زمنہ فساد، ثم یطرأ الفساد ویحدث بعدہ، فلو أدرک ماحدث بعدہ لما استمر علی الرخصۃ بل نھی عنہ، فانہ انما یامر بالصلاح، وینھی عن الفساد۔"

حضرت عائشہؓ اس بات کی طرف اشارہ کررہی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بعض چیزوں کی اجازت دی تھی، اس حیثیت سے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں (عمومی اعتبار سے) فساد نہیں تھا۔ پھر آپ ﷺ (کی وفات) کے بعد فساد عام ہورہاہے، اور (مزید فساد) پیدا ہورہا ہے۔

لہٰذا اگر آپ ﷺ وہ چیزیں جو آپ کے بعد پیدا ہوئی ہیں پا لیتے (یعنی حضور ﷺ کی شرائط کے معاملہ میں کوتاہی کرنا، جس سے فساد ہورہا تھا) تو آپ اجازت پر قائم نہ رہتے، بلکہ اس سے (یعنی عورتوں کو مسجد آنے سے) روک دیتے، کیونکہ آپ ﷺ اچھی بات کا حکم دیتے اور بری بات سے روکتے تھے۔ **(فتح الباری لابن رجب: ص۱۴۱ ج۸)**

معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ حضور کے وفات کے بعد عورتوں کو مسجد آنے کے لئے جو شرائط حضور ﷺ نے متعین کی تھی، ان میں عورتوں کی کوتاہیوں اور لاپرواہیوں کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں، جس سے فساد برپا ہو رہا تھا۔

اور جب عورتیں حضور ﷺ کی مقرر کی ہوئی شرطوں میں کوتاہی کیں تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ عورتوں کو مسجد آنے سے روک دیں، یہی وجہ ہے کہ عورتوں کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت عائشہؓ بھی فرماتی ہیں کہ عورتوں نے زیب و زینت اور خوبصورتی کی نمائش کا جو طریقہ ایجاد کر لیا ہے اگر رسول اللہ ﷺ اسے ملاحظہ کر لیتے تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م **۸۵۲ھ**) فرماتے ہیں:

ویتاکد ذلک بعد وجود ما احدث النساء من التبرج و الزینة و من ثم قالت عائشة ما قالت۔‘‘

(شرائط کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے) عورتوں میں آرائش وجمال اور مردوں کے سامنے جلوہ آرائی کی بری رسم کے پیدا ہونے کے بعد ان کے لئے مسجد کے بجائے گھروں میں نماز ادا کرنے کا حکم مزید موکد ہو جاتا ہے، (اس لئے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے شرائط کی پابندی نہیں کی جس کی وجہ سے ان کی مسجد میں حاضر ہونے کی اجازت باقی نہیں رہی)۔

حضرت عائشہؓ نے اپنے ارشاد (کہ اگر حضور ﷺ کے عہد مبارک میں عورتوں کی اس بری رسم کا ظہور ہو گیا ہوتا تو آپ ﷺ انہیں مسجد میں آنے سے روک دیتے، اس) میں اس حالت کے بدلنے کی وجہ سے حکم کے بدلنے کی بات کہی ہے۔

یعنی حافظؒ کہنا چاہتے ہیں کہ عورتوں شرائط کی پابندی کے سلسلے میں کوتاہی کی بری رسم کی وجہ سے ان کا مسجد جانے کا حکم بدل گیا، اسی بات کی خبر حضرت عائشہؓ نے دی تھی۔**(فتح الباری لابن حجر: ص۳۴۹ج۲)**

اس سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد عورتوں سے شرائط کی خلاف ورزی ہوئی تھی، اسی بات کا ذکر حضرت عائشہؓ نے دیا ہے۔

(۳) امام ابن الجوزیؒ (م **۵۹۷ھ**) فرماتے ہیں: کہ

"انما اشارت عائشۃ بما احدث النساء من الزینۃ و اللباس و الطیب و نحو ذلک مما یخاف منہ الفتنۃ۔"

حضرت عائشہؓ نے اپنے فرمان سے ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا جنہیں عورتوں نے (حضور ﷺ کی وفات کے)بعد میں ایجاد کر لیا۔ مثلاً زینت، لباس، خوشبو اور (اسی طرح) ان چیزوں کو جن سے فتنے کا خوف ہے۔ **(کشف المشکل لابن الجوزی: ص۳۶۷ج۴)**

(۴) حافظ ابن دقیق العیدؒ **(م۷۰۲ھ)** نے بھی حضرت عائشہؓ کے قول سے زینت کے وہ نئے نئے طریقے جو عورتوں نے ایجاد کر لئے تھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اوراس سے منع بھی کیا ہے۔ **(احکام الاحکام: ص۱۹۷ج۱)**

(۵) امام بدرالدین العینیؒ **(م۸۵۵ھ)** فرماتے ہیں:

"قولہ: ما احدث النساء فی محل النصب علی انہ مفعول ادرک أی ما احدثت من الزینۃ و الطیب و حسن الثیاب ونحوہ۔"

حضرت عائشہؓ نے (حضور ﷺ کے دور کے بعد) اپنے زمانے میں عورتوں کے جن نئے پیدا شدہ حالات کا ذکر کیا ہے، اس سے (مراد)زیب وزینت، خوشبو اور خوبصورت لباس کا باہر استعمال کرنا ہے۔ **(عمدۃ القاری: ص۱۵۸ج۶)**

یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین نے حضرت عائشہؓ کے فرمان کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا کہ عورتوں میں جب خرابی پیدا ہوجائے یعنی جب ان سے حضور ﷺ کی مقرر کی ہوئی شرائط کی خلاف ورزی ہو تو ان کا مسجد جانا درست نہیں ہے۔

(۶) امام ابن بطالؒ **(م۴۴۹ھ)** فرماتے ہیں:

"اما حدیث عائشۃ ففیہ دلیل لا ینبغی ان یخرجن الی المساجد اذا حدث فی الناس الفساد۔"

جہاں تک حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے تو اس میں دلیل ہے کہ جب عورتوں میں بگاڑ پیدا ہوجائے (یعنی شرائط میں کوتاہی کی وجہ سے اس میں فتنہ اور بگاڑ پیدا ہوجائے) تو پھر ان کا مسجدوں میں جانا درست نہیں ہے۔ **(شرح بخاری لابن بطال: ص۴۷۱ج۲)**

(۷) امام عراقیؒ نے بھی امام ابن بطالؒ کا ارشاد نقل کیاہے، اور علی زئی صاحب کے اصول کے مطابق امام عراقیؒ نے ابن بطالؒ کی تائید فرمائی ہے۔ **(طرح التثریب فی شرح التقریب: ص۳۱۵ج۲، انوار الطریق: ص:۸)**

(۸) امام کرمانیؒ (م۷۸۶ھ) نے بھی یہی بات فرمائی ہے کہ:

"فیہ دلیل انہ لا ینبغی للنساء أن یخرجن الی المساجد اذا احدث فی الناس الفساد۔"

حضرت عائشہؓ کے ارشاد میں دلیل ہے کہ عورتوں میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو پھر ان کا مسجدوں میں جانا درست نہیں ہے۔(**الکواکب الدراری: ص۲۰۹ ج۵**)

نوٹ: بعض ائمہ محدثین نے حضرت عائشہؓ کے قول سے خصوصاً جوان اور خوبصورت عورتوں کو مسجد نہ جانے پر استدلال فرمایا ہے، کیونکہ اکثر جوان اور خوبصورت عورتیں لباس اور خوشبو اور زینت کی طرح طرح کی چیزیں استعمال کرتی ہیں، جن سے اکثر حضور ﷺ کی مقرر کی ہوئی شرائط ٹوٹتی اور پامال ہوتی ہیں، اورانہی سے فتنہ برپا ہوتا ہیں۔

چنانچہ

(۹) امام ابن الملقنؒ (م۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

"أما الیوم فلا تخرج الشابة ذات الهیئة، ولهذا قالت عائشة رضی اللہ عنہا: لو رأی رسول اللہ ﷺ ما أحدث النساء بعده لمنعهن المساجد كما منعت بنی اسرائیل۔"

(لیکن) بہرحال توخوبصورت اور جوان لڑکیاں (مسجد کے لئے) نہیں نکلیں گی، اس لئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عورتوں نے زیب وزینت اور خوبصورتی کی نمائش کا جو طریقہ ایجاد کر لیا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ اس ملاحظہ کر لیتے تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔(التوضیح لابن الملقن: ص۱۵۱ ج۵)

(۱۰) امام نوویؒ (م۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

"اجابوا عن اخراج ذوات الخدور والمخبأة بان المفسدة فی ذلک الزمن کانت مامونة بخلاف الیوم ولهذا صح عائشة رضی اللہ عنہا لو رأی رسول اللہ ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المساجد كما منعت نساء بنی اسرائیل۔"

ہمارے اصحاب نے جوان اور پردہ نشین عورتوں کو مسجد جانے کے تعلق سے جو روایت آئی ہے ان کا جواب دیا ہے، کہ اس زمانے میں (یعنی حضور ﷺ کے) زمانے میں فساد سے (عموماً) امن تھا، برخلاف آج کے (یعنی آج کا دور فساد کا دور ہے)، اس لئے حضرت عائشہؓ سے صحیح ثابت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ:

عورتوں نے زیب وزینت اور خوبصورتی کی نمائش کا جو طریقہ ایجاد کر لیا ہے اگر رسول اللہ ﷺ اسے ملاحظہ کر لیتے تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔**(شرح صحیح مسلم للنووی:ص۱۷۸ج۶)**

الغرض ان تمام ارشادات سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کے وفات کے بعد عورتوں کے مسجد آنے کے معاملہ میں جو شرائط حضور ﷺ نے متعین کی تھی ان میں کوتاہیوں اور لاپرواہیوں کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں، جس سے فساد برپا ہو رہا تھا۔

اور جب عورتیں حضور ﷺ کی مقرر کی ہوئی شرائط میں کوتاہی کریں تو خود آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ عورتوں کو مسجد آنے سے روک دیں، جیسا کہ احادیث اوپر گذر چکی۔ توصحابہؓ نے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق عورتوں کو مسجد آنے سے روک دیا۔

معلوم ہوا کہ ائمہ محدثین نے حضرت عائشہؓ کا جو معنی و مفہوم لیاہے اسے چھوڑ کر غیر مقلدین نے محض اپنے مسلک کی اندھی تقلید میں حضرت عائشہؓ کے قول کا رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ان کا ذاتی قول ہے، جو کہ باطل و مردود ہے۔

حضرت عائشہؓ کا ایک اور ارشاد:

امام احمدؒ **(م۲۴۱؁ھ)** فرماتے ہیں کہ:

"حدثنا الحکم، حدثنا عبدالرحمن بن ابی الرجال، فقال ابی: یذکرہ عن أمه، عن عائشة، عن النبی ﷺ قال: لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ، ولیخرجن تفلات: قالت عائشة: ولو رأی حالهن الیوم منعهن۔"

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو، اور وہ گھروں سے اس حالت میں نکلیں کہ ان کے کپڑوں سے بو آتی ہو۔حضرت عائشہؓ آگے بیان کرتی ہیں کہ اگر حضور ﷺ آج کے حالت دیکھ لیتے تو آپ ﷺ عورتوں مسجد آنے سے روک دیتے۔**(مسند احمد: رقم الحدیث:۲۴۴۰۶، واسنادہ صحیح، ورجالہ کلھم ثقات)**

اس حدیث سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کے وفات کے بعد عورتوں نے حضور ﷺ کی مقرر کی ہوئی شرطوں کی جو خلاف ورزی کی ہے، اس کا ذکر کر رہی ہیں۔

الغرض ہر لحاظ سے اہل حدیثوں کا اعتراض مردود ہے۔

اور ہم اس مسئلہ پر اور کیا کہیں، خود اہلِ حدیث عالم شیخ محمد فاروق رفیع صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اگر عورتیں زیب وزینت کا استعمال کا معمول بنالیں اور انہیں ڈانٹنے سے وہ ترک نہ کریں، تو ان کے مسجد میں داخلے پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔" (**صحیح بن خزیمہ مترجم: ص۲۱۴ج۳، طبع انصار السنہ لاہور**)

یہی بات واقعی ہوئی کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کے زمانے میں عورتوں نے حضور ﷺ کی مقرر کی ہوئی شرائط کی خلاف ورزی کا ماحول بنایا تھا، تو صحابہ کرامؓ نے ان شرائط کی خلاف ورزی پر تنبیہ کی، پھر ایک حد تک برداشت کرنے کے بعد انہیں مسجد کے بجائے گھر ہی میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا۔

اور صحابہ کرامؓ کا حضور ﷺ کی شرائط کی خلاف ورزی کو ایک حد تک برداشت کرنے کا اشارہ حضرت عائشہؓ کی روایت (جو کہ نمبر(۳) کے تحت گذر چکی، اس) سے بھی ملتا ہے۔

کیونکہ حضرت عائشہؓ مستقل طور پر عورتوں کی کیفیت کو دیکھ رہی تھیں، کہ وہ حضور کی مقرر کی ہوئی شرائط کی کیسی خلاف ورزی کر رہی ہیں، ایک حد تک برداشت کرنے کے بعد حضرت عائشہؓ کو بھی کہنا پڑا کہ اگر حضور ﷺ ہوتے تو عورتوں کی بدلی ہوئی حالت کی وجہ سے انہیں مسجد آنے سے روک دیتے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا یہ عمل تو خود اہل حدیث حضرات کے علماء کے نزدیک بھی صحیح اور درست ہے۔ لیکن ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

عورتوں کے مسجد نہ جانے کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے ارشادات

صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کے حکم سے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکا تھا، جس کی تفصیل ہم نے پہلے بیان کر دی ہے، اب عورتوں کے مسجد نہ جانے کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ حضرت عائشہؓ (م ۵۸ھ) کا ارشاد:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ طاہرہ صدیقہؓ (م ۵۸ھ) بیان کرتی ہیں کہ:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ

عورتوں نے زیب وزینت اور خوبصورتی کی نمائش کا جو طریقہ ایجاد کر لیا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ اسے ملاحظہ کر لیتے، تو انہیں مسجدوں سے ضرور روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں۔

حضرت عائشہؓ کا ایک اور ارشاد:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنَا الْحَكَمُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الرِّجَالِ، فَقَالَ أَبِي: يَذْكُرُهُ عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ، وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ" قَالَتْ عَائِشَةُ: وَلَوْ رَأَى حَالَهُنَّ الْيَوْمَ مَنَعَهُنَّ۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور وہ گھروں سے اس حالت میں نکلیں کہ ان کے کپڑوں سے بو آتی ہو۔

حضرت عائشہؓ آگے بیان کرتی ہیں کہ اگر حضور ﷺ آج کے حالات دیکھ لیتے (کہ عورتیں خراب کپڑوں کو چھوڑ کر، کیسے زیب وزینت والے لباس اور زینت والی چیزیں استعمال کر رہی ہیں)، تو آپ ﷺ عورتوں کو مسجد آنے سے روک دیتے۔ **(مسند احمد: حدیث نمبر ۲۴۴۰۶، واسنادہ صحیح ورجالہ کلھم ثقات)**

اس قول سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد، عورتوں نے حضور ﷺ کی مقرر کی ہوئی شرطوں کی جو خلاف ورزی کی ہے، حضرت عائشہؓ اس کا ذکر رہی ہیں اور یہ بتا رہی ہیں کہ اب اس زمانے میں عورتوں کا نماز کیلئے مسجد آنا درست نہیں ہیں۔

حضرت عائشہؓ کے ارشاد پر غیر مقلدین کے وسوسہ واعتراض کا جواب **ص: ۱۸۳** پر موجود ہے۔

۲۔ حضرت عمر بن الخطابؓ (م ۲۲ھ) اور حضرت زبیر بن العوامؓ (م ۳۶ھ) نے بھی اس بات کو ناپسند کیا کہ عورتیں مسجد میں جا کر نماز پڑھیں، تفصیل یہاں ص: ۱۷۲ پر موجود ہے:

۳۔ فقیہ الصحابہ، ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) کا فرمان:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"قَالَ: "كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ يُصَلُّونَ جَمِيعًا، فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا كَانَ لَهَا الْخَلِيلُ تَلْبَسُ الْقَالَبَيْنِ تَطَوَّلُ بِهِمَا لِخَلِيلِهَا، فَأَلْقَى اللهُ عَلَيْهِنَّ الْحَيْضَ، فَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَقُولُ: أَخِّرُوهُنَّ حَيْثُ أَخَّرَهُنَّ اللهُ"

بنی اسرائیل کے مرد وعورت اکٹھا نماز پڑھا کرتے تھے، جب کسی عورت کا کوئی آشنا (محبوب) ہوتا، تو کھڑاؤں پہن لیتی تھی، جس سے وہ لمبی ہوجاتی اپنے آشنا کو دیکھنے کیلئے (تو ان کی نازیبا حرکت پر بطور سزا کے) ان پر حیض مسلط کر دیا گیا، (یعنی حیض کی مدت دراز کر دی گئی) اور اس حالت میں مسجد میں آنا حرام قرار دیا گیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اس کو بیان کرنے کے بعد فرماتے تھے کہ ان عورتوں کو نکالو جہاں سے اللہ نے ان کو نکالا ہے۔ (**صحیح ابن خزیمہ: حدیث نمبر ۱۷۰۰**، امام ابن خزیمہؒ نے صحیح اور موقوف، امام ابن حجر عسقلانیؒ نے صحیح اور امام ہیثمیؒ نے اس کے رجال کو صحیحین کے رجال قرار دیا ہے، **فتح الباری: جلد ۲: صفحہ ۳۵۰، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۲۱۲۰**، واللفظ لہ)

حضرت ابن مسعودؓ نے نہایت واضح اور صاف طور پر بیان کیا کہ جس جگہ (یعنی مسجد) سے اللہ نے ان عورتوں نکال دیا (اللہ کے حکم کی اتباع میں، اے لوگو) تم بھی وہاں سے (یعنی مسجدوں سے) عورتوں کو نکال دو۔

صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ ایک روایت میں حضرت ابو عمرو الشیبانیؒ (م ۹۶ھ) فرماتے ہیں کہ: **"رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ يُخْرِجُ النِّسَاءَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ"** میں نے ابن مسعودؓ کو دیکھا کہ آپؓ عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے باہر نکال رہے تھے۔ (**مسند ابن الجعد: حدیث نمبر ۴۲۷**، واللفظ لہ، امام ہیثمیؒ اور امام بوصیریؒ نے اس کے رجال کو ثقہ فرمایا ہے، امام ابن حجرؒ نے صحیح اور امام منذریؒ نے اس کی سند کے بارے میں فرمایا کہ اس میں خرابی نہیں ہے، **مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۲۱۱۹، اتحاف الخیرۃ المھرۃ للبوصیری: حدیث نمبر ۱۵۱۵، المطالب العالیۃ: جلد ۴: صفحہ ۶۵۳، حدیث نمبر ۶۸۵، الترغیب والترھیب: جلد ۱: صفحہ ۱۴۲، حدیث نمبر ۵۱۶**)

۴۔ حضرت ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن عمرؓ (م ۷۴ھ) کا عمل:

امام عینیؒ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

"كَانَ ابْنُ عمر، رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، يقوم يحصب النِّسَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يخرجهن من الْمَسْجِد۔" ابن عمرؓ جمعہ کے دن، کھڑے ہو کر، عورتوں کو کنکریاں مار کر، انہیں مسجد سے باہر نکالتے تھے۔ (**عمدۃ القاری: جلد ۶: صفحہ ۱۵۷**) اس روایت کی سند نہیں ملی، لیکن اس کی تائید دوسری صحیح روایت سے ہوتی ہے، مثلاً:

امام نافعؒ (م ۱۱۷ھ) فرماتے ہیں:

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ لَا يُخْرِجُ نِسَاءَهُ فِي الْعِيدَيْنِ" ابن عمرؓ اپنی عورتوں کو عیدین میں نہیں لے جاتے تھے۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر: ۵۸۴۵**، واللفظ لہ، صحیح)

ابن عمرؓ سے ایک اور روایت ہے کہ: "**كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يُخْرِجُ إِلَى الْعِيدَيْنِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْ أَهْلِهِ.**" آپؓ اپنی عورتوں میں جن کو باہر نکالنے کی گنجائش دیکھتے، اس کو نکالتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۵۸۴۳، واللفظ لہ، صحیح)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں میں جن کو باہر نکالنے کی گنجائش ہوتی، یعنی اس سے مراد بوڑھی عورتیں ہیں، کیونکہ ان سے فتنہ کا اندیشہ کم ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ کے نزدیک بھی جوان اور خوبصورت عورتوں کا مسجد جانا درست نہیں ہے۔

۵۔ امام المفسرین، عبد اللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) کا فتویٰ:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

"**عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؟ فَقَالَ: صَلَاتُكِ فِي مَخْدَعِكِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكِ فِي بَيْتِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي بَيْتِكِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكِ فِي حُجْرَتِكِ، وَصَلَاتُكِ فِي حُجْرَتِكِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكِ فِي مَسْجِدِ قَوْمِكِ**" ایک عورت نے جمعہ کی نماز مسجد میں پڑھنے کے بارے میں ان سے پوچھا، حضرت ابن عباسؓ جواب میں انہیں اجازت دینے کے بجائے یہ فرمایا:

تیری کوٹھری کی نماز، تنگ کمرے کی نماز سے بہتر ہے، تیرے تنگ کمرے کی نماز، کھلے کمرے کی نماز سے بہتر ہے، تیری کھلے کمرے کی نماز مسجد کی نماز سے بہتر ہے۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۷۶۹۷**، واسنادہ حسن)

غور فرمایئے! ابن عباسؓ بجائے اجازت دینے کی اس خاتون کو فرمارہے ہیں کہ تیرا گھر میں ظہر کی نماز پڑھ لینا زیادہ بہتر ہے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک بھی پسندیدہ یہی ہے کہ عورت بجائے مسجد کے اپنے گھر ہی میں نماز پڑھے۔

۶۔ امام عبد الرحمن بن القاسمؒ (م ۱۲۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

"**قَالَ: كَانَ الْقَاسِمُ أَشَدَّ شَيْءٍ عَلَى الْعَوَاتِقِ، لَا يَدَعُهُنَّ يَخْرُجْنَ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى**" امام قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیقؒ (۱۰۶ھ) جوان عورتوں کے بارے میں سخت تھے، وہ ان کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے نہیں نکلنے دیتے تھے۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۵۸۴۷**، واسنادہ صحیح)

۷۔ امام حسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) سے پوچھا گیا:

"**سُئِلَ الْحَسَنُ عَنِ امْرَأَةٍ جَعَلَتْ عَلَيْهَا إِنْ أُخْرِجَ زَوْجُهَا مِنَ السِّجْنِ أَنْ تُصَلِّيَ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ تُجَمَّعُ فِيهِ الصَّلَاةُ بِالْبَصْرَةِ رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ الْحَسَنُ: تُصَلِّي فِي مَسْجِدِ قَوْمِهَا فَإِنَّهَا لَا تُطِيقُ ذَلِكَ لَوْ أَدْرَكَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَأَوْجَعَ رَأْسَهَا.**" ایک عورت کے بارے میں جس نے یہ نذر مان رکھی تھی کہ اگر اس کے شوہر کو جیل سے رہائی مل جائے، تو وہ بصرہ کی ہر اس مسجد میں دو نفل پڑھے گی، جس میں باجماعت نماز ہوتی ہے۔

حضرت حسن البصریؒ نے فرمایا کہ وہ اپنے محلہ کی مسجد میں دو رکعت ادا کر کے اپنی نذر پوری کرے، کیونکہ بصرہ کی ہر مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی (شرعاً) طاقت نہیں، نیز حسن البصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر عمر بن الخطابؓ اس (نذر ماننے والی) عورت کو پا لیتے، تو ضرور اس کو سزا دیتے۔ **(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۷۷۰۰**، اسنادہ صحیح) اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عورت کو مسجد جانا درست نہیں ہے۔

۸۔ امام، الحافظ، المجتہد، ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

"قَالَ: كُرِهَ لِلشَّابَّةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى الْعِيدَيْنِ۔" جوان لڑکیوں اور عورتوں کا عیدین کیلئے نکلنا مکروہ ہے۔ **(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۵۸۴۸، واسنادہ صحیح)**

اسی طرح ایک اور روایت میں امام اعمشؒ (م ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ: **"عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَ لِإِبْرَاهِيمَ ثَلَاثُ نِسْوَةٍ فَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُنَّ يَخْرُجْنَ إِلَى جُمُعَةٍ، وَلَا جَمَاعَةٍ۔"** امام ابراہیم النخعیؒ کی تین بیویاں تھیں اور ان میں سے کسی ایک نے بھی محلہ کی مسجد نماز نہیں پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث ۷۷۰۳، واسنادہ صحیح)

۹۔ امام ابن جریجؒ (م ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

"عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: قُلْتُ لَهُ: أَيَحِقُّ عَلَى النِّسَاءِ إِذَا سَمِعْنَ الْأَذَانَ أَنْ يُجِبْنَ كَمَا هُوَ حَقٌّ عَلَى الرِّجَالِ؟ قَالَ: لَا لَعَمْرِي" میں نے **امام عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ)** سے پوچھا ہے کہ جیسے مردوں کیلئے یہ حق ثابت ہے کہ جب وہ اذان سنیں، تو مسجد میں حاضر ہوں، کیا عورتوں کیلئے بھی یہ ثابت ہے؟ امام عطاءؒ نے قسم کھا کر فرمایا کے ان کیلئے ثابت نہیں۔ **(مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۵۱۰۶، واسنادہ صحیح)**

۱۰۔ امام سفیان الثوریؒ (م ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں:

"عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ: أَنَّهُ كَرِهَ الْيَوْمَ الْخُرُوجَ لِلنِّسَاءِ إِلَى الْعِيدِ" کہ اس زمانہ میں عورتوں کا عید کیلئے نکلنا مکروہ ہے۔ **(سنن ترمذی: حدیث نمبر ۵۴۰)**

۱۱۔ امام ہشام بن عروۃ (م ۱۴۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

"عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِهِ تَخْرُجُ إِلَى فِطْرٍ، وَلَا إِلَى أَضْحَى۔" امام عروہؒ **(م ۹۴ھ)** اپنی کسی عورت کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کیلئے نکلنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ **(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۵۸۴۶**، واسنادہ صحیح)

۱۲۔ امام ابراہیم النخعی (م ۹۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

"قَالَ: كَانَ لِعَلْقَمَةَ امْرَأَةٌ قَدْ خَلَتْ فِي السِّنِّ تَخْرُجُ إِلَى الْعِيدَيْنِ." امام علقمہؒ (م ۶۲ھ) کی اہلیہ جو بوڑھی ہو چکی تھیں، عیدین کیلئے نکلتی تھیں۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۵۸۴۰، واسنادہ صحیح**) معلوم ہوا کہ امام علقمہؒ کے نزدیک بھی جوان عورتوں کو نماز کیلئے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

اور یاد رہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کسی ایک صحابی سے بھی یہ **صحیح** سند سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے جوان عورتوں کو نماز کیلئے مسجد یا عیدین آنے کی اجازت دی ہو۔

وضاحت:

جو حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل حدیث فرقہ صحابہ کے زمانہ سے ہے، ان کو کم سے کم یہ تو ثابت کرنا چاہیے تھا کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت عائشہؓ، ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ کے حکم، ارشادات اور عمل کے بعد، کیا ایک صحابی نے بھی اپنے گھر کی عورتوں کو خصوصاً، جوان عورتوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت دی؟؟

لیکن جیسا کہ تفصیل اوپر گزر چکی کہ کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے اپنی عورتوں کو مسجد جا کر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہو۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کے زمانہ سے فرقہ اہل حدیث کے وجود کا دعویٰ **باطل و مردود ہے** اور صحابہ کرامؓ اس پر متفق تھے کہ عورتیں خصوصاً جوان عورتیں نماز کیلئے مسجد نہ جائیں۔ واللہ اعلم۔

عورتوں کا (مسجد کے مقابلے میں) اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا افضل اور زیادہ ثواب کا ذریعہ ہے۔

عورت کا مسجد کے مقابلے میں گھر کے اندر نماز پڑھنا افضل اور زیادہ باعث ثواب ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "**عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاۃ المرأۃ فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها، و صلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها**" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کی گھر کے اندر کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے افضل ہے، اور اس کی گھر کی اندرونی کوٹھری کی نماز گھر کی نماز سے بہتر ہے۔ (**مستدرک الحاکم مع تلخیص للذہبی، جلد ۱ ص ۳۲۸، رقم الحدیث ۷۵۷**، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، **معجم الکبیر للطبرانی ج۹ ص۲۹۵**)

مطلب یہ ہے کہ عورت جس قدر پوشیدہ ہو کر (چھپ کر) نماز پڑھے گی اسی اعتبار سے زیادہ ثواب ملے گا۔

(۲) ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ المرأۃ فی بیتھا خیر من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی حجرتھا خیر من صلاتھا فی دارھا وصلاتھا فی دارھا خیر من صلاتھا فی مسجد قومھا" حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی اپنی کوٹھری کی نماز بہتر ہے اس کے بڑے کمرے کی نماز سے، اور اس کے بڑے کمرے کی نماز بہتر ہے گھر کے صحن کی نماز سے، اور اس کے صحن کی نماز بہتر ہے مسجد کی نماز سے۔ **(معجم الاوسط للطبرانی بحوالہ الترغیب والترہیب للمنذری ج ا ص ۱۳۵،** امام منذریؒ اس کی سند کو مضبوط کہتے ہیں)

(۳) یہی روایت مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں **"عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ المرأۃ فی بیتھا خیر من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی حجرتھا خیر من صلاتھا فی دارھا وصلاتھا فی دارھا خیر من صلاتھا فی ماوراء ذلک"۔ (التمہید لابن عبدالبر ج ۲۳ ص ۴۰۱ واسنادہ حسن بالشواھد)**

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "قال رسول اللہ ﷺ: لاتمنعوا نساءکم المساجد، وبیوتھن خیر لھن" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو البتہ ان کے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔ (یعنی مسجدوں میں نماز پڑھنے کے مقابلے میں ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ باعث ثواب ہے۔
(مستدرک الحاکم مع تلخیص للذہبیؒ ج ا ص ۳۲۷ رقم الحدیث ۷۵۵، امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے)

(۵) اسی طرح ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ "انھا لاتکون أقرب الی اللہ منھا فی قعر بیتھا" آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورت اللہ سے سب سے زیادہ اس وقت قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے بالکل اندر ہوتی ہے۔ **(المعجم الاوسط للطبرانیؒ،** امام منذریؒ اور امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے رجال صحیحین کے رجال ہیں، **الترغیب والترہیب ج ا ص ۱۴۱، مجمع الزوائد رقم الحدیث ۷۶۷۱ ولفظہ)**

(۶) ایک جگہ ارشاد ہے کہ **"عن النبی ﷺ قال ان احب صلاۃ تصلیھا المرأۃ الی اللہ فی اشد مکان فی بیتھا ظلمۃ"** اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عورت کی وہ نماز ہے جو تاریک تر کوٹھری میں ہو۔ (یعنی سب سے زیادہ پوشیدہ جگہ پر ہو۔ **(صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث ۱۶۹۱،** امام ابن خزیمہؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، یہی روایت موقوفاً بھی مروی ہے۔ جس کے رجال کو امام ہیثمیؒ نے ثقہ کہا ہے۔ امام زین الدین مناویؒ اس روایت کو حسن کہتے ہیں اور امام منذریؒ نے اس روایت پر سکوت اختیار کیا ہے۔ جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک روایت کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔ **(مجمع الزوائد رقم الحدیث ۲۱۱۵ ،التیسیر للمناوی ج ۲ ص ۳۵۲، الترغیب والترہیب ج ا ص ۱۳۶)**

کچھ وضاحت :

حضور پاک ﷺ کے ارشادات عالیہ آپ کے سامنے ہیں جس سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے عورتوں کو اگرچہ مسجد میں آنے کی اجازت دی ہے ، لیکن اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے گھر کے اندرونی حصے میں نماز اداکیا کریں کیونکہ عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے کہیں زیادہ افضل ہے۔

اسی بات کی حضور ﷺ نے عورتوں کے لئے مختلف مواقع پر ترغیب دی ہے۔ نیز کچھ اور صحیح حدیث آگے آرہی ہے جس سے عورتوں کیلئے گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

غرض حضور پاک ﷺ کی اس ترغیب کے خلاف آج فرقہ اہل حدیث غیر مقلدین عورتوں کو مسجد میں آنے کی ترغیب دے رہے ہیں،[33] جبکہ حضور ﷺ نے عام دنوں میں عورتوں کو خطاب کرکے کبھی یہ ترغیب نہیں دی کہ "تم لوگ مسجد میں آیا کرو"۔

اور یہ بھی جان لیا جائے کہ عورتوں کا مسجد میں آنا نہ تو فرض ہے نہ واجب اور نہ ہی سنت ،بلکہ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ جائز ہے اور شرائط کے ساتھ۔جبکہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا افضل اور پسندیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے کے مقابلے میں زیادہ ثواب کا ذریعہ ہے ،اور اسی بات کی ترغیب حضور پاک ﷺ نے دی ہے۔پر جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ غیر مقلدین فرقہ اہل حدیث حضور ﷺ کے منشاء کے خلاف عورتوں کو مسجد آنے کی ترغیب دے رہے ہیں اور اسے سنت بھی کہتے ہیں۔

ذرا غور فرمایئے ! اگر عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا سنت ہوتا تو حضور ﷺ کیوں فرماتے ہیں کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا زیادہ افضل اور پسندیدہ ہے ،اور پھر غیر مقلدین کی یہ ترغیب سلف صالحین کے منہج کے بھی خلاف ہے ۔کیونکہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑنے کی ترغیب تو دور کی بات ہے۔سلف نے تو عورتوں کو حضور ﷺ کی شریعت کی خلاف ورزی کی وجہ سے اپنے گھر ہی میں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے ۔پھر غیر مقلدین کس منہ سے کہتے ہیں کہ "ہم سلف کے منہج کی اتباع کرتے ہیں "۔

اب کچھ مزید احادیث ملاحظہ فرمایئے :

---

[33] دیکھئے **فیض سید کا ویڈیو:** عورت باجماعت مسجد جاکر نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

https://www.youtube.com/watch?v=F2M05O__XRk&feature=youtu.be

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "**عن رسول اللہ ﷺ قال: صلاۃ المرأۃ وحدھا تفضل صلاتھا فی الجمیع خمساً وعشرین درجۃ**" نبی ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی (گھر میں) اکیلے نماز مردوں کے ساتھ جماعت کی نماز سے پچیس ۲۵ گنا فضیلت رکھتی ہے۔**(تاریخ ابو نعیم ج۲ص۱۹)**

اس روایت کی سند حسن ہے ، جس کی تفصیل **ص:۱۵۴** موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ جو خواتین مسجد کے بجائے گھر ہی میں نماز پڑھتی ہیں وہ مسجد میں جاکر نماز پڑھنے والی عورتوں سے ۲۵ گنا زیادہ فضیلت حاصل کررہی ہیں۔

اب ہر امتی سوچ لے کہ اس کے گھر والوں کو گھر میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے ؟یا مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے ؟ حضور پاک ﷺ کی حدیث کے مطابق عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے افضل ہے :

(۸) حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "**انھا جاءت النبی ﷺ فقالت: یارسول اللہ انی أحب الصلاۃ معک، قال: "قدعلمت انک تحبین الصلاۃ معی، وصلاتک فی بیتک خیر لک من صلاتک فی حجرتک وصلاتک فی حجرتک خیر من صلاتک فی دارک، وصلاتک فی دارک خیر من صلاتک فی مسجد قومک، وصلاتک فی مسجد قومک خیر من صلاتک فی مسجدی" لقیت اللہ عزوجل**" وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ،اے اللہ کے رسول !میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے خواہش رکھتی ہوں ،آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جانتاہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو ،لیکن تمہارے گھر کی (اندرونی)کوٹھری کی نمازبڑے کمرے کی نماز سے بہتر ہے۔اور تیری بڑے کمرے کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے ۔اور تیری صحن کی نماز محلے کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے ۔اور محلے کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز سے بہتر ہے۔

اور سنیئے اسی حدیث میں موجود ہے کہ حدیث بیان لرنے والے راوی کا بیان ہے "**قال فأمرت فبنی لھا مسجد فی اقصی شیء من بیتھا واظلمہ، فکانت تصلی فیہ حتی**" کہ ام حمید رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے منشاء کو سمجھ کر انہوں نے اپنے گھر والوں کو گھر کے اندر مسجد بنانے کا حکم دیا ، چنانچہ گھر کی تاریک تر کوٹھری میں ان کیلئے مسجد بنائی گئی اور وہ اسی میں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ اللہ سے جاملیں۔**(مسند احمد رقم الحدیث ۲۷۰۹۰**،امام ابن حجرؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے ،امام ہیثمیؒ نے بھی اس روایت کی تصحیح کی ہے ،**فتح الباری ج۲ص۳۴۹**، **مجمع الزوائد رقم الحدیث ۲۱۰۶**،امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، **صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث ۱۶۸۹**، **صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۲۱۷)**

مناسب معلوم ہوتا کہ ہم اپنی طرف سے کچھ کہے بغیر سلف کا فتوی نقل کردیں۔

امام الائمہ امام ابن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ) کا فتوی :

امام ابن خزیمہؒ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ "**صلاتها فی مسجد قومها علی صلاتها فی مسجد النبی ﷺ**" عورت کی محلے کی مسجد میں پڑھی گئی نماز مسجد نبوی میں پڑھی گئی نماز سے افضل ہے۔

یہاں پر ایک علمی اشکال ہوتاہے کہ : دوسری احادیث میں آیا ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں پڑھی جانے والی نماز تو عام مسجدوں کی نماز سے افضل ہے۔تو اس سلسلے میں کون سی بات صحیح ہے ؟

اللہ تعالی امام ابن خزیمہؒ کو جزائے خیر دے کہ خود امام صاحبؒ نے اس کا جواب دیدیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ "**قول النبی ﷺ صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فیما سواہ من المساجد، اراد بہ صلاۃ الرجال دون صلاۃ النساء**" حضور ﷺ کا فرمان :کہ میری مسجد (مسجد نبوی) میں اداکی گئی نماز دیگر مساجد میں ادا کی گئی ہزاروں نمازوں سے افضل ہے ،اس فرمان سے آپ ﷺ کی مراد مردوں کی نماز ہے عورتوں کی نماز مراد نہیں ہے۔**(صحیح ابن خزیمہ ج۳ص۹۴)**

غیر مقلد عالم شیخ محمد فاروق رفیع صاحب کا فتوی بھی ملاحظہ فرمائیں :

اہل حدیث شیخ محمد فاروق رفیع صاحب فرماتے ہیں کہ عورت کیلئے گھر کے کسی بھی گوشے میں نماز پرھنا محلے کی مسجد اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔اگرچہ مسجد نبوی نماز پڑھنے کا ثواب ۱۰۰۰ نماز کے برابر ہے ، لیکن عورت کا گھر پر نماز پڑھنا اس سے (مسجد نبوی سے) زیادہ اجروثواب کا باعث ہے ،اس لئے عورتوں کو گھر پر نماز پڑھنی چاہیئے۔**(صحیح ابن خزیمہ مترجم ج ۳ص ۲۰۸)**

وضاحت :

یہ بات واضح ہوگئی کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پرھنے سے افضل ہے ۔لہذا جب عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے اور زیادہ ثواب کا ذریعہ ہے تو خصوصاً آج کے پر فتن دور میں بغیر کسی شرعی ضرورت کے نماز کے لئے عورتیں مسجد میں کیوں جائیں ؟ جبکہ اس کا گھر ہی نماز پڑھنا زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کا ذریعہ ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ حضور ﷺ نے عیدین کے علاوہ عورتوں کو خطاب کرکے کبھی یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مسجد میں آکر نماز پڑھیں۔اور جو عیدین کے موقع پر آپ ﷺ نے حکم دیا ہے اس کی تفصیل اور آپ ﷺ کے حکم کا مقصد سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں آئندہ مضامین میں آئیگا ان شاء اللہ۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے عورتوں کو مخاطب کرکے کبھی یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مسجد آکر نماز پڑھیں۔

ان سب کے برعکس حضور ﷺ نے ہمیشہ عورتوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھو، کیونکہ تمہارا اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کا ذریعہ ہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے عورتوں کی گھر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھی جانے والی نماز سے افضل بتایا ہے ، جیسا کہ احادیث اوپر گذر چکی ہیں۔

نیز مشہور سلفی عالم شیخ صالح بن عثیمین ؒ نے یہاں تک فرما دیا کہ عورت کی گھر کی نماز مسجد الحرام کی نماز سے بھی افضل ہے۔

ان کے الفاظ یہ ہیں : "سئل فضيلة الشيخ: عن امرأة تود حضور الصلاة في المسجد الحرام مادامت في مكة ، ولكنها سمعت ان صلاة المرأة في بيتها أفضل حتى في المسجد الحرام ، فهل يحصل لها عندما تصلي في بيتها من المضاعفة ما يحصل عندما تصلي في المسجد الحرام؟ فأجاب فضيلته بقوله: صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في المسجد الحرام "۔ (**مجموع الفتاوی لابن عثیمین ج۱۵ ص۱۲۴**)

لیجئے خود غیر مقلدین کے عالم فتوی دے رہے ہیں کہ عورت کی گھر کی نماز مسجد الحرام کی نماز سے افضل ہے۔

آخری روایت :

ام حمید رضی اللہ عنہا کی ہی بعض روایت میں یہ الفاظ کی زیادتی ہے کہ آپ ؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ "عن أم حميد قالت: قلت يا رسول الله يمنعنا ازواجنا ان نصلي معك ونحب الصلاة معك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلاتكن في حجركن افضل من صلاتكن في دوركن وصلاتكن في دوركن افضل من صلاتكن في الجماعة" اے اللہ کے رسول ! **ہمیں ہمارے شوہر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے روکتے ہیں** ، حالانکہ ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی بہت چاہت رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا : تمہاری اندرونی کوٹھری کی نماز تمہارے کمرے کی نماز سے بہتر ہے اور تمہارے بڑے کمرے کی نماز تمہاری جماعت کی نماز سے افضل ہے۔ (**الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم رقم الحدیث، ۳۳۷۹**)

اس کی سند حسن ہے جس کی تفصیل **ص:۱۵٦** موجود ہے۔

غور فرمایئے ! حضور ﷺ کے سامنے جب ام حمید رضی اللہ عنہا نے خواتین کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے شوہر ہمیں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے روکتے ہیں ، تو آپ ﷺ نے بجائے ان کے شوہروں کو تنبیہ کرنے کے الٹا خواتین ہی سے خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ تمہارا اپنے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل اور بہتر ہے۔ اور پہلی روایت ہے کہ میرے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خواتین کو مسجد میں آنے سے منع کرنا درست تھا۔ کیونکہ حضور ﷺ کے سامنے جب معاملہ آیا تو آپ ﷺ نے اس پر سکوت اختیار فرمایا جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کا اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکنا درست تھا۔

اہل حدیث علماء کا فتویٰ کہ عورتوں کا گھر میں نماز ادا کرنا مسجد میں ادا کرنے سے بہتر ہے۔

(۱) اہل حدیث عالم شیخ محمد فاروق رفیع صاحب فرماتے ہیں کہ "عورت کا گھر میں رہنا اس کی عزت وناموس کیلئے بہتر ہے۔کیونکہ عورت پردے دار چیز ہے۔اور اس کے باہر نکلنے سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔اس لئے نماز کیلئے بھی مسجد نہ جانا افضل ہے "۔**(صحیح ابن خزیمہ مترجم ج ۳/ص۲۰۶)**

(۲) اہل حدیث مفتی شیخ عبدالستار حماد صاحب کہتے ہیں کہ اگر انہیں باجماعت نماز پڑھنے کا شوق ہے تو معقول انتظام کے ساتھ میں حاضر ہوں اور وہاں جماعت میں شامل ہوسکتی ہیں "حدیث میں ہے کہ اللہ کی بندیوں کو مسجد سے نہ روکو ۔لیکن ان کا (عورتوں)کا گھر میں نماز ادا کرنا (مسجد) سے بہتر ہے۔**(فتاوی اصحاب الحدیث ج ۲ص۱۳۵)**

(۳) شیخ صالح بن العثیمین بھی لکھتے ہیں کہ :مسجد میں نماز اداکرنے سے ان کا (عورتوں کا)اپنے گھروں میں نماز ادا کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ گھر میں رہنے سے وہ کئی فتنوں سے محفوظ رہے گی۔ **(فقہی احکام کتاب وسنت کی روشنی میں ج ۱ ص ۱۸۳)**

(۴) صادق سیالکوٹی صاحب اہل حدیث عالم بھی یہی کہتے ہیں کہ عورتوں کے لئے گھر کی نماز بہتر ہے۔**(صلاۃ الرسول بتحقیق سندھی ص ۵۱۷)**

(۵) غیر مقلد مولانا محمود امان میرپوری صاحب بھی لکھتے ہیں کہ "ویسے عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے ۔ **(فتاوی صراط مستقیم ص۱۶۲)**

(۶) اہل حدیث محقق عبد القادر حصاری صاحب تحریر کرتے ہیں کہ : عورتوں کے لئے گھروں میں نماز پڑھنا ان تمام مسجدوں سے (مسجد الحرام ،مسجد نبوی ، مسجد اقصی ،جامع مسجد اور مسجد محلہ سے)افضل ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ عورتوں کے لئے ستر اور مردوں سے اخفاء ضروری ہے۔**(فتاوی حصاریہ ج۳ص۶۵۴)**

اتنے صاف اور صریح ارشادات کے ہوتے ہوئے۔آج کے فتنوں کے دور میں بلا کسی شرعی ضرورت کے ،صحابہ کرام کے منع کرنے باوجود بھی ، اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنا چاہیئے تو اپنے دل سے پوچھئے کہ سلف صالحین کے منہج اور حضور ﷺ کے منشاء کے مطابق کر رہا ہے یا مخالف ؟

نوٹ:

نماز میں رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین کو افضل واعلی ثابت کرنے کے لئے کئی کتابیں اہل حدیث حضرات نے تصنیف کی ہیں ،لیکن اگر نماز میں رفع الیدین نہ کیا جائے تو بھی غیر مقلدین کے نزدیک نماز کی صحت میں کوئی فرق نہیں آتا۔**(فتاوی علمائے حدیث ج ۳ص ۱۵۴)** لیکن غیر مقلدین دن رات کہتے ہیں کہ رفع الیدین کرنا افضل ہے ،اس میں ثواب بھی ہے اور سنت بھی ہے ،لہذا رفع الیدین کرنا چاہیئے۔یہاں یہ فرقہ فرع الیدین میں ثواب کی بات کرتا ہے ۔حالانکہ نہ کرنا بھی ان کے نزدیک مروی ہے۔ **(فتاوی نذیریہ ج۱ ص ۴۴۴)** اور نہ کرنے سے ان کے نزدیک نماز کی صحت میں کوئی فرق نہیں آتا ،جیسا کہ حوالہ گذر چکا۔

لیکن اہل حدیث حضرات عورتوں کے مسجد آنے کے مسئلے میں خوشی خوشی اپنے اصول بھول جاتے ہیں اور بیچاری عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں(دیکھئے ایڈوکیٹ فیض کا ویڈیو :عورت کے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے آداب)جبکہ خود ان کے نزدیک بھی گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل اور زیادہ ثواب کا ذریعہ ہے۔

یہاں اپنے افضل اور ثواب والی بات جو وہ رفع الیدین وغیرہ مسائل میں کہتے تھے بھول جاتے ہیں۔یہ دوغلی پالیسی آخر کیوں ؟

اسی طرح اگر نماز میں آمین آہستہ کہی جائے تو اہل حدیث حضرات کے نزدیک نماز جائز ہوجاتی ہے۔اور اس طرح کے مسائل میں محدثین کا اول اور غیر اولی کا اختلاف ہے۔**(فتاوی نذیریہ ج ۱ص۴۴۸،حدیث اور اہل حدیث ج ۲ص۶۳۵)** لیکن پھر بھی اہل حدیث حضرات نماز میں زور سے آمین کہتے ہیں اور اسی کا اپنی مسجدوں میں بھی اہتمام کرتے ہیں،کیونکہ ان کے نزدیک افضل زور سے آمین کہنا ہے۔پر یہی زیادہ ثواب اور افضل والی بات فرقہ اہل حدیث کے لوگ کیوں عورت کے مسجد میں آنے کے مسئلے میں بھول جاتے ہیں؟اس مسئلے میں کیوں ترغیب دیتے ہیں کہ عورت مسجد میں آکر نماز پڑھے ؟

کم سے کم اپنے دعوے کے مطابق سلف کی طرح وہ بھی عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے کو کہہ سکتے ؟یا کم از کم مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے روکے بغیر عورتوں کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی تاکید اور اس کی ترغیب اہل حدیث حضرات دے سکتے تھے۔

لیکن ان کے ایسا نہ کرنے کی وجہ سے کبھی خیال آتا ہے کہ کیا اہلحدیث حضرات احناف کی مخالفت میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔۔۔۔اللہ ہماری غلطیوں کو معاف فرمائے !آمین!!

ایک اعتراض اور اس کا جواب :

بعض نادان کم علم اور کم سمجھ والے اہل حدیث یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عورتیں مال (mall) ،بازار ،مدرسہ، اسکول (جہاں پر co education بھی ہوتے ہیں) درگاہ وغیرہ جاتی ہیں تو وہاں کوئی اعتراض نہیں کرتا ،کوئی انہیں نہیں روکتا کوئی ان پر فتوی نہیں لگاتا کہ یہ ناجائز ہے ،وہاں ان کوئی فتنہ نظر نہیں آتا۔

لیکن سب کو فتنہ مسجد میں کیوں نظر آتا ہے ؟کیا سارے غنڈے موالی فتنہ پرور لوگ مسجد ہی میں موجود ہیں ؟ بازار میں نہیں ہیں کیوں لوگ عورتوں کو صرف مسجد میں آنے سے منع کرتے ہیں ؟

الجواب :

عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے اس لئے منع بھی کیا جاتا ہے ،کیونکہ وہ گھر میں بھی نماز پڑھ سکتی ہیں ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل بھی ہے۔

لیکن عورت کو مدرسہ، اسکول وغیرہ میں جانے کی اجازت اس لئے ہے کہ گھر میں بیٹھ کر دینی یا دنیاوی علم حاصل نہیں کر سکتی اس ضرورت کی بناء پر اسے مدرسے یا اسکول جانے کی اجازت ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ لڑکیوں کے لئے تعلیم کا نظم الگ ہو۔

ہمیشہ یہ بھی ذہن میں رہے کہ ،جو کام عورت اپنے گھر میں کر سکتی ہے مثلاً نماز ،گھریلو کام ،کھانا پکانا ،کپڑے دھونا ،وغیرہ وغیرہ ،تو ایسے کام جن کو وہ گھر میں کر سکتی ہے ،گھر میں انجام دے سکتی ہے ویسے کام کے لئے اس کا باہر جانا منع ہے۔لیکن کوئی ایسا کام یا ایسی ضرورت ہے جسکو وہ گھر میں نہیں کر سکتی تو ان کاموں میں اس کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے ،جیسا کہ میڈکل چیک اپ ہو یا بازار یا مال یا سپر مارکیٹ میں گھر کی ضروریات ہو اور اس وقت میں کوئی مرد گھر پر نہ ہو تو ایسے وقت میں عورت کو گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے۔رہا درگاہ یامزار پر عورتوں کا جانا ،تو اس سے علماء صاف طور سے منع کرتے ہیں۔[34]

لہذا ایسا اعتراض کرنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ اس طرح کے اعتراضات کرکے آپ اپنی کم علمی اور جہالت کا ثبوت نہ دیں۔

---

[34] تفصیل کے لئے دیکھئے: **آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج۸: ص۳۵، ۹۲، فتاوی دار العلوم دیوبند: ج۱۳: ص۲۸۳**۔ نیز انٹرنیٹ پر **دار الافتاء دیوبند: ارود: فتاوی نمبر ۳۶۴۹۷** بھی دیکھ سکتے ہے۔

قربانی کے صرف تین دن ہیں۔(کفایت اللہ سنابلی صاحب کو جواب)

قربانی کے کتنے دن ہیں ، اس میں ائمہ سلف کا اختلاف ہے ،اور معتبر دلائل کی روشنی میں احناف کا کہنا ہے کہ قربانی کے صرف تین دن ہیں ,جبکہ غیر مقلدین موجودہ فرقہ اہل حدیث حضرات کا کہنا ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔

لیکن خود اہل حدیث مسلک کے محدث زبیر علی زئی نے ثابت کیا ہے کہ ۴ دن قربانی کی ایک بھی حدیث صحیح ثابت نہیں اور علی زئی صاحب نے احناف کے موقف کو ترجیح دیتے ہوئے فتویٰ دیا ہے کہ قربانی کے صرف تین دن ہیں۔

مگر اپنے مسلک کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اہل حدیث مسلک کے محقق کفایت اللہ صاحب نے زبیر علی زئی کے رد میں ایک کتاب **'چار دن قربانی کی مشروعیت'** کے نام سے لکھی ہے، جس میں موصوف نے زبیر علی زئی کے اعتراضات کے جوابات دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔

پھر کفایت اللہ صاحب کی اسی کتاب ' چار دن قربانی کی مشروعیت 'کا جواب دو غیر مقلدوں نے دیا ہے جو کہ محدث فورم اور اردو مجلس پر موجود ہے۔ پہلا جواب ابو عمر کاشف سلفی صاحب نے **'چار دن قربانی کی مشروعیت پر تحقیقی نظر'** کے نام سے دیا ہے۔اور دوسرا جواب عدنان سلفی صاحب نے **'چار دن قربانی کی مشروعیت پر ایک نظر'** کے عنوان سے دیا۔

الغرض یہ دونوں حضرات نے کفایت اللہ صاحب کی کتاب کا جواب دیا ہے ، جس کا جواب الجواب ہمارے علم کے مطابق کفایت اللہ صاحب کی طرف سے نہیں آیا ، واللہ اعلم

خیر ، یہاں ہم نے اس شمارہ میں زبیر علی زئی صاحب ،ابو عمر کاشف سلفی اور عدنان سلفی وغیرہ حضرات کے مضامین لگائے ہیں۔ تاکہ فرقہ اہل حدیث والوں کو ان کے اعتراضات کا جواب خود ان کے گھر سے مل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے ،اس کو قبول اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

-ادارہ الاجماع فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحسَنَ الْحَدِيثِ
القرآن الحدیث
شمارہ نمبر
44
ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ جنوری ۲۰۰۸ء

نضر الله امرأ سمع منا
حديثاً فحفظه حتى يبلغه
ماهنامہ
الحدیث
حضرو

مدیر
حافظ زبیر علی زئی
مکتبۃ الحدیث

عذابِ قبر اسی زمین پر ہوتا ہے
قربانی کے تین دن ہیں
محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ایک مظلوم محدث
نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا
صحیح بخاری پر مجرمانہ حملے اور ان کا جواب
مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک: پاکستان

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

قربانی کے تین دن ہیں

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ محترم حافظ صاحب میری، اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ آپکو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور اللہ آپکے رسالے ''الحدیث'' کو دن دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ محترم الشیخ ''الحدیث'' کا ہر شمارہ علم و تحقیق کا شاہکار اور تحقیقی مضامین کا گہوارہ ہوتا ہے۔ محترم الشیخ آپ نے رسالے کی قیمت سالانہ ۲۰۰ روپے رکھی ہے اگر یہ ایک رسالہ مجھے ۲۰۰ روپے کا بھی ملے تو میں یہ رسالہ لینے کے لئے تیار ہوں۔ اللہ آپکی اس محنت کو قبول فرمائے (آمین) مگر افسوس! اتنا تحقیقی رسالہ ہمارے اہلِ حدیث بھائیوں تک نہیں پہنچتا اور وہ قرآن و حدیث پر مبنی اس رسالے سے ناواقف ہیں۔ اہلِ حدیث بھائیوں کے علاوہ پاکستان کے تمام اہلِ حدیث علماء کے پاس بھی یہ رسالہ نہیں پہنچ رہا صرف چند ایک علماء کے پاس یہ رسالہ پہنچتا ہے۔ میری آپ سے اور تمام اہلِ حدیث بھائیوں سے گزارش ہے کہ اس رسالے کو اکثر اہلِ حدیث علماء تک پہنچائیں اور اہلِ حدیث طلباء جو مدارس میں پڑھ رہے ہیں وہاں بھی یہ رسالہ پہنچنا چاہئے تاکہ نوجوان نسل کے اندر علم و تحقیق کی لہر دوڑے اور وہ اس رسالے کو پڑھ کر تحقیق کی طرف آئیں اور وہ اسماء الرجال کا علم حاصل کریں اور وہ مسلک اہلِ حدیث کی خوب خدمت کر سکیں۔

محترم الشیخ صاحب! میرے اس خط اور میرے مندرجہ ذیل سوال کو ماہنامہ ''الحدیث'' میں شائع کریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا چوتھے دن قربانی کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنے والی جو احادیث ہیں وہ ضعیف ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ قربانی تین دن ہے۔ اس سلسلے میں ہفت روزہ اہلِ حدیث میں فضیلۃ الشیخ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے دلائل

سے ثابت کیا ہے کہ قربانی چار دن ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

فضیلۃ الشیخ نے لکھا ہے کہ '' قربانی، عید کے بعد تین دن تک کیجا سکتی ہے۔ عید دسویں (۱۰) ذوالحجہ کو ہوتی ہے، اس کے بعد تین دنوں کو ایامِ تشریق کہتے ہیں۔ ایامِ تشریق کو ذبح کے دن قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام ایامِ تشریق ذبح کے دن ہیں (مسند امام احمد ص ۸۲ ج ۴) اگرچہ اس روایت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ منقطع ہے لیکن امام ابن حبان اور امام بیہقی نے اسے موصول بیان کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۴۵۳۷)

بعض فقہاء نے عید کے بعد صرف دو دن تک قربانی کی اجازت دی ہے ان کی دلیل درج ذیل امر ہے:

قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن تک ہے (بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹) لیکن یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا لہٰذا قابل حجت نہیں۔ علامہ شوکانی نے اس کے متعلق پانچ مذاہب ذکر کئے ہیں پھر اپنا فیصلہ بایں الفاظ لکھا ہے: '' تمام ایامِ تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔'' (نیل الاوطار ص ۱۲۵ ج ۵)

واضح رہے پہلے دن قربانی کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر عمل پیرا رہے ہیں لہٰذا بلا وجہ قربانی دیر سے نہ کی جائے اگرچہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ غرباء مساکین کو فائدہ پہنچانے کیلئے تاخیر کرنا افضل ہے لیکن یہ محض ایک خیال ہے جس کی کوئی منقول دلیل نہیں ہے۔ نیز اگر کسی نے تیرہ (۱۳) ذوالحجہ کو قربانی کرنا ہو تو غروب آفتاب سے پہلے پہلے قربانی کر دے کیونکہ غروب آفتاب کے بعد اگلا دن شروع ہو جاتا ہے۔

(ہفت روزہ اہلِ حدیث جلد ۳۸۔ ۷ تا ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ ۲۷ اپریل تا ۳ مئی ۲۰۰۷ء)

یہ وہ دلائل ہیں جن کو حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

محترم الشیخ صاحب مندرجہ بالا دلائل اور ان کے علاوہ چوتھے دن قربانی کے جتنے

دلائل ہیں ان کو بیان کریں اور ان کی اسنادی حیثیت کو واضح کریں اور اس مسئلۂ قربانی کے بارے میں صحیح ترین تحقیق بیان فرمائیں، اللہ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

اس سوال کو الحدیث میں شائع کریں اور اس کا جواب تحریر فرما کر جوابی لفافے میں بھی ارسال فرمائیں۔ (خرم ارشاد محمدی۔ دولت نگر، گجرات ۲۹/ اپریل ۲۰۰۷ء)

الجواب: مسند احمد (۸۲/۴ ح ۱۶۷۵۲) والی روایت واقعی منقطع ہے۔

سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ''**مرسل**'' یعنی منقطع ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۳۹، ج ۹ ص ۲۹۵)

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''**سليمان لم يدرك أحدًا من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم**'' سلیمان (بن موسیٰ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں پایا۔ (العلل الکبیر ۱/۳۱۳)

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ آنے والی روایت (نمبر۲) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں سنی۔

نیز دیکھئے نصب الرایہ (۶۱/۳)

روایت نمبر۲: صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۸۴۳، دوسرا نسخہ: ۳۸۵۴) والکامل لابن عدی (۱۱۱۸/۳، دوسرا نسخہ ۲۶۰/۴) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۲۹۵/۹، ۲۹۶) اور مسند البزار (کشف الاستار ۲/۲۷ ح ۱۱۲۶) وغیرہ میں ''**سليمان بن موسى عن عبدالرحمن بن أبي حسين عن جبير بن مطعم**'' کی سند سے مروی ہے کہ ((**وفي كلّ أيام التشريق ذبح .**)) اور سارے ایامِ تشریق میں ذبح ہے۔ یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

① حافظ البزار نے کہا: ''**وابن أبي حسين لم يلق جبير بن مطعم**'' اور (عبدالرحمٰن) ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی۔

(البحر الزخار ۳۶۴/۸ ح ۳۴۴۴، نیز دیکھئے نصب الرایہ ج ۳ ص ۶۱ والتمہید نسخۂ جدیدہ ۲۸۳/۱۰)

② عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان (الثقات ۱۰۹/۵) کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔

روایت نمبر۳: طبرانی (المعجم الکبیر ۱۳۸/۲ ح ۱۵۸۳) بزار (البحر الزخار ۳۶۳/۸ ح ۳۴۴۳) بیہقی (السنن الکبریٰ ۲۳۹/۵، ۲۹۲/۹) اور دارقطنی (السنن ۲۸۴/۴ ح ۴۷۱۱) وغیرہم نے ''**سويد بن عبدالعزيز عن سعيد بن عبدالعزيز التنوخي عن سليمان بن موسى عن نافع بن جبير بن مطعم عن أبيه**'' کی سند سے مرفوعاً نقل کیا کہ ((**أيام التشريق كلها ذبح**)) تمام ایامِ تشریق میں ذبح ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی سوید بن عبدالعزیز ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۶۹۲)

حافظ ہیثمی نے کہا: ''**وضعفه جمهور الأئمة**''

اور اسے جمہور اماموں نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۴۷/۳)

روایت نمبر۴: ایک روایت میں آیا ہے کہ ''**عن سليمان بن موسى أن عمرو بن دينار حدثه عن جبير بن مطعم أن رسول الله ﷺ قال : كل أيام التشريق ذبح**''

(سنن الدارقطنی ۲۸۴/۴ ح ۴۷۱۳، والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲۹۶/۹)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

① اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب سخت مجروح ہے۔

دیکھئے لسان المیزان (ج ۱ ص ۲۴۰، ۲۴۱)

② عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیۃ (ج ۲۷ ص ۳۱۷)

تنبیہ: ایک روایت میں ''**الوليد بن مسلم عن حفص بن غيلان عن سليمان بن موسى عن محمد بن المنكدر عن جبير بن مطعم**'' کی سند سے آیا ہے کہ ''**عرفات موقف وادفعوا من عرنة والمزدلفة موقف و ادفعوا عن محسر**''

(مسند الشامیین ۳۸۹/۲ ح ۱۵۵۶، ونصب الرایہ ۶۱/۳ مختصراً)

اس روایت کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں ایامِ تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ایامِ تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے لہٰذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔

آثارِ صحابہ: روایتِ مسئولہ کے ضعیف ہونے کے بعد آثارِ صحابہ کی تحقیق درج ذیل ہے:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**الأضحی یومان بعد یوم الأضحی**'' قربانی والے دن کے بعد (مزید) دو دن قربانی (ہوتی) ہے۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۴۸۷ ح ۱۰۷۱ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**النحر یومان بعد یوم النحر و أفضلها یوم النحر**'' قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن)

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**الأضحی یومان بعدہ**'' قربانی والے (اول) دن کے بعد دو دن قربانی ہوتی ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۶، وھو صحیح)

④ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**النحر ثلاثة أیام**'' قربانی کے تین دن ہیں۔

(احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ ح ۱۵۶۹، وھو حسن)

تنبیہ: احکام القرآن میں ''**حماد بن سلمة بن کھیل عن حجته عن علي**'' ہے جبکہ صحیح ''**حماد عن سلمة بن کھیل عن حجیة عن علي**'' ہے جیسا کہ کتبِ اسماء الرجال سے ظاہر ہے اور حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے۔ والحمد للہ

ان کے مقابلے میں چند آثار درج ذیل ہیں:

① حسن بصری نے کہا: عید الاضحیٰ کے دن کے بعد تین دن قربانی ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۷ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷ وسندہ صحیح)

② عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: ایامِ تشریق کے آخر تک (قربانی ہے)

(احکام القرآن ۲/ ۲۰۶ ح ۱۵۷۸ وسندہ حسن، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۲۹۶ وسندہ حسن)

③ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ''الأضحی یوم النحر و ثلاثة أیام بعده''

قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۲۹۷ وسندہ حسن)

امام شافعی اور عام اہل حدیث علماء کا یہی فتویٰ ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔ بعض علماء اس سلسلے میں سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں لیکن یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ سابقہ صفحات پر تفصیلاً ثابت کر دیا گیا ہے۔

④ سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان اپنی قربانیاں خریدتے پھر انھیں (کھلا کھلا کر) موٹا کرتے پھر عید الاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ (تک) کو ذبح کرتے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/ ۲۹۷، ۲۹۸ وسندہ صحیح) !!

ان سب آثار میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول راجح ہے کہ قربانی تین دن ہے: عید الاضحیٰ اور دو دن بعد۔

ابن حزم نے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ ''نا زید بن الحباب عن معاوية بن صالح :حدثني أبو مریم :سمعت أبا هریرة یقول :الأضحی ثلاثة أیام''

یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قربانی تین دن ہے۔ (المحلیٰ ج ۷ ص ۳۷۷ مسئلہ: ۹۸۲)

اس روایت کی سند حسن ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ (مطبوع) میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم

فائدہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے والا قول ہی راجح ہے۔ اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور آثار میں اختلاف ہے لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم (۲/ مئی ۲۰۰۷ء)

ابوعمر کاشف سلفی

چاردن قربانی کی مشروعیت پر تحقیقی نظر

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے کچھ عرصہ قبل ''چاردن قربانی کی مشروعیت'' نامی کتاب لکھی ہے، جس میں خلط مبحث اور اصول حدیث کو مذاق بنا کر روایات کو''صحیح'' بنانے کی ناکام کوشش کی ہے، اگر کسی مسئلہ میں اصولی اختلاف ہوتو وہ اصول کے دائرہ کار میں ہی اچھا لگتا ہے اور یہی انصاف کا تقاضا بھی ہے، چاردن قربانی والی روایت پر علامہ البانی رحمہ اللہ اور دیگر محققین نے بھی تحقیق کی ہے اور تقریباً تمام علماء کرام نے اس کی جمیع اسناد کو ضعیف تسلیم کیا ہے، اور پھر ان میں سے بعض نے اس کو''حسن لغیر ہ'' قرار دیا ہے جو اُن کے اصولوں پر درست ہے۔اب اگر کسی مسئلہ میں اختلاف تھا تو حسن لغیر ہ کی حجیت پر تھا نا کہ ان روایات کے صحیح ہونے پر، لیکن جو کسی اہل علم کو کوئی متصل مرفوع روایت نظر نہ آئی لیکن یہ کام بھی کفایت اللہ صاحب کے ہی کھاتے میں آیا کہ انہوں نے اپنا بغض اور جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کتاب میں دیکھا دیا، اس کا قارئین کو طرفین کے دلائل پڑھ کر بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ان شاءاللہ

کفایت اللہ صاحب کی کتاب کا مقدمہ کسی مذاق سے کم نہیں لکھتے ہیں''ہمارا یہ اصول ہے کہ ہم اپنی کوئی بھی تحریر اشاعت سے قبل کسی بھی عالم کے سامنے نظر ثانی کے لئے ہرگز نہیں پیش کرتے اور نہ ہی ہم اسے کسی بھی صورت میں درست سمجھتے ہیں'' (چاردن قربانی کی مشروعیت ص۴)

گویا کہ محترم کی اپنی بات ان کے نزدیک حرف آخر ہے، اور غلطیوں سے بالاتر کہ ان کو نظر ثانی کی ضرورت ہی نہیں۔ بلکہ اسلاف وغیرہ کا اپنی کتب لکھ کر اپنے استاذوں پر پیش کرنا لایعنی تھا؟ بہر حال ہم سب کچھ لکھ کر عوام وخواص کے سامنے پیش کر رہے ہیں تا کہ سب پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں۔

چونکہ مسئلہ مختلف فیہ ہے جیسا کہ کفایت اللہ صاحب کو بھی تسلیم ہے'' قربانی کل کتنے دن کی جاسکتی ہے؟ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے'' (چاردن قربانی کی مشروعیت ص۴)۔
اس لئے اصل بحث کا انحصار احادیث کے باب سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ پہلے احادیث سے جو استدلال کیا گیا ہے اس پر تبصرہ کرلیں پھر آگے دیگر دلائل پر بھی تبصرہ کریں گے۔ ان شاء اللہ

ایام قربانی کے بارے میں اختلاف زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، چنانچہ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں جو کسی بھی کتب فقہ میں تفصیلی دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تین دن قربانی ہی راجح ہے کیونکہ جمہور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے تین دن ہی ثابت ہیں، اور نبی ﷺ سے اس بابت ایک صحیح حدیث میں اشارہ بھی ملتا ہے۔ جب کہ صراحتاً اس بارے میں نبی ﷺ سے کچھ ثابت نہیں جیسے کہ حافظ ابن حزم کی تحقیق بھی یہی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حزم فرماتے ہیں'' **فلم یخص تعالی وقتا من وقت ولا رسوله علیه سلام** '' اللہ تعالی نے قربانی کا وقت مخصوص نہیں کیا، اور نہ ہی اس کے رسول علیہ سلام نے۔ (المحلی ۳۷۸/۷)

بہرحال ابن حزم کے نزدیک قربانی کے تین دن کے متعلق آثار صحابہ میں سے صرف حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے یہ مسئلہ ثابت ہے، لیکن چونکہ آپ ظاہری تھے اس لئے آپ محرم الحرام کا چاند طلوع ہونے سے پہلے پہلے تک قربانی کے جواز کے قائل تھے۔
ہم نے جب یہ تحریر لکھنا شروع کی تھی اس وقت استاذ محترم محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علیل تھے اور ہسپتال میں زیر علاج تھے، سوچا تھا اپنی باقی تحریرات کی طرح یہ بھی شیخ کی خدمت میں پیش کروں گا، لیکن شیخ رحمہ اللہ اس سے پہلے ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔
ہم دعاء کرتے ہیں اللہ تعالی شیخ رحمہ اللہ کے درجات بلند کرے اور ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطاء کرے آمین۔ اور جتنا شیخ رحمہ اللہ سے استفادہ کیا ہے اس تحریر کو اور دیگر تحریرات کو شیخ رحمہ اللہ اور ناچیز کے لئے ایصال ثواب کا ذریعہ بنائے آمین۔

کتاب کی فصل دوم کا جائزہ:

فصل دوم میں سب سے پہلی حدیث ''رجل من اصحاب النبی ﷺ'' پیش کی گئی ہے (چار دن کی قربانی کی مشروعیت ص۹)، جو موصوف کی سب سے پختہ دلیل ہے۔

یہ حدیث کچھ یوں نقل کی گئی ہے:

''اخبرنا علی بن احمد بن عبدان، انبا احمد بن عبید، ثنا الحارث بن ابی اسامة، ثنا روح بن عبادة، عن ابن جریج، اخبرنی عمرو بن دینار، ان نافع بن جبیر بن معطم رضی الله عنه اخبره، عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قد سماه نافع فنسیته، ان النبی ﷺ قال لرجل من غفار ''قم فاذن انه لا یدخل الجنة الا مومن، وانها ایام اکل وشرب ایام منی''. زاد سلیمان بن موسی : وذبح، یقول: ایام ذبح، ابن جریج یقوله.

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غفاری صحابی سے کہا کہ: تم کھڑے ہو اور اعلان کردو کہ جنت میں صرف مومن ہی جائینگے اور ایام منی (ایام تشریق) یہ کھانے پینے کے دن ہیں، ابن جریج کہتے ہیں کہ ان کے استاذ سلیمان بن موسی نے اسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے ذبح کے لفظ کا اضافہ کیا ہے، یعنی وہ یہ بھی روایت کرتے تھے کہ یہ ذبح کے دن ہیں (السنن الکبری للبیهقی. ۹ /۳۶۸ رقم: ۱۹۲۷۰ ت مرکز هجر) (چار دن قربانی کی مشروعیت ص۱۰-۹)

الغرض یہ سب سے پہلی اور بنیادی دلیل ہے، جو محترم نے سب سے پہلے اس فصل میں پیش کی ہے، اور ان کا استدلال حدیث میں اضافہ ''ذبح'' کے الفاظ سے ہے۔ جس سند سے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں اس سند میں کئی علتیں ہیں جو اس سند کو باطل کردیتی ہیں، بلحاظ سند تو یہ مرسل ہے، مگر اس کا مرسل ہونا بھی درست نہیں جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

ابن جریج کا عنعنہ:

سب سے پہلی علت جو اس مذکورہ اضافہ والی سند کو باطل کردیتی ہے وہ ہے، ابن جریج کا

عنعنہ، کفایت اللہ صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ ابن جریج مدلس ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:
''آپ زبردست ثقہ ہونے کے باوجود بھی مدلس ہیں''(چاردن قربانی کی مشروعیت ص۱۱)۔
قارئین سے التماس ہے کہ ذرا اضافہ والے الفاظ پرغور کریں،
'' **زاد سليمان بن موسى : وذبح، يقول: ايام ذبح، ابن جريج يقوله.**''
یہاں ابن جریج نے کس صیغہ سے سلیمان بن موسی سے روایت بیان کی ہے؟
يقول: ايام ذبح میں یقول کا قائل کون ہے؟امام بیہقی فرماتے ہیں'' **ابن جريج يقوله**''، ابن جریج نے یہ کہا،یعنی'' **يقول: ايام ذبح**'' کہا جس میں ''**يقول**''، فعل مضارع ہے جس کا فعل ماضی ''**قال**'' ہے،جس کا قائل ابن جریج ہے۔مختصراً ابن جریج نے یہاں سماع کی تصریح نہیں کی لہذا اس کے عدم سماع کی وجہ سے یہ سند سلیمان بن موسی تک بھی ثابت نہیں،اور یہ مرسل بھی نہیں بلکہ معضل ہے۔

کفایت اللہ کی بدیانتی یا جہالت:

لیکن جہالت کمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:
''لیکن یہاں پرآپ نے بالجزم زیادتی والی بات کی نسبت براہ راست اپنے استاد سلیمان بن موسی کی طرف کی ہے لہذا یہاں تدلیس کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے''(چاردن قربانی کی مشروعیت ص۱۱)۔
کفایت اللہ سنابلی کی ایسی جہالت پرعقل کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے، ان کو یہی نہیں پتہ کہ''بالجزم'' کہتے کسے ہیں؟۔
علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''**صيغة الجزم((قال، وروى، وجاء، وعن))**''(الباعث الحثيث ص ۴۰، طبعة دارالكتب العلمية)
صیغہ الجزم''قال، روی، جاء اورعن'' ہیں،اس کے باوجود بھی جب مدلس''عن'' یا''قال'' سے روایت کرتا ہے تو اسی بالجزم کے صیغہ کے باوجود محدثین اس کی روایت کوضعیف قرار دیتے ہیں۔

کفایت اللہ کے اصول پر تو تمام منقطع ،معضل ، مدلسین کی معنعن روایات ''صحیح'' ہو جائنگی کیونکہ اگر کوئی تابعی مرسل روایت بھی ''قال رسول اللهﷺ'' کہ کر روایت کرتا ہے،تو یہ بھی صیغہ بالجزم سے ہی بیان کرتا ہے۔

چنانچہ ایک جگہ علامہ مناوی لکھتے ہیں:

''انه يلزم منه صحة الحديث المرسل عند من ارسله، فان ابن المسيب لا يستجيز ان يجزم بان النبي(ﷺ) قال كذا الا وقد صح عنه''

اس سے مرسل حدیث کی صحت لازم ہے اس کے نزدیک جو اس کو ارسال کرتا ہے، کیونکہ ابن المسیب تابعی اپنے آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ بالجزم نبیﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کر دیں الا یہ کہ وہ ان کے نزدیک صحیح ہو۔(اليواقيت والدرر شرح نخبة الفكر ۴۹۵/۱)

لہذا مولوی کفایت اللہ صاحب کو چاہیے کہ تمام مرسل، منقطع ،معضل اور مدلسین کی معنعن روایات کو سینے سے لگالیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفایت اللہ صاحب ''بالجزم'' کے معنی ومفہوم سے بھی قاصر ہیں یا پھر جان کر بدیانتی کر رہے ہیں ان کو چاہئے کے توبہ کریں تحقیق کے نام پر قارئین کو گمراہ نہ کریں۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے کلام سے دھوکا:

کفایت اللہ صاحب نے عوام کو مغالطہ دینے کے لئے یہ نقل کر دیا کہ ''اس حدیث کی سند صحیح ہے علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو بالکل صحیح قرار دیا ہے'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص۱۰)

جب کہ کفایت اللہ صاحب کا استدلال اس حدیث کے بعد موجود لفظ ''ذبح'' سے ہے، جو کہ اصل حدیث میں مذکور ہی نہیں۔

خود کفایت اللہ صاحب اعتراف کرتے ہیں ''علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے اس کے سارے رجال ثقہ ہیں **لیکن اس میں ذبح کا لفظ نہیں**'' (چار دن قربانی کی

مشروعیت ص ۱۵)

جب آپ کو خود ہی اعتراف ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک تو یہ الفاظ ہی ثابت نہیں تو پھر عوام کو تاثر دینا کہ گویا جس حدیث کے الفاظ سے آپ کا استدلال ہے اسی کو علامہ البانی نے صحیح کہا ہے، عوام کو دھوکا دینا ہے۔ اتنے صفحات کا اضافہ کر کے یہ اعتراف کرنے کی ضرورت بھی اس لئے پیش آئی کے اگر وہیں پر یہ لکھ دیا جاتا کہ جن الفاظ سے ان کا استدلال ہے اس سند کو تو علامہ البانی نے صحیح قرار ہی نہیں دیا بلکہ اس سند کو تو مرسل یعنی ضعیف قرار دیا ہے تو ان کی پول وہیں کھول جاتی۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے دوسری سند کو 'مرسل'، یعنی ضعیف قرار دیا ہے:

کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں،

''علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے اس کے سارے رجال ثقہ ہیں **لیکن اس میں ذبح کا لفظ نہیں ہے جو کہ محل شاہد ہے بلکہ اس میں ہے کہ ابن جریج نے اسے سلیمان بن موسی سے روایت کیا ہے یعنی مرسلاً۔ کیونکہ انہوں نے اس کی سند ذکر نہیں کی ہے، تو یہ مرسل گذشتہ موصول طرق کے لئے قوی شاہد ہے**'' (سلسلۃ الصحیحۃ ۶۲۱/۵ بحوالہ چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۱۵)

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا دینے کے لئے مرسل کو متصل:

بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ جس روایت سے کفایت اللہ صاحب نے دلیل پکڑی ہے وہ خود مرسل ہے جیسے کہ علامہ البانی نے بھی اس کی وضاحت کر دی ہے، اگر یہ متصل ہوتی تو نہ السنن الکبری للبیھقی کوئی ایسی نایاب کتاب ہے اور نہ ایام قربانی کا مسئلہ، کئی محققین نے اس مسئلہ پر تحقیق کی ہے، اگر یہ روایت متصل ہوتی تو مسئلہ ہی ختم ہو جاتا (بشرطکیہ ابن جریج نے سماع بھی بیان کیا ہوتا) لیکن اس دلیل سے استدلال کر کے اس کو ''متصل'' قرار دینا کفایت اللہ صاحب کے کھاتے میں آیا اور اس کے لئے کیا کیا کرنا پڑا وہ بھی آئندہ سطور میں قارئین ملاحظہ فرمائیں۔

مسند احمد کی غلط مثال:

کتب حدیث کا تتبع کرنے والوں سے یہ مخفی نہیں کہ محدثین کا سند بیان کرنے کا اسلوب کیا ہے کبھی مصنف "**فذکرہ بمثلہ**"، "**فذکرہ باسنادہ نحوہ**" وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ صراحت کردی جاتی ہے، یا پھر معلقاً بیان کردیا جاتا ہے اوراس کی سند کبھی کتاب میں ہی دوسری جگہ موجود ہوتی ہے یا کسی دوسری جگہ پر اس کی صراحت بھی کبھی کردی جاتی ہے اور کبھی نہیں۔ کفایت اللہ صاحب تاویلات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"**حدثنا سفیان، عن عبدالملک بن عمیر عن ابی الاوبر عن ابی ھریرۃ، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قائما و قاعدا، و حافیا و منتعلا** [مسند احمد ط المیمنیة : ۲/۲۴۸]

اس کے فوراً بعد امام احمد رحمہ اللہ نے کہا:

حدثنا حسین بن محمد، حدثنا سفیان، وزاد فیہ : وینفتل عن یمیہ وعن یسارہ[مسند احمد ط المیمنیة : ۲/۲۴۸]"

اس کے بعد کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

"اب کیا کوئی شخص یہ کہ سکتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کے دوسرے طریق میں حسین بن محمد نے مرسل بیان کیا ہے؟" (چاردن قربانی کی مشروعیت ص۱۶)۔

کفایت اللہ کا یہ سوال کرنا ہی غلط ہے کہ کیا کوئی اسے مرسل کہ سکتا ہے اس کے لئے اگلا عنوان "کفایت اللہ اور مصطلح الحدیث سے جہالت" ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ ہماری یہاں گذارش ہے کہ یہ دلیل آپ کے دعویٰ سے مطابقت نہیں رکھتی، سلیمان بن موسی تابعی ہیں، جب کہ یہاں "الحسین بن محمد" ہیں جن کے بارے میں،

ابن حجر فرماتے ہیں "**ثقه من التاسعة**" (تقریب ۱/۲۱۸)

اورنواں طبقہ "**الصغری من اتباع التابعین**" کا ہے، اب ان کی روایت کو سلیمان بن موسی تابعی جو ارسال کرتے ہیں ان کی مثال میں پیش کرنا کفایت اللہ جیسوں کا ہی کام

ہے۔

نیز مسند احمد کی سند میں ''وینفتل عن یمیه وعن یساره'' کا اضافہ حسین بن محمد نے کیا ہے، جو سفیان سے پہلے کے راوی ہیں، اور اس سے آگے کی سند بیان کردی ہے جس نے اضافہ کیا ہے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ سفیان سے پھر وہی پچھلی والی سند ہے۔

''حدثنا سفیان، عن عبدالملک بن عمیر عن ابی الاوبر عن ابی هریرة''

''حدثنا حسین بن محمد، حدثنا سفیان، وزاد فیه : وینفتل عن یمیه وعن یساره''

[مسند احمد ط المیمنیة : ۲۴۸/۲]

اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے تو کفایت اللہ کو ''سلیمان بن موسیٰ'' سے آگے کی سند بیان کرنی چاہیے تھی کیونکہ زیر بحث روایت میں ''ذبح'' کا اضافہ اسی نے کر رکھا ہے۔ اور اسی کے آگے کی سند نہ ہونے کی وجہ سے ہی علامہ البانی نے بھی فرمادیا ''**یعنی مرسلا لانه لم یذکر اسناده**'' یہ مرسل ہے اس نے سند بیان نہیں کی (الصحیحة ۲۴۷۶).

اس کی مثال ہم دیتے ہیں ''السنن الکبریٰ'' سے ہی تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی رہے:

امام بیہقي ایک روایت بیان کرتے ہیں:

پہلی سند:

''واخبرنا ابو علي الروذباری انبا ابو بکر بن داسة ثنا ابو داود ثنا محمد بن سلیمان الانباري ثنا وکیع عن سعید بن عبدالعزیز عن مولی لیزید بن نمران، عن یزید بن نمران''

اب اس اگلی والی سند میں امام ابوداود سے آگے ۲ رواۃ مختلف ہیں اور روایت میں کچھ اضافہ بھی ہے، پھر ان ۲ رواۃ کے بعد سند اگلی وہی ہے، اس کو اس طرح سمجھیں:

۱) **ابو داود ثنا محمد سلیمان الانباري ثنا وکیع عن سعید...**

۲) **ابو داود، ثنا کثیر بن عبید ثنا ابو حیوة عن سعید باسناده وزاد بعض**

الفاظ.

دوسری سند:

اخبـرنـا ابـوعلي، انبا ابو بكر، ثنا ابو داود، ثنا كثير بن عبيد، ثنا ابو حيوة، عن سعيد باسناده و معناه، زاد: فقال "قطع صلاتنا..." (السنن الکبری للبیهقي ۲/۳۹۰)

قارئین غور کریں، امام ابوداود سے پچھلی اسناد وہی ہے، اور اس کے بعد دو راوی مختلف ہیں جنہوں نے اضافہ کیا ہے یہاں تک حال تو زیر بحث ایام ذبح والی روایت کا بھی ہے یعنی، ابن جریج نے دو رواۃ سے روایت کی ہے:

۱) عمرو بن دینار

۲) سلیمان بن موسی

عمرو بن دینار سے تو سماع کی تصریح کے ساتھ سند بھی آگے تک بیان کر دی ہے، جب کہ سلیمان بن موسی سے سماع کی صراحت نہیں کی نہ آگے کی سند بیان کی۔

جب کہ مثال مذکورہ جو ہم نے بیان کی ہے اس میں امام ابو داود سے اگلے دو رواۃ نے "سعید" تک سند بھی بیان کر دی ہے اور اس سے پچھلی سند بھی سعید سے ہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ سعید کے بعد دوسری سند میں یہ بھی فرما دیا "**باسناده**" یعنی سعید کے آگے پھر وہی سند ہے اور ساتھ میں اضافہ بھی ہے۔

اب ہمارا کفایت اللہ صاحب سے سوال ہے کہ ان کی دی ہوئی مثال میں بھی جس راوی نے اضافہ کیا ہے اس آگے کی سند مذکور ہے اور پھر وہی آگے کی سند سے امام احمد نے براہ راست روایت بھی کر رکھی ہے، جب کہ آپ کی استدلال کردہ روایت میں "سلیمان بن موسیٰ" سے آگے کی سند کہاں ہے؟۔

امام ابن ماجہ نے ایک سند بیان کرتے ہیں:

"حدثنا عبد الرحمن بن ابراهيم، حدچنا الوليد بن مسلم، حدثنا الاوزاعي

باسناده نحوه(سنن ابن ماجۃ ۱/۲۰۷)

ہم اس پر مزید مثالیں بھی دے سکتے ہیں لیکن اسی پر اکتفاء کرتے ہیں تا کہ عام قارئین کو یہ بات سمجھ آ جائے۔

کفایت اللہ اور مصطلح الحدیث سے جہالت:

کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

''اب کیا کوئی شخص یہ کہ سکتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کے دوسرے طریق میں حسین بن محمد نے مرسل بیان کیا ہے؟'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص۱۶)۔

حالانکہ مرسل کی تعریف ہے، خطیب فرماتے ہیں:

''ما یوصف بالارسال من حیث الاستعمال ما راوه التابعي عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم. واما ما رواه تابع التابعي عن النبي صلی الله علیه وسلم فیسمونه المعضل'' (الکفایة فی علم الروایة ۱/۳۸)

جس روایت کو ارسال کے ساتھ موصوف کیا جاتا ہے، بحیثیت استعمال وہ روایت ہے جس کو تابعی نبی ﷺ سے روایت کرے، اور جو تبع التابعی روایت کرے نبی ﷺ سے اسے معضل کہا جاتا ہے۔

کفایت اللہ صاحب سے عرض ہے کہ کیا ''حسین بن محمد'' تابعی ہیں جو آپ مرسل کا سوال کر رہے ہیں؟۔اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کفایت اللہ سنابلی صاحب مرسل کی تعریف سے بھی ناواقف ہیں۔

سند کے مرسل ہونے کے مزید دلائل:

سلیمان بن موسی ارسال کرتا ہے:

سلیمان بن موسی تابعی ہیں اور ارسال کرتے ہیں(جامع التحصیل ۱/۱۹۰)

حدیث مرسل کی تعریف:

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''**والسقط اما ان يكون من مبادی السند من مصنف او من آخره بعد التابعي، او غير ذلک.فالاول : المعلق، والثاني:المرسل**'' (نخبة الفكر ص ۴)

اگر سند مصنف سے ابتداء میں ساقط ہو یا تابعی کے بعد، تو پہلی صورت میں معلق ہے، اور دوسری صورت میں مرسل ہوگی۔

عرض ہے'' **زاد سليمان بن موسى : وذبح، يقول: ايام ذبح، ابن جريج يقوله.**'' سلیمان بن موسی نے اپنے بعد سند کہاں بیان کی ہے؟ اگر یہ مرسل نہیں تو پتا نہیں کفایت اللہ صاحب کے نزدیک مرسل کی تعریف کیا ہے؟۔

سلیمان بن موسی کی مراسیل اور السنن الکبری للبیہقي :

امام بیہقي رحمہ اللہ نے ''سلیمان بن موسی'' کی مراسیل کا اپنی کتاب میں ہی تعاقب کیا ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں ''**عن ابن جريج، عن سيلمان بن موسى مرسلا**''

یعنی ابن جریج نے سلیمان بن موسی سے مرسلاً بیان کیا ہے۔(السنن الكبرى للبيهقى ۷/۸۷۱)

زیر بحث روایت بھی ابن جریج نے ہی بیان کی ہے سلیمان بن موسی سے۔

امام بیہقي رحمہ اللہ نے خود چار دن قربانی کی سلیمان بن موسی والی روایات کو مرسل قرار دیا ہے:

چار دن قربانی کی ایک روایت ''**سليمان بن موسى عن جبير بن مطعم**'' کی سند سے مروی ہے اس کی بابت امام بیہقي رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''**هو مرسل**'' (السنن الكبرى للبيهقى ۷۹۴/۹)

مزید ایک جگہ فرمایہ دوسری سند کے بارے میں ''**الاول المرسل**'' (السنن الكبرى للبيهقى ۲۹۳/۵)

یعنی امام بیہقی کے نزدیک بھی صرف سلیمان بن موسی سے صحیح طرق میں مرسلاً ہی ثابت ہے،

نہ کہ متصل اور یہ بھی ہمارا اصول نہیں بلکہ کفایت اللہ صاحب کا بھی اصول ہے امام بیہقی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''امام بیہقی نے بغیر کسی اور طریق کی پرواہ کئے اسے منقطع قرار دیا گویا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی نظر میں یہ روایت اصلاً منقطع ہی ہے'' (زبیر علی زئی پر رد میں تیسری تحریر ص۴)

علامہ البانی رحمہ اللہ کی وضاحت:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس سند کو مرسل ہی قرار دیا ہے ''**یعنی مرسلا لانه لم یذکر اسناده**'' یعنی یہ مرسل ہے سلیمان بن موسی نے آگے سند بیان نہیں کی (الصحیحة ۲۳۷۶).

اس کے باوجود بھی کفایت اللہ صاحب بضد ہیں کہ یہ روایت ''متصل'' ہے۔

کفایت اللہ سنابلی اپنے اصولوں کی زد میں، سند میں زیادتی:

سلیمان بن موسی نے کسی متصل طرق میں مرفوعاً ''ذبح'' والے الفاظ بیان نہیں کیئے، بلکہ تمام تر طرق میں مرسلاً ہی بیان کیا ہے، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ:

پہلا طریق: سعید بن عبدالعزیز ثقہ نے سلیمان بن موسی تک یہ روایت صحیح بیان کی ہے، جو کہ مرسل ہے اور امام بیہقی نے بھی اسی مرسل تسلیم کیا ہے (مسند احمد ۱۶۷۵۱، السنن الکبری للبیہقی ۵/۲۳۹، ۹/۲۹۵) نیز علامہ البانی نے بھی مرسل تسلیم کر رکھا ہے (الصحیحة ۲۳۷۶)۔

دوسرا طریق: ''**سعید بن عبدالعزیز عن سلیمان بن موسی عن عبدالرحمن بن ابي حسین**'' (البزار ۱۱۲۶، ابن حبان ۳۸۵۴ وغیرهما) کی سند سے یہ روایت مروی ہے، جب کہ اور پر بھی یہی روایت سعید نے ہی سلیمان سے بیان کی ہے مگر اُس میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے بلا واسطہ بیان کی ہے، جب کہ روایت مذکورہ میں سلیمان اور حضرت جبیر کے درمیان ''ابن ابی حسین'' کا واسطہ ہے۔

اس روایت کی تفصیل تو اپنی جگہ پر آئی گی، مگر یہاں جو مقصود ہے اس کو بتانا ضروری ہے۔

پہلا طریق سعید سے دو رواۃ نے بیان کیا ہے:

۱)۔ابوالمغیر ۃ ثقہ

۲)۔ابوالیمان ثقہ ثبت

جب کہ دوسرا طریق سعید سے صرف ایک راوی نے بیان کیا ہے جس میں ''ابن ابی حسین'' کا اضافہ ہے:

۱)۔ابونصر التمار ثقہ

دوسرے طریق یعنی ''ابن ابی حسین'' کے اضافہ والی سند کو علامہ البانی نے شاذ قرار دیا ہے (الصحیحۃ ۲۳۷۶) کیونکہ اس نے اپنے سے ثقہ رواۃ کی مخالفت کر رکھی ہے یہ اضافہ کرنے میں۔ نیز امام بیہقي نے بھی پہلے طرق کو ہی ترجیح دی ہے اس کو ''مرسل'' قرار دے کر یعنی سلیمان سے صرف مرسل ہی یہ طرق درست ہے اس سے آگے نہیں۔ یہی بات علامہ البانی نے بھی کہی ہے امام بیہقي کے حوالہ سے۔

کفایت اللہ صاحب دفاع یزید میں ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں ''عبدالوہاب کے علاوہ تمام رواۃ نے اس سند کو انقطاع کے ساتھ بیان کیا ہے'' (زبیر علی زئی پر رد میں پہلی تحریر ص۶)

ہم بھی یہی کہتے ہیں ''ابن ابی حسین'' والی روایت کو ابونصر کے علاوہ باقی سب نے انقطاع کے ساتھ بیان کیا ہے، لہذا آپ کے اصولوں پر جماعت کی روایت کو منفرد کی روایت پر ترجیح حاصل ہے خصوصاً جب کہ انقطاع کے ساتھ بیان کرنے والے ''ابوالیمان ثقہ ثبت'' ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کفایت اللہ کے اصولوں پر ''ابن ابی حسین'' کا اضافہ مردود ہے۔

تیسرا طریق: ''**سوید بن عبدالعزیزعن سعید بن عبدالعزیز عن سلیمان بن موسی عن نافع بن جبیر**'' (السنن الدارقطني ۲/۲۸۴ وغیرہ) کی سند سے مروی یہ روایت ضعیف ہے سوید بن عبدالعزیز کے ضعیف ہونے کی وجہ سے (تھذیب التھذیب ۲/۲۷۷)۔ امام بیہقي نے بھی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد ضعیف کہا ہے (السنن الکبری للبیھقی ۵/۲۳۹).

چوتھا طریق: ''**ابو معید عن سلیمان بن موسی ان عمرو بن دینار حدثہ عن**

جبير بن مطعم'' (السنن الكبرى للبيهقي ٩/٢٩٦) یہ طریق بھی ضعیف ہے
١)عمرو بن دینار نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایہ۔
٢)احمد بن عیسی ضعیف ہے (تهذيب التهذيب ١/٦٦)۔
پانچواں طریق: **زاد سليمان بن موسى : وذبح، يقول: ايام ذبح، ابن جريج يقوله.** (السنن الكبرى للبيهقى. ٩/٢٦٨) یہ طرق بھی ضعیف ہے اس کی تفصیل ''ابن جریج کا عنعنہ'' میں گذر چکی ہے۔اور یہ سند سلیمان بن موسی تک بھی ثابت نہیں۔
الغرض اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ''سلیمان بن موسیٰ'' والے تمام تر طرق میں صرف مرسل ہی ثابت ہے، جو کہ ثقہ راوۃ نے بیان کیا ہے، اس کے علاوہ اس کو متصلاً سوید ضعیف اور ابونصر ثقہ نے بیان کیا ہے اور ابونصر نے اپنے سے اوثق رواۃ کی مخالفت کر رکھی ہے جو کہ کفایت اللہ کے اصول پر سند میں زیادتی کی بنا پر مردود ہے۔

کفایت اللہ صاحب کی ہوشیاری:

جب کفایت اللہ صاحب کو سلیمان بن موسی سے آگے سند نہیں ملی، تو علامہ البانی رحمہ اللہ کا تعاقب کرنے کے لئے یہ کہ کر جان چھڑائی ''اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض طرق میں پوری صراحت کے ساتھ ملتا ہے کہ ابن جریج کے استاذ سلیمان بن موسی نے اس حدیث کو نافع بن جبیر سے موصولاً روایت کیا ہے چنانچہ:
امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ) نے کہا:

حدثنا يحيى بن محمد بن صاعد نا احمد بن منصور بن سيار نا محمد بن بكير الحضرمى نا سويد بن عبدالعزيز عن سعيد بن عبدالعزيز التنوخى عن سليمان بن موسى عن نافع بن جبير بن مطعم ...
. اس سند میں غور کریں یہاں واضح طور پر سلیمان بن موسی، نافع بن جبیر سے یہی حدیث موصولاً روایت کر رہے ہیں۔''
مزید فرماتے ہیں ''یہ بھی معلوم ہوا کہ سنن دارقطنی وغیر میں سلیمان بن موسی سے سوید کی

روایت صحیح ہے گر چہ وہ متکلم فیہ ہیں'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۱۷)
مختصراً عرض ہے کہ یہ روایت سوید کی بنا پر ضعیف ہے اس پر تفصیل آگے آرہی ہے خود امام بیہقي نے بھی اسے سوید کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے (السنن الکبری للبیھقی ۵/۳۹۲).
نیز کفایت اللہ کے اصول زیادۃ ثقہ پر بھی کیونکہ یہ اضافہ ضعیف راوی نے کر رکھا ہے اس کے مقابلے میں ثقہ راویان نے مرسلاً بیان کیا ہے۔
کفایت اللہ صاحب کو داد دینی پڑے گی، ان کے اندر سے اللہ تعالی کا خوف ختم ہوگیا ہے جبھی اپنی مرضی کے مطابق جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی کو ''متکلم فیہ'' کہ کر اس کی روایت کو رد کردینگے، اور اپنی مرضی کے مطابق جمہور کے نزدیک ضعیف ومتروک راوی کو ''متکلم فیہ'' کہ کر اس کی روایت کو صحیح کہ دینگے۔
چونکہ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے، اس لئے ہم ان کی دوغلی پالیسی کا بیان بھی کرینگے اور ساتھ ساتھ اس سند میں ''سوید بن عبدالعزیز'' پر تبصرہ بھی کریں گی تا کہ پتہ چل سکے یہ روایت بھی ضعیف ہی ہے۔

کفایت اللہ سنابلی کی دوغلی پالیسی:

جمہور کے نزدیک ثقہ راوی کی روایت ضعیف:

جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ''منہال بن عمرو'' کے بارے میں ڈاکٹر عثمانی برزخی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کفایت اللہ نے ان کی روایت کے بارے میں لکھا:
''**یہ گرچہ صدوق ہیں بخاری کے رجال میں سے ہیں مگر متکلم فیہ ہیں** متعدد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے۔۔۔عام حالات میں موصوف معتبر ہیں لیکن موصوف کے ایسے تفردات قابل قبول نہیں ہوں گے جن میں غلطی کا قوی احتمال ہو'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۵۳)۔
منہال بن عمرو جس کی توثیق بیس کے قریب محدثین نے کر رکھی ہے، اس کو ''متکلم فیہ'' قرار دے کر کفایت اللہ صاحب رد کر رہے ہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تین دن قربانی والی روایت کا راوی ہے۔

منہال بن عمرو کی توثیق اوراس پر بعض کی جرح اوراس کے جوابات کے لئے شیخ ابو یحیی نور پوری حفظہ اللہ کا مضمون ''حدیث عود روح اور ڈاکٹر عثمانی کی جہالتیں'' ماہنامہ السنہ جہلم شمارہ ۴۹ تا ۵۴ صفحہ ۶۴ تا ۹۲ تک ملاحظہ فرمائیں، جس میں اس پر جرح کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ شیخ ابو یحیی نور پوری حفظہ اللہ نے راقم کو یہ اپنا مضمون طبع ہونے سے پہلے ہی ارسال کر دیا تھا۔ **جزاه الله خيراً.**

رہا کفایت اللہ کا یہ کہنا منہال بن عمرو کے بارے میں کہ ''مگر متکلم فیہ ہیں'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۵۳) باطل ومردود ہے،

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''**المنهال بن عمرو تكلم فيه بلاحجة**'' منہال بن عمرو پر جرح بلا دلیل ہے (هدى السارى ۱/۴۶۴).

جمہور کے نزدیک ضعیف راوی کی روایت صحیح:

کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں: ''یہ بھی معلوم ہوا کہ سنن دارقطنی وغیر میں سلیمان بن موسی سے سوید کی روایت صحیح ہے گرچہ وہ متکلم فیہ ہیں'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۱۷)۔

سوید بن عبدالعزیز پر محدثین کرام کی جروحات،

جارحین:

۱) امام احمد ''**متروك الحديث**'' (العلل ۳۱۲۶)

۲) امام بخاری فرماتے ہیں ''**عنده مناكير انكرها احمد**'' (تاريخ الكبير ۴/۲۸۲)

نیز کہا ''**في حديثه نظر، لايحتمل**'' (كتاب الضعفاء ص ۵۳)

۳) امام نسائی ''**ضعيف**'' (الضعفاء والمتروكين ۲۵۹)

۴) ابوحاتم الرازی ''**لين الحديث، في حديثه نظر**'' (الجرح والتعديل ۴/۲۳۸)

۵) یحیی بن معین فرماتے ہیں ''**وسويد ليس بشيء**'' (ايضاً وسنده صحيح)

۶) ابن سعد فرماتے ہیں ''**كان يروي احاديث منكرة**'' (طبقات ابن سعد ۴/۴۷۰)

۷)۔ یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں ''**ضعيف الحديث**'' (المعرفة والتاريخ ۱/۲۸۷)

۸)۔ابوزرعۃ الرازی ذکرہ في (الضعفاء ۲/۶۲۳)

۹)۔امام العقیلي ذکرہ في(الضعفاء ص ۸٦)

۱۰)۔ابن جوزی ذکرہ في (الضعفاء ۲/۴۷)

۱۱)۔امام بغوی فرماتے ہیں ''لین'' (معجم الصحابة للبغوي ۱/۳۱٦)

۱۲)۔ابن عدی فرماتے ہیں ''**وعامة حديثه مما لا يتابعه الثقات عليه وهو ضعيف**'' (الكامل لا بن عدى ۳/۱۲٦۳) یعنی اس کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۱۳)۔امام ابن شاہین ذکرہ في (تاريخ اسماء الضعفاء والكذابين ۱/۱۰۴) ۔

۱۴)۔ابن القیسرانی فرماتے ہیں ''**وهو متروك الحديث**'' (ذخيرة الحفاظ ۲/۸۳۸)

۱۵)۔حافظ ذہبی نے (ديوان الضعفاء ص ۱۸۲، ميزان الاعتدال ۲/۲۵۱) میں اقوال جرح کے ساتھ نقل کیا ہے، نیز ایک جگہ بطور تنبیہ فرمایا ''**ولم يثقه الا دحيم فقط**'' اس کو دحیم کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا (معرفة القراء الكبار على الطبقات والاعصار ۱/۹۰) مزید فرمایا ''**متروك**'' (تلخيص المستدرك ۴/۱۴۹)

۱٦)امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''**وهو رجل ليس بالحافظ ولا يحتج به اذا انفرد بحديث**'' (البحر الزخار مسند البزار ۸/۳۱۰)

۱۷)امام ہیثمی فرماتے ہیں ''**وفي اسناده سويد بن عبدالعزيز وهو متروك**'' (مجمع الزوائد ۱/۱)

۱۸)امام بیہقی فرماتے ہیں ''**ضعيف بمرة لا يقبل منه ما تفرد به**'' (السنن الكبرى للبيهقي ۴/۵۲۱)

۱۹)ابن حبان فرماتے ہیں ''**كان كثير الخطا فاحش الوهم حتى يجى في اخباره من المقلوبات اشياء تتخايل الى من سمعها عملت تعمدا**''

یہ کثیر الخطاء فاحش وہم کا شکار تھا، حتی کے اس کی روایات میں مقلوبات چیزیں داخل ہونے

لگی، اور یہ انہیں ایسے بیان کرتا تھا گویا کہ اس نے یہ روایات خود سنی ہیں اور یہ ایسا جان کے کرتا تھا(المجروحین ۱/۳۵۰)

۲۰) حافظ ابن حزم نے فرمایا "**مذکور بالکذب**" (المحلی ۱۰/۳۱۴)

۲۱) امام نووی فرماتے ہیں "**وسوید بن عبد العزیز ضعیف باتفاق المحدثین**" محدثین کا سوید کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے(المجموع ۶/۴۸۷)

۲۲)۔حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "**وھو ضعیف**" (تلخیص الحبیر ۳/۴۸۱)

۲۳) حافظ ابن رجب فرماتے ہیں "**وسوید ونوح، ضعیفان**" (فتح الباری لابن رجب ۲/۲۳)

۲۴). البوصیری "**سوید بن عبد العزیز وقد ضعفوه**" (مصباح الزجاجة ۲/۲۱۴)

۲۵) ابن الملقن فرماتے ہیں "**في الاول سوید بن عبد العزیز الدمشقي قال احمد : متروک**" (البدر المنیر ۹/۴۱۱)

۲۶). مناوی فرماتے ہیں "**لان فیه سوید بن عبدالعزیز متروک**" (فیض القدیر ۱/۴۷۰)

☆امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب (العلل الکبیر ۳۶۴) میں لکھا ہوا ہے "**سوید بن عبدالعزیز رجل کثیر الغلط في الحدیث**". لیکن چونکہ یہ کتاب ثابت نہیں اس لئے ہمارا استدلال اس سے نہیں۔

اس جم غفیر کی تحقیق کے مقابلے میں اس کی توثیق کی درج ذیل نے کی ہے:

معدلین:

۱)ابن حبان ذکرہ في (کتاب الثقات ۶/۴۴۱).

یہ ان کا تساہل ہے خود ابن حبان نے اس پر "**کان کثیر الخطا فاحش الوھم**" (المجروحین ۱/۳۵۰) کی شدید جرح کر رکھی ہے۔

۲) نیز امام حاکم نے اس کی حدیث کو "صحیح" کہا ہے (مستدرک الحاکم ۴/۱۴۹)۔

امام حاکم مشہور متساہل ہیں، اس تصحیح پر تعاقب کرتے ہوئے حافظ ذہبی نے کہا "**سوید بن عبدالعزیز متروک**" (تلخیص ۱۴۹/۴)

۳)۔ حافظ ابن خزیمہ نے اس کی حدیث کو اپنی (صحیح ۴۸۰) میں ذکر کیا ہے۔

یہ بھی ان کا تساہل ہے جمہور کے نزدیک اس ضعیف راوی کی توثیق کی انتہائی عجیب ہے۔

حافظ ابن حجر سے بھی ایسا تسامح ہوا ہے کئی جگہ سوید کو ضعیف کہا ہے ایک جگہ دارقطنی کی روایت جس میں سوید ہے رجال الثقات کہ گئے (فتح الباری ۸/۱۰).

بعض لوگوں نے امام دحیم کی طرف قول منسوب کر دیا ہے کہ انہوں نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن ہمیں تلاش کے باوجود باسند صحیح ایسا کوئی قول نہیں مل سکا، اس کے برعکس ہمیں (الجرح والتعدیل ۲۳۸/۴) میں امام دحیم سے ایک قول ملا ہے:

"**سمعت دحيما وقيل له : سويد بن عبد العزيز ممن اذا دفع اليه من غير حديثه قراه على ما في الكتاب؟ فقال : نعم.**"

ابوحاتم فرماتے ہیں میں نے سنا دحیم رحمہ اللہ سے کہا گیا سوید اُن میں سے ہے کہ اس کو کاٹ دیا جائے ان روایات کے علاوہ جو اس نے کتاب سے قراءت کی ہیں؟ امام دحیم نے کہا ہاں۔ اس قول سے جرح ہی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ تعدیل۔

اس لئے اس لئے بعض ائمہ نے لکھا ہے:

امام ہیثمی فرماتے ہیں "**سويد بن عبدالعزيز وقد اجمعوا على ضعفه**" اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے (مجمع الزوائد ۱۴۱/۱)

نیز علامہ نووی نے فرمایا "**وسويد بن عبد العزيز ضعيف باتفاق المحدثين**" محدثین کا سوید کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے (المجموع ۴۸۷/۶)

بلکہ امام ذہبی نے فرمایا "**ولم يثقه الا دحيم فقط**" اس کو دحیم کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا (معرفة القراء الكبار على الطبقات والاعصار ۱۹۰/۱).

یعنی ان کے نزدیک بھی صرف دحیم نے توثیق کی ہے اس کی، لیکن وہ بھی صحیح ثابت نہیں۔ ان

سب کے باوجود کفایت اللہ اس راوی کو متکلم فیہ بتا کر اس کی روایت کی تصحیح کر رہے ہیں۔اور ثقہ راوی کو متکلم فیہ بتا کر اس کی روایت کو رد کر رہے ہیں۔

متن میں زیادت اور کفایت اللہ سنابلی کے اصول:

''زاد فیہ'' کا اصول:

کفایت اللہ صاحب کے نزدیک کسی محدث کا ''زاد فیہ'' کہنے سے روایت کی زیادتی پر تنبیہ مقصود ہوتی ہے اور وہ شاذ و مردود ہوتی ہے، چنانچہ ایک جگہ رقم طراز ہیں:

''امام ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی :۵۷۱ھ) نے بھی ایک مقام پر اسی روایت کو منقطع روایت کرنے کے بعد کہا:

...زاد فيه انا مسلم

...اس میں اس نے ابو مسلم کا اضافہ کر دیا ہے'' (زبیر علی زئی پر رد میں تیسری تحریر ص۵)

ہم نے اختصار کے پیش نظر عربی اور اردو عبارت مختصر نقل کی ہے جو اصل حصہ مقصود ہے خود کفایت اللہ صاحب نے اسے ''سرخ'' رنگ دے رکھا ہے اپنے مضمون میں کیونکہ ان کا استدلال بھی اسی سے ہے۔

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:

''حافظ ابن حجر، امام ذہبی اور امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے صرف ایک طریق میں جو زیادتی پر تنبیہ کی ہے اس سے مقصود یہی ہے کہ یہاں پر یہ زیادتی شاذ ہے یعنی مردود ہے'' (زبیر علی زئی پر رد میں تیسری تحریر ص۵)

جب کہ زیر بحث روایت کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں:

'' **زاد سليمان بن موسى : وذبح، يقول: ايام ذبح، ابن جريج يقوله.**''

یعنی سلیمان بن موسی نے زیاتی کی ہے ''وذبح'' الفاظ کی (السنن الكبرى للبيهقى. ۹/۲۹۸).

یعنی کفایت اللہ کے اصول پر یہ زیادتی شاذ و مردود ہے، نیز ان کا استدلال بھی انہی الفاظ

سے ہے۔

جماعت کی مخالفت کا اصول:

کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

''اکثر کی مخالفت:

ابو العالیہ کے شاگردوں میں سب کے سب نے اس روایت کو اپنے شیخ کے حوالے سے منقطع ہی بیان ہے اوراس کے برعکس صرف اورصرف ایک ہی شاگرد عبدالوہاب نے اسے موصول یعنی متصل بیان کر کے سند میں اضافہ کیا ہے اوراس اضافہ میں ان کا اتنہا ہونا اورابو العالیہ کے اکثر شاگردوں کا اپنے استاذ کے حوالہ سے اسے بالاتفاق بیان کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس روایت کی اصلی شکل منقطع ہی ہے کیونکہ اکثریت کے متفقہ بیان میں غلطی کا احتمال نہیں رہتا'' (زبیر علی زئی پر رد میں تیسری تحریر ص۳۴۔۳۳)

یعنی کفایت اللہ صاحب کے نزدیک زائد بیان کرنا ہی مخالفت ہے، اوراس پر ان کا مضمون ''زیادۃ ثقہ'' پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

اب ہم السنن الکبری للبیہقی کی مذکورہ روایت میں زائد لفظ ''ذبح'' پر تبصرہ کرینگے آیا یہ دوسرے طریق میں ہے یانہیں؟۔

ان النبی ﷺ قال لرجل من غفارقم فاذن انه لا يدخل الجنة الا مومن، وانها ايام اكل وشرب ايام منى (السنن الكبرى للبيهقى. ٩١/٣٦٨)

یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ کئی کتاب احادیث میں مختلف طریق کے ساتھ موجود ہے:

(صحيح مسلم ١٩٢٧، سنن النسائى ٤٩٠٨، سنن ابن ماجه ١٧١٠، مسند احمد ١٥٤٣٠، صحيح ابن حبان ٣٦٠١، سنن الدارمى ١٨٠٧، مسند ابى داود طيالسى١٣٩٥ وغيرهم)

صرف اگر نافع بن جبیر کا طریق دیکھ لیں تو اس سے :

١) عمرو بن دینار (السنن الكبرى للبيهقى. ٩١/٣٦٨)

۲) حبیب بن ابی ثابت (مسند ابی داود طیالسی ۱۳۹۵)
دونوں نے یہ روایت بیان کی ہے مگر کسی نے بھی ''ذبح'' کا اضافہ نہیں کیا، کفایت اللہ صاحب کو اپنے اصول کی پاسداری کرتے ہوئے اس زیادتی کو رد کردینا چاہیے تھا، اتنی غیرت تو مولانا خبیب میں بھی ہے کہ انہوں نے یہ بات تسلیم کی ہے (مقالات اثریہ ص۳۲۷) کہ جماعت کی روایت کو ترجیح ہوگی، لہذا آپ اپنے اصولوں کا اہتمام کرتے ہوئے ان الفاظ پر شاذ کا حکم لگائیں۔

دوسری مرفوع حدیث:

اخبرنا احمد بن الحسین بن عبد الجبار الصوفی ببغداد، حدثنا ابو نصر التمار عبد الملک بن عبد العزیز القشیری فی شوال سنة سبع و عشرین و مئتین، حدثنا سعید بن عبدالعزیز، عن سلیمان بن موسی عن عبد الرحمن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعم قال: قال رسول الله ﷺ :''کل عرفات موقف، وارفعوا عن عرنة، وکل مزدلفة موقف، وارفعو عن محسر، فلکل فجاج منی منحر، وفی کل ایام التشریق ذبح''.

صحابی رسول جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے اور عرنہ سے ہٹ کر وقوف کرو اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے اور وادی محسر سے ہٹ کر وقوف کرو اور منیٰ کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے اور تشریق کے تمام دن ذبح کرنے کے دن ہیں (صحیح ابن حبان ۹/۱۶۶ رقم: ۳۸۵۴ بحوالہ چار دن قربانی کی مشروعیت ص۱۸)

یہ روایت ضعیف ہے اس کی درج ذیل بنیادی وجوہات ہیں:
اولاً: حافظ بزار فرماتے ہیں: ابن ابی حسین نے جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں کی (البحر الزخار ۸/۳۶۴) یعنی یہ سند منقطع ہے۔ نیز ابن حجر نے بھی ان کی تائید کی ہے (التلخیص الحبیر ۳/۲۲۳)

دوم: ابن ابی حسین کی توثیق مطلوب ہے، ہمارے علم کے مطابق صراحتاً ابن حبان کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی بعض نے ادھر اُدھر سے تاویلات کرنے کی کوشش کی ہے لیکن راجح میں ثابت نہیں، بالفرض اگر توثیق ثابت ہو بھی جائے تو کوئی فائدہ نہیں یہ سند منقطع ہے۔

سوم: کفایت اللہ کے زیادۃ ثقہ والے اصول پر سند میں ''ابن ابی حسین'' کا اضافہ مردود ہے۔

چہارم: ابن عدی کا اس کو الکامل میں ذکر کرنا اور کفایت اللہ کا اصول۔

کفایت اللہ کا زیادۃ ثقہ والا اصول اور سند میں ''ابن ابی حسین'' کا اضافہ:

سعید بن عبدالعزیز سے یہ روایت تین رواۃ نے بیان کی ہے:

۱)۔**ابوالمغیر ۃ ثقہ** (السنن الكبرى للبيهقي ٩/٩٤٧)

۲)۔**ابوالیمان ثقہ ثبت** (السنن الكبرى للبيهقي ٩/٩٤٧)

۳)**ابونصر التمار ثقہ** (السنن الكبرى للبيهقي ٩/٩٤٨، ابن حبان وغيرهما)

ابوالمغیر ہ اور ابوالیمان نے سند میں ''ابن ابی الحسین'' کا اضافہ نہیں کیا بلکہ اسے منقطع بیان کیا ہے،

اور ابونصر التمار نے جماعت سے زائد ''ابن ابی الحسین'' کا اضافہ کیا ہے، جو کہ کفایت اللہ کے اصول پر جماعت کی مخالفت ہے اور قابل رد ہے۔

کفایت اللہ دفاع یزید میں فرماتے ہیں:

''کیونکہ یہاں صرف ایک ثقہ روای کی مخالفت ہے، **اور زیر بحث روایت میں تو متعدد ثقات کی مخالفت ہے**'' (زبیر علی زئی پر رد میں پہلی تحریر ص۱۲)

مزید لکھا ''**لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انقطاع کا ازالہ ہو گیا اور مذکورہ روایت صحیح ہو گئی کیونکہ موصول روایت کرنے والے محمد بن طاہر گر چہ ثقہ ہیں لیکن متکلم فیہ ہیں لہذا ثقہ کے خلاف ان کا موصول بیان کرنا غیر مقوبل ہے**'' (زبیر علی زئی پر رد میں پہلی تحریر ص۱۱)

مذکورہ سند میں ''ابن ابی حسین'' کا اضافہ اوراس کوموصولاً بیان کرنا ابونصار التمار کی جماعت کی مخالفت ہے اورآپ کے اصولوں پر یہ اضافہ مردود ہے،لہذا انصاف پسند ہوکراس سند کو منقطع تسلیم کریں۔

امام بزار رحمہ اللہ کی جرح سے انکار:

امام بزار رحمہ اللہ جرح وتعدیل کے ایک مسلمہ امام ہیں آپ کا کسی نے امام جرح وتعدیل ہونے سے انکار نہیں کیا،آپ کا مختصراً تعارف درج ذیل ہے:

ا)ابوالشیخ الاصبھانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وکان احد حفاظ الدنیا راسا فیه، حکی انه لم یکن بعد علی بن المدینی اعلم بالحدیث منه، اجتمع علیه حفاظ اهل بغداد، فتبرکوا من یدیه، وکتبوا عنه''

حفاظ کی دنیامیں سے ایک پختہ حافظ تھے،روایت کیا گیا ہے کہ امام علی بن مدینی کے بعدان سے بڑا کوئی حدیث کا عالم نہیں،ان کے پاس بغداد کے حفاظ جمع ہوتے اوران کے ہاتھوں سے(علم) کی برکت لیتے اوران سے(روایات) لکھتے۔

(طبقات المحدثین باصبهان ٣/٣٨٦)

۲)۔خطیب بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وکان ثقة حافظا، صنف المسند، وتکلم علم الاحادیث و بین عللها''

(تاریخ بغداد ۵/۹۵)

۳)۔ابونعیم الاصبھانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''الحافظ'' (تاریخ اصبهان ١/١٣٨)

۴). علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **''کان حافظ للحدیث''** (المنتظم ۶/۴)

۵) حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **''الیشخ الامام الحافظ الکبیر... صاحب**

المسند الكبير الذي تكلم على اسانيده'' (سير اعلام النبلاء ۱۳/۵۵۴)

۶) الصفدی فرماتے ہیں ''الحافظ صاحب المسند المشهور'' (الوافي بالوفيات ۲/۴۷۰)

نیز جمہور کی توثیق کے مقابلے میں دارقطنی رحمہ اللہ کی جرح مردود ہے، بعض لوگوں نے امام نسائی وغیرہ کی طرف جرح منسوب کردی ہے مگر اس کی صحیح سند مطلوب ہے۔

اس توثیق کے بعد کفایت اللہ کا ثقہ حافظ امام بزار کو اپنی دو غلی اصطلاح میں ''متکلم فیہ'' کہنا مردود ہے (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۲۶)۔

امام بزار رحمہ اللہ جرح وتعدیل کے مسلمہ امام ہیں:

کسی شخص نے بھی امام بزار رحمہ اللہ کی جرح وتعدیل کا انکار نہیں کیا، خصوصاً ان کو متکلم فیہ بتا کر، محدثین میں سے حافظ ذہبی اور حافظ سخاوی نے باقائدہ ائمہ ناقدین پر کتب لکھیں ہیں کہ کون کون جرح وتعدیل کے امام ہیں۔

حافظ ذہبی نے انہیں (ذکر من یعتمد قوله في الجرح والتعديل ص ۲۰۰)، اور حافظ سخاوی نے انہیں (المتكلمون في الرجال ص ۱۰۹) میں ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ائمہ ناقدین میں سے ہیں، اور کفایت اللہ کا ثقہ وصدوق عندالجمھور بزار رحمہ اللہ کی جرح رد کرنا باطل ومردود ہے۔

امام بزار منقطع کہنے میں منفرد نہیں:

کفایت اللہ کا سارا زور اس پر ہے کہ امام بزار اس دعویٰ انقطاع میں منفرد ہیں جب کہ حافظ ابن حجر نے بھی ان کی تائد کر رکھی ہے، چنانچہ ابن حجر اس روایت کے بعد فرماتے ہیں:

''وفي اسناده انقطاع، فانه من رواية عبد الله بن عبد الرحمن بن ابی حسين، عن جبير بن مطعم، ولم يلقه. قاله البزار'' (التلخيص الحبير ۳/۲۲۳)

وفی اسناده انقطاع کا قول ابن حجر رحمہ اللہ کا ہے کیونکہ امام بزار کا قول فقط:

''وابن حسين لم يلق جبير بن مطعم'' (مسند البزار ۸/۳۶۳) ہے، نیز ابن حجر نے

اسے نقل کر کہ اس کی تائید ہی کر دی ہے بغیر کوئی رد کرے۔

کفایت اللہ کے اصول پر ابن حبان رحمہ اللہ بھی متکلم فیہ ہیں:

پہلے بھی ہم کفایت اللہ کی دوغلی پالیسی اور مخصوص اصطلاح (متکلم فیہ) جس میں مرضی کے مطابق ثقہ راوی کو "متکلم فیہ" کہ کر اس کی روایت کو کر رد کر دیا جاتا ہے اور مرضی کے مطابق ضعیف راوی کو "متکلم فیہ" کہ کر اس کی روایت کو قبول کر لیا جاتا ہے۔

جمہور کے نزدیک ثقہ راوی عبدالوہاب بن الثقفی رحمہ اللہ جن کو ۳۰ محدثین کرام نے ثقہ قرار دیا ہے، اس کے مقابلے میں صرف ابن سعد رحمہ اللہ کی جرح موجود ہے دیکھیں تفصیل کے لئے استاذ محترم محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مضمون (رسول اللہ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا یزید ص ۴ تا ۷)

ان ۳۰ محدثین کی توثیق کے مقابلے پر مولوی کفایت اللہ صاحب ابن سعد کے قول کی بنیاد پر عبدالوہاب بن الثقفی کو "متکلم فیہ" قرار دیتے ہیں (زبیر علی زئی پر رد میں پہلی تحریر ص ۱۴)

نیز عبدالوہاب الثقفی پر کفایت اللہ کی جہالت ہے کہ ان پر اختلاط کی جرح لے کر بیٹھے ہیں جب کہ اختلاط کے بعد انہوں نے کوئی حدیث بیان نہیں کی.

کفایت اللہ صاحب کے اس اصول سے واضح ہو گیا کہ بعض کا جمہور کے نزدیک ثقہ راوی پر جرح بھی اس کو متکلم فیہ بنا دیتا ہے۔

لہذا اس اصول پر ابن حبان رحمہ اللہ پر بعض جروحات پیش خدمت ہیں:

۱) حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں "**وربما غلط في تصرفه الغلط الفاحش على ما وجدته**" (طبقات الفقهاء الشافعية ۱۱۵/۱)

۲) ابن عبدالہادی رحمہ اللہ نے بھی ابن حبان پر جرح کر رکھی ہے اور آخر میں ابن صلاح کی جرح کی تائید کی ہے (الصارم المنكى في رد على السبكى ۱۰۵)

۳) عقیدہ کے عالم یحیی بن عمار (المتوفی: ۴۲۲ھ) سے جب پوچھا گیا ابن حبان کے بارے میں تو فرماتے ہیں "**كيف لم اره ونحن اخرجناه من سجستان؟! كان له علم**

كثير، ولم يكن له كبير دين، قدم علينا، فانكر الحدللہ، فاخرجناه من سجستان" (ذم الكلام واهله للهروي ۴/۴۰۲ وسنده صحيح)

یحیی بن عمار کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں "**وكان متصلبا على المبتدعة والجهمية**" آپ بدعتیوں اور جہمیوں پر بڑے سخت تھے (تاریخ الاسلام ۹/۳۸۴)

ہم نے یہاں امام ابن حبان رحمہ اللہ کی جلالت کے پیش نظر اس کا ترجمہ نہیں کیا اور نہ ہی مزید اور دلائل دینے ہیں، صرف اتنا بتانا ہے کہ اگر بعض کی جرح سے کوئی متکلم فیہ ہو جاتا ہے تو پھر ابن حبان رحمہ اللہ بھی اس سے محفوظ نہیں۔ اور کفایت اللہ صاحب کو چاہیے تھا کہ ابن حبان کی بھی تصحیح وغیرہ کا انکار کر دیں اس بنا پر۔

ایک سنہری قول:

شیخ ارشاد الحق اثری فرماتے ہیں: ''کتب جرح و تعدیل سے ادنی واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ بہت کم ثقہ راوی ہیں جن پر جرح کا کوئی کلمہ نہ ہو، اسی طرح بہت کم ضعیف راوی ہیں جن کو کسی نے بھی ثقہ نہ کہا ہو' (اعلاء السنن فی المیزان ۲۳۷۔۲۳۸)

جابر جعفی کی توثیق بھی بعض نے کر رکھی ہے کفایت اللہ صاحب اس کو بھی متکلم فیہ قرار دے کر مرضی کے مطابق اس کی روایت کو ضعیف اور صحیح قرار دیتے رہیں۔

جمہور کی توثیق ہی راجح ہے:

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ''**ابن معين انه يتكلم في الشافعي قلت قد آذى ابن معين نفسه بذلك ولم يلتفت الناس الى كلامه في الشافعي ولا الى كلامه في جماعة من الاثبات كما لم يلتفتوا الى توثيقه لبعض الناس فانا نقبل قوله دائما في الجرح والتعديل ونقدمه على كثير من الحفاظ ما لم يخالف الجهور من اجتهاده. فاذا انفرد بتوثيق من لينه الجمهور او بتضعيف من وثقه الجمهور وقبوله فالحكم لعموم اقوال الائمة لا لمن شذ"** (الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم ص ۳۰)

امام ابن معین نے امام شافعی پر کلام کیا ہے، میں کہتا ہوں ابن معین نے خود اپنے نفس کو نقصان پہنچایا ہے اس سے، کسی نے ابن معین کے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا اور نہ ہی دیگر ثقہ جماعت پر جو کلام کیا ہے انہوں نے، جیسے کہ ان کی توثیق بعض راوۃ پر قبول نہیں کی گئی (جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہیں)، اور بے شک ہم ان کی جرح وتعدیل ہمیشہ قبول کرتے ہیں اور بہت سے حفاظ پر مقدم کرتے ہیں کہ الا یہ کہ ان کا اجتہاد جمہور کے خلاف نہ ہو۔

اگر کوئی ایسے راوی کی توثیق کرے جس کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے یا ایسے کی تضعیف کرے جس کو جمہور نے ثقہ قرار دیا ہے، تو جمہور کی بات قابل قبول ہوگی نہ کے اس کی جس نے ان کی مخالفت کی ہے۔

نیز حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ سرفراز صفدر کا کلام جرح وتعدیل میں جمہور ائمہ کی پیروی کے بارے میں نقل کر کے لکھتے ہیں:

''اہل حدیث کواس سے مکمل اتفاق ہے'' (اہل حدیث کا منہج ص ۵۴)

ابن حبان رحمہ اللہ متساہل ہیں:

کفایت اللہ صاحب نے امام بزار کی جرح کا انکار کرتے ہوئے جن تاویلات کا سہارا لیا ہے، وہ عین امین اوکاڑوی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور ان کی ہر تحقیق اس بات پر گواہ ہے۔ کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

''امام بزار نے عبدالرحمٰن بن ابی حسین اور جبیر بن مطعم کے مابین انقطاع کا دعویٰ کیا ہے تو عرض ہے کہ امام بزار کے اس دعویٰ کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ ابن حبان کے نزدیک یہ سند متصل ہے جیسا کہ ابن حبان نے صحیح ابن حبان کے مقدمہ میں صراحت کردی ہے'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۲۵)

حالانکہ ابن حبان مشہور متساہل ہیں اور ان کی تصحیح سے ان کے نزدیک جو اتصال لازم آتا ہے

جس کی صراحت مقدمہ ابن حبان میں کی ہے، اس سے دیگر محدثین کے نزدیک ایسا کوئی اتصال لازم نہیں آتا۔ابن حبان نے اپنے صحیح کے مقدمہ میں درج ذیل شرائط کا ذکر کیا ہے۔

ا)مدلسین کی معنعن روایات کی سماع کی صراحت:

ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فاذا صح عندي خبر من رواية مدلس انه بين السماع فيه، لا ابالي ان اذكره من غير بيان السماع في خبره بعد صحته عندي من طريق آخر"

میرے نزدیک صحیح ہوتی ہے مدلس کی روایت جب وہ سماع کی صراحت کردے، میں پرواہ نہیں کرتا کہ میں ذکر کروں اس کتاب میں مدلس کی عدم سماع والی روایت بعد اس کے کہ میرے نزدیک اس کی صحت دوسرے طریق سے ثابت ہوجائے۔

(مقدمه صحيح ابن حبان ص ١٦٢)

لہذا کفایت اللہ صاحب کو چاہیے کہ صحیح ابن حبان میں مدلسین کی معنعن روایات سے حجت پکڑ لیں کیونکہ بقول ابن حبان رحمہ اللہ کے انہوں نے صرف وہی روایات ذکر کیں ہیں جن کا سماع ان کے نزدیک ثابت ہے، لیکن کوئی بھی اہل علم اس شاذ موقف کا قائل نہیں سب نے صحیح ابن حبان کی مدلسین کی معنعن روایات پر کلام کیا ہے، تفصیل کے لئے شیخ البانی اور شیخ شعیب وغیرھما کی تحقیق سے مطبوع صحیح ابن حبان ملاحظہ فرمالیں۔

۲۔مختلطین کی قبل از اختلاط روایات:

"فانا نروي عنهم فى كتابنا هذا، ونحتج بما رووا، الا انا لا نعتمد من حديثهم الا ما روى عنهم الثقات من القدماء الذين نعلم انهم سمعوا منهم قبل اختلاطهم" (مقدمه صحيح ابن حبان ص ١٦١)

یعنی مختلطین کی روایات جو اس کتاب میں بیان کی گئی ہیں، وہ ان کے اختلاط سے پہلے کی ہیں۔لہذا کفایت اللہ کو یہ بھی چاہیے کہ تمام مختلطین کی روایات کو صحیح ابن حبان میں اختلاط

سے پہلے کا مان کر قبول کر لے۔اور اسی کے مطابق جب قبل از اختلاط ثابت ہو جائے تو دیگر روایات پر بھی حکم لگائے۔

۳۔کسی ناقل پر جرح نہیں:

ابن حبان نے جہاں سند کے منقطع نہ ہونے کا ذکر کیا ہے وہیں پر یہ بات بھی لکھی ہے کہ ”**ولا ثبوت جرح في ناقليها**“ حدیث کے رواۃ جن سے حدیث بیان کی گئی ہے اس کتاب میں ان پر کوئی جرح نہیں (مدقمه صحيح ابن حبان ص ۱٦۳).

حالانکہ یہ بات بھی واضح ہے کہ ابن حبان کی صحیح میں ضعیف اور متروک رواۃ بھی موجود ہے۔اور کسی اہل علم نے ابن حبان کی اس بات کو قبول نہیں کیا بلکہ متساہل ہی قرار دیا ہے۔

ان سب کے باوجود کفایت اللہ صاحب ابن حبان کے بارے میں لکھتے ہیں ”لیکن اتصال و انقطاع کے فیصلہ میں وہ قطعاً متساہل نہیں بلکہ ایسے معاملات میں وہ متشدد ہیں“ (چاردن قربانی کی مشروعیت ص ۲٦)۔

اب اگر ابن حبان حدیث کی تصحیح میں متساہل نہیں تو پھر کفایت اللہ صاحب کو چاہیے کہ ابن حبان کی ان تمام شرائط کے پیش نظر احادیث پر حکم لگائیں۔

حدیث کو صحیح قرار دینا اور اسناد کو صحیح قرار دینا مختلف باتیں ہیں:

امام ابن حبان نے اپنے مقدمہ ص ۱٦۳ میں اس بات کی بھی صراحت کی ہوئی ہے کہ انہوں نے سوائے دو جگہ کے مکررات کو حذف کر دیا ہے، اور یہی صراحت ایک اور جگہ کی ہے کہ مدلسین کی روایات کا سماع دوسرے طرق سے ثابت ہے، مگر سوال یہ ہے وہ دوسرے طرق کون سے ہیں؟ اور ان کی اسناد میں کیسے رواۃ ہونگے جب کہ جو اسناد ابن حبان نے ذکر کی ہیں جب کہ ان میں سے بھی بعض ضعیف ہیں۔اس لئے ان کے نزدیک حدیث کا صحیح ہونا مذکورہ اسناد کا صحیح ہونا مستلزم نہیں ہوسکتا ان کے پیش نظر کوئی دیگر قرائین ہو جس کی بنیاد پر روایت کو ”صحیح“ کہا ہو، اس لئے یہ بات بھی بعید ہے کہ ان کے نزدیک اس سے اتصال لازم آئے۔خصوصاً جب کہ ابن حبان نے جو صراحت مقدمہ میں کی ہے اور امام بزار کی

جرح کے موجود ہونے کے بعد۔

اسی بات کی طرف امام الزرکشی نے اشارہ کیا ہے ”**ینبغي التامل و النظر بین قولھم ((ھذا حدیث صحیح)) وھذا ((اسناد صحیح)) وبینھما فرق فان الثاني یریدون به اتصال الاسناد و عدم انقطاعه**“(النکت ص۴۹)۔

ان تمام تروجوہات کے بعد اس سے ان کے نزدیک اسناد کا صحیح ہونا مراد لینا بعید ہے۔

امام ابن عدی کا اس روایت کو الکامل میں ذکر کرنا:

کفایت اللہ صاحب کا ایک یہ اصول بھی ہے کہ ابن عدی کا الکامل میں کسی راویت کو ذکر کرنا ان کے نزدیک منکر ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵ھ) نے اس روایت کو منکر روایات میں شمار کیا ہے دیکھئے [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی۔۴/۹۷] (زبیر علی زئی پر رد میں تیسری تحریر ص۴)۔

جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے نہ کوئی ایسا قاعدہ ذکر کیا ہے اور نہ ہی اس روایت کو منکر کہا ہے، جس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک ان کا نزدیک الکامل میں ذکر کرنا ہی اس کے ”منکر“ ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ ابن عدی رحمہ اللہ نے سلیمان بن موسی کی اس ابن ابی حسین والی روایت کو الکامل میں باسند نقل کیا ہے (الکامل ۱۱۱۸/۳) جس سے واضح ہوا کہ یہ روایت کفایت اللہ کے اصول پر ابن عدی کے نزدیک منکر ہے۔

علامہ البانی نے اس سند کو شاذ قرار دیا ہے:

علامہ البانی نے ”ابن ابی حسین“ کے اضافہ کو اس سند میں ثقات کی مخالفت کی بنا پر شاذ قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

”**ان ابا نصر ھذا وان کان ثقة من رجال مسلم، فقد خالف الثقتین المذکورین وفي الوجه الاول، فزاد علیھا وصله بذکر عبد الرحمن بن ابي حسین بین سلیمان بن موسی و جبیر بن مطعم فوصله. فروایة**

شــاذـة‘‘ ابونصر اگر چہ ثقہ مسلم کے رجال میں سے ہیں،انہوں نے ثقات کی مخالفت کر رکھی ہے پہلے طرق میں جو وارد ہوا ہے اس کی،اس میں زیادتی کی ہے اور اس کو موصول بیان کر دیا ہے ’’ابن ابی حسین‘‘ کا اضافہ کر کے سلیمان اور جبیر کے درمیان، یہ روایت شاذ ہے(السلسلة الصحيحة ٢٤٧٦).

ابن ابی حسین کی توثیق کے لئے تاویلات:

حافظ ابن حجر نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے ’’**اخرجه احمد لكن فى سنده انقطاع ووصله الدارقطنى ورجاله ثقات**‘‘ (فتح البارى ١٠/٨)

یعنی دارقطنی کے رجال ثقہ ہیں ’’و‘‘ کہ کر بات ہی الگ کر دی، علامہ البانی اور دیگر جنھوں اس روایت کی تخریج کی ہے ان کو یہ بات تسلیم ہے کہ یہ ’’رجالہ ثقات‘‘ والی بات دارقطنی کی سند کے بابت ہے اور یہ اتنا واضح ہے لیکن کفایت اللہ کی تاویل ملاحظہ فرمائیں:

’’نافع بن جبیر والی موصول روایت کے الفاظ فجاج منی منحر۔۔۔والے الفاظ نہیں ہیں جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جس روایت کے رجال کو ثقہ کہا ہے اس میں فجاج منی منحر۔۔۔ کے الفاظ نقل کئے ہیں کما مضیٰ‘‘ (چار دن قربانی کی مشروعیت ص٢٠)۔

شاید کفایت اللہ صاحب کو احساس نہیں ہوا کفایت اللہ صاحب خود کیا بات لکھ گئے؟، کیونکہ ابن حجر نے تو واضح طور پر مسند احمد اور دارقطنی کی روایت کو ایک ہی قرار دیا ہے ’’**اخــرجــه احــمـد لكن فى سنده انقطاع ووصله الدارقطنى**‘‘ یعنی امام احمد نے اسے بیان کیا ہے لیکن ان میں انقطاع ہے اور امام دارقطنی نے اسے موصولاً بیان کیا ہے۔ جب ابن حجر خود دونوں روایات کو ایک قرار دے رہے ہیں، اس کے باوجود کفایت اللہ صاحب کی تاویل یہ ہے کہ دونوں روایات ہی مختلف ہیں ابن حجر کے نزدیک۔

بلکہ خود ابن حجر نے ابن ابی حسین والی روایت کو منقطع قرار دے رکھا ہے (التلـخيـص الحبير ٣/٢٢٣) پھر وہ اسی روایت کو منقطع کے لئے پیش کریں گا بالکل محال ہے خصوصا انہوں نے موصول ہونے کا ذکر کیا ہے، لیکن وہ سند ضعیف ہے سوید کی وجہ سے اور آپ کا اسے رجال

الثقات کہنا غلط ہے، کیونکہ خود آپ نے سوید کو ضعیف قرار دے رکھا ہے بلکہ یہ آپ کا تسامح ہے۔

تیسری اور چوتھی حدیث:

"اخبرنا ابو سعد المالینی، انبا ابو احمد بن عدی الحافظ، انبا عبدالله بن محمد بن مسلم، ثنا دحیم، ثنا محمد بن شعیب، ثنا معاویة بن یحیی عن الزهری، عن سعید بن المسیب، مرة عن ابی سعید و مرة عن ابی هریرة رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم : ایام التشریق کلها ذبح.

دو صحابہ ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اللہ کے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تشریق کے سارے دن ذبح کے دن ہیں [السنن الکبری للبیهقی ۹/۲۹۹]۔" (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۲۹)

کفایت اللہ نے ایک ہی روایت کو جن کی اسانید بھی ایک ہی ہیں لیکن دو صحابہ سے مروی ہے کو تیسری اور چوتھی حدیث شمار کیا ہے۔

اس حدیث کی اسانید پر خاص جرح مفسر موجود ہے، لہذا یہ ضعیف ہے۔ ائمہ متقدمین نے بالاتفاق اسے غیر محفوظ اور موضوع قرار دیا ہے، متقدمین میں سے کسی نے اسے صحیح قرار نہیں دیا۔ نیز امام زہری نے معنعن بیان کر رکھا ہے، اور معاویہ بن یحیی ضعیف کی روایات ہقل بن زیاد کے علاوہ ضعیف ہوتی ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۱) امام ابن عدی رحمہ اللہ اس حدیث کے راوی ہیں انہوں نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: **"وهذا سواء قال عن الزهري عن سعيد عن ابي هريرة و سواء قال الزهري عن بن المسيب عن ابي سعيد الخدري جميعا غير محفوظين لا يرويهما غير الصدفي"** اور چھاہے صدفی نے **"زهری عن سعید عن ابی هریرة"** کہاہو اور چاہے **"زهری عن بن السمیب عن ابی سعید الخدری"** دونوں اسانید غیر محفوظ ہیں اس کو صدفي کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا (الکامل لا بن

عدی ۶/۴۰۰،السنن الکبری للبیهقی ۹/۴۹۹)
یعنی امام ابن عدی نے خاص صراحت کردی ہے یہ روایت ہی غیر محفوظ ہے، ابن عدی ائمہ متقدمین میں سے ہیں اور خود اس روایت کے راوی بھی لہذا یہ روایت ہی ضعیف ومردود ہے۔اس جرح مفسر کا جواب ان شاءاللہ کفایت اللہ صاحب قیامت تک نہیں دے سکتے۔
۲)امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع اور جھوٹا قرار دیا ہے:
امام صاحب سے جب اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا''ایام التشریق کلها ذبح'' تو آپ نے جواب دیا''هذا حديث موضوع عندي'' یہ حدیث میرے نزدیک موضوع ہے ہمارے سامنے اسے مت پڑھو (علل الحديث لا بن ابي حاتم ۴/۴۹۳).
نیز ایک جگہ اس حدیث کے بارے میں فرمایا ''هذا حديث كذب بهذا الاسناد'' یہ حدیث اس سند کے ساتھ جھوٹی ہے(علل الحديث لا بن ابي حاتم ۳/۲۶۵)
۳)۔امام بیہقی نے بھی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد ابن عدی جرح نقل کی ہے اور خود بھی معاویہ بن یحیی کو ضعیف قرار دیا ہے(السنن الکبری للبیهقی ۹/۴۹۹) جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ روایت ضعیف ہی ہے واللہ اعلم۔

امام زہری کی تدلیس:

کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں'' آپ پر تدلیس کا الزام باطل ہے اس کا کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں ہے، نیز بعض نے انہیں مدلس ماننے کے باوجود بھی ان کی تدلیس کی قلت کے پیش نظر ان کے عنعنہ کو مقبل قرار دیا ہے'' (چاردن قربانی کی مشروعیت ص ۳۰)
اب یہاں دو باتیں ہیں:
۱)امام زہری مدلس نہیں۔
۲) آپ کی تدلیس کو قبول کیا گیا ہے۔
یہ کفایت اللہ کے عدم علم کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے امام زہری رحمہ اللہ کے مدلس ہونے کا انکار

کر دیا ائمہ متقدمین نے ان کو مدلس مانا ہے:

۱)ابوجعفر الطحاوی فرماتے ہیں:''**وهـذا الـحديث أيضا لم يسمعه الزهري عروة، إنـمـا دلـس به**'' اس حدیث میں بھی زہری نے عروۃ سے نہیں سنا، کیونکہ انہوں تدلیس کی ہے (شرح معانی الآثار ۱/۲۷ رقم ۴۲۹)

۲) امام ابوحاتم الرازی ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**الـزهـری لـم يسمع من عرو ة هـذا الـحديث، فلعله دلسه**'' زہری نے یہ حدیث عروہ سے نہیں سنی، شاید زہری نے تدلیس کی ہے۔ (علل الحدیث لابن ابی حاتم ۳/۴۷۰ رقم ۹۶۸)

اور تدلیس مدلس ہی کرتا ہے معلوم ہوا امام زہری امام ابوحاتم کے نزدیک بھی مدلس ہیں۔

۳)امام ترمذی ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں''**هذا حديث لا يصح لأن الزهري لم يسمع هذا الحديث من أبي سلمة**'' (سنن ترمذی:۱۵۲۴)

یعنی یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ امام زہری نے ابی سلمہ سے سماع بیان نہیں کیا۔امام ترمذی نے امام زہری کے ''عن'' کی وجہ اس روایت پر کلام کیا ہے، اور یہاں سے ان کی تدلیس بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ تدلیس کی تعریف یہی ہے کے راوی اپنے استاذ سے ایسی روایت بیان کرے جو اس سے سنی نہ ہو۔اور ابوسلمۃ امام زہری کے استاذ ہیں اور ان کے عنعنہ پر کلام کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے امام ترمذی اور مذکورہ دیگر ائمہ متقدمین کے نزدیک امام زہری مدلس بھی ہیں اور ان کا عنعنہ قابل رد بھی ہے۔

معاویہ بن یحیی الصدفی:

معاویہ بن یحیی الصدفی ضعیف راوی ہے، اور بعض کو یہ دھوکا لگا ہے کہ ان کی روایات تمام شامیوں سے صحیح ہیں جب کہ معاملہ ایسا نہیں۔

۱)امام الجرح والتعدیل الدارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''**مـعـاوية بـن يحيى الصدفي يـكتب ما روي الهقل عنه و يتجنب ما سواه خاصة ما روى عنه اسحاق بن سليمان الرازي**'' معاویہ بن یحیی اس کی حدیث لکھوا کر ہقل اس سے روایت کرے، اور

اس کے علاوہ جو بھی روایت کرے اس سے اجتناب کرو، خاص طور پر اسحاق بن سلیمان الرازی کی روایت سے۔ (الضعفاء المتروکون للدارقطني ۱۳۲/۳)

۲)امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''روی عنه هقل بن زياد احاديث مستقمية كانها من كتاب، روى عنه عيسى بن يونس واسحاق بن سليمان احاديث مناكير كانها من حفظه''

ھقل بن زیاد نے اس سے اچھی احادیث بیان کی ہیں جیسے کہ اس نے کتاب سے بیان کی ہوں، اور عیسی بن یونس اور اسحاق بن سلیمان نے اس سے منکر احادیث بیان کی ہیں جیسے کہ اس نے اپنے حفظ سے بیان کی ہوں (التاريخ الكبير ۳۳۶/۷)

۳)امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

''روی عنه هقل بن زياد احاديث مستقمية كانها من كتاب، وروى عنه عيسى بن يونس واسحاق بن سليمان احاديث مناكير كانها من حفظه، وهو ضعيف الحديث في حديثة انكار'' ھقل بن زیاد نے اس سے اچھی احادیث بیان کی ہیں جیسے کہ اس نے کتاب سے بیان کی ہوں اور عیسی بن یونس اور اسحاق بن سلیمان نے اس منکر احادیث بیان کی ہیں جیسے کہ اس نے اپنے حفظ سے بیان کی ہوں۔ اور یہ ضعیف الحدیث ہے، اس کی احادیث کا انکار کیا گیا ہے (الجرح والتعديل ۳۸۳/۸)

۴)حافظ ابن حبان نے معاویہ بن یحیی الصدفی ابوروح اور معاویہ بن یحیی الاطرابلسی ابو مطیع دونوں کا ترجمۃ خلط ملط کر دیا اور دونوں کو ایک ہی راوی قرار دے دیا:

''معاوية بن يحيى الصدفى الاطرابلسى كنيته ابو مطيع، مولده باطرابلس من سواحل دمشق، يروى ان الزهري، كان على بيت المال بالرى انقتل اليها، وكان كنيته ابو روح، روى عنه عيسى بن يونس و اسحاق بن سليمان منكر الحديث جدا، كان يشترى الكتب ويحدث بها، ثم تغير حفظه فكان يحدث بالوهم فيما سمع من الزهري وغيره فجاء رواية

الراوين عنه: اسحاق بن السيمان وذوية كانها مقلوبة، وفي رواية الشاميين عند الهقل بن زياد وغيره اشياء مستقيمة تشبه حديث الثقات"
معاویہ بن یحیی الصدفی الاطرابلسی اس کی کنیت ابومطیع ہے، یہ طرابلس میں پیدا ہوا دمشق کے ساحلوں پر، اس نے زہری سے روایت بیان کی ہیں۔۔۔اور الروین کے لوگوں نے جو روایات بیان کی ہیں اسحاق بن سلیمان اور اس کے ساتھ کے لوگوں نے وہ سب مقلوب ہیں، اور شامیوں نے جو اس سے روایات بیان کی ہیں ہقل بن زیاد وغیرہ نے وہ مستقیم ہیں اور ثقات کے مشابہ ہیں (المجروحین ۳/۳)

امام ذہبی نے بھی ابن حبان کی اس غلطی کی صراحت کر رکھی ہے کہ انہوں نے دونوں راوۃ کا ترجمہ خلط ملط کر دیا (المغنی فی الضعفاء ۲/۶۶۷)۔

لہذا امام ابن حبان کا یہاں" **وفي رواية الشاميين عند الهقل بن زياد وغيره اشياء مستقيمة**" الہقل بن زیاد کے بعد "وغیرہ" کا اضافہ کرنا غلط ہے جیسے کے واضح ہے ان کا دونوں رواۃ کا ترجمۃ خلط ملط کرنے سے۔ کیونکہ امام بخاری، امام دارقطنی اور ابن ابی حاتم نے صرف ہقل بن زیاد کی روایت کو مستقم کہا ہے اس سے باقی شامیوں کی نہیں۔

اس کے برعکس امام ابن عدی اور ابوحاتم الرازی نے اس کے محمد بن شعیب شامی شاگرد نے جو اس سے زیر بحث روایت بیان کی ہے اس پر سخت جرح کر رکھی ہے، لہذا معاویہ بن یحیی الصدفی ضعیف کی روایت صرف "ہقل بن زیاد شامی" سے مستقیم ہے، اس کے علاوہ امام دارقطنی نے واضح فرما دیا کہ "اجتناب کرو"۔

رہا ابوزرعہ الرازی اور ان کی اقتدا میں ابن حجر کا یہ کہنا کہ:

"**ما حدث بالري والذي حدث بالشام احسن حالا**" (تهذیب الکمال ۲۸/۲۲۵)

تو اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

۱) رای کے لوگوں کے مقابلے میں شامیوں کی روایت کم ضعف والی ہیں، جیسے کہ معاویہ الصدفی فی نفسہ ضعیف روای ہے لیکن اس کی اسحاق وغیرہ سے روایت زیادہ ضعیف ہوتی

ہے۔
۲)اورایک یہ کہ رای کے مذکورہ راوۃ اسحاق اورعیسی کی روایات سے،ہقل بن زیاد شامی کی روایات بہتر ہیں۔
اور یہ دوسرا قول زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہقل بن زیاد بھی شامی ہے،اورابن عدی وغیرہ نے اس کے دوسرے شامی شاگرد کی اس سے روایت پر جرح کر رکھی ہے، نیز امام دارقطنی نے فرمادیا:
''معاویہ بن یحیی اس کی حدیث لکھوا گر ہقل اس سے روایت کرے، اوراس کے علاوہ جو بھی روایت کرے اس سے اجتناب کرو''(الضعفاء المتروکون للدارقطني ۳/۱۳۲) اور اس کی تائید امام بخاری اورابوحاتم الرازی وغیرہما کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

حسن لغیر ہ کا شوشہ:

کفایت اللہ صاحب چونکہ اس حقیت سے آگاہ تھے کے یہ تمام روایات چونکہ ضعیف ہی ہیں اوران کی تاویلات کی حقیقت ایک نہ ایک دن قارئین کے سامنے آنی ہے تو انہوں نے حسن لغیرہ کی عدم حجیت کو''عصر حاضر'' کی بدعت قرار دیا ہے اور کہا ہے''چودہ سو سالہ دور میں کسی ایک بھی عالم نے ایسا موقف اختیار نہیں کیا''(چاردن قربانی کی مشروعیت ص ۲۸)۔
حالانکہ کفایت اللہ صاحب خود پہلے حسن لغیرہ کی شدومد سے مخالفت کرتے تھے اوراس کی عدم حجیت کے قائل تھے اور پہلے یہ مسئلہ تدلیس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کے بھی قائل تھے پھر اچانک شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے بغض وعناد کی وجہ سے اصول بدل گئے، جس پران کی تحریرات گواہ ہیں۔ جہاں تک حسن لغیرہ کی عدم حجیت کا تعلق ہے متقدمین کے کلام سے چونکہ یہ ناواقف ہیں ائمہ متقدمین اس کی حجیت کے قائل نہ تھے تفصیل کے لئے شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کا کتاب الصیحفہ فی الاحادیث الضعیفہ پر مقدمہ دیکھ لیں۔حسن لغیرہ

متقدمین ائمہ کرام سے ثابت نہیں کفایت اللہ کو چاہئے تھا ان روایات کو حسن لغیرہ بنانے کے بجائے حسن لغیرہ کی حجیت پر کچھ لکھتے۔ حسن لغیرہ پر تفصیل کے لئے محدث العصر علامہ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مضامین: الحدیث شمارہ ۸۳، ۸۶، ۸۷ وغیرہ میں ملاحظہ فرمالیں نیز راقم کے مضامین جو مقالات اثریہ کے رد میں استاذ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی نظر ثانی کے ساتھ لکھے گئے ہیں وہ بھی مفید رہیں گیں۔

۱) امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلہ حسن لغیرہ (غیر مطبوع)

۲) امام احمد بن حنبل اور مسئلہ حسن لغیرہ (غیر مطبوع)

۳) امام بخاری اور مسئلہ حسن لغیرہ (غیر مطبوع)

۴) امام ترمذی اور مسئلہ حسن لغیرہ (غیر مطبوع)

۵) ائمہ متقدمین اور مسئلہ حسن لغیرہ (غیر مطبوع)

استاذ محترم رحمہ اللہ کے علیل ہونے اور پھر ان کے انتقال ہو جانے کے بعد یہ مضامین طبع ہونے سے رہ گئے، جو ان شاء اللہ جلد ہم کوشش کریں گے کہ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں آجائیں۔

کتاب کی فصل سوم کا جائزہ:

۱) پہلا اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ:

کفایت اللہ صاحب اپنے پہلے اثر کے بارے میں لکھتے ہیں: ''اس کی سند ضعیف ہے'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۳۴)۔ جب اس کی سند ہی ضعیف ہے تو اس سے استدلال ہی باطل و مردود ہے۔ اس کے مقابلے میں صحیح سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تین دن قربانی کرنا ثابت ہے (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵)۔

۲) دوسرا اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ:

کفایت اللہ نے یہ بے سند اثر نقل کیا ہے (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۳۶)۔

جب کہ کفایت اللہ کا اصول ہے کہ بے سند کے مقابلے میں ضعیف سند والا قول قابل قبول ہے(زبیر علی زئی پر رد میں تیسری تحریر ص ۲۹)اور کفایت اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تین دن والے قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔(چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۵۰)۔

معلوم ہوا کفایت اللہ صاحب دجل وفریب میں اتنا آگے نکلے ہوئے ہیں کہ اپنے بنائے ہوئے اصول کی دن رات مخالفت کرتے ہیں۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں:

''بعض نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف تین دن قربانی کا قول منسوب کیا ہے۔مگر واقعۃ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی کتنے دن تھی اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ سے صحیح سند سے کوئی قول ہمیں نہیں ملا''(چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۴۱)۔

جب امام ابوحنیفہ کی طرف تین دن کا قول منسوب ہے تو پھر حضرت علی والے بے سند قول پر آپ منسوب لکھنے میں اتنے متذبذب کیوں ہیں؟

۳)تیسرا اثر حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ:

امام نووی حضرت جبیر کے کئی سو سال بعد پیدا ہوئے ہیں لہذا یہ بے سند اثر باطل ومردود ہے (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۳۶)

۴)چوتھا اثر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ:

کفایت اللہ کو تسلیم ہے کہ حضرت ابن عمر سے تین دن قربانی کا قول صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے(چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۵۴-۵۵)۔پھر بھی کفایت اللہ صاحب دھوکا دہی سے باز نہیں آتے بلکہ آثار صحابہ میں بے سند ابن عمر رضی اللہ کا قول نقل کر دیا ابن کثیر کے حوالہ سے اور اس کی وضاحت کی بھی زحمت نہیں ہوئی(چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۳۷)۔

جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تین دن قربانی ہی ثابت ہے:

۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (موطا امام مالک ۲/۴۸۷ وسندہ صحیح)
۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ وسندہ حسن)
۳) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ وسندہ صحیح)
۴) سیدنا علی رضی اللہ عنہ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ وسندہ حسن)
تفصیل کے لئے دیکھیں (فتاوی علمیہ جلد ۲ ص ۱۷۵ تا ۱۸۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ والے اثر پر کفایت اللہ کا اعتراض:

"**وما قد حدثنا شعبة، عن قتادہ، عن انس قال "الاضحی یومان بعدہ**" (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ وسندہ صحیح)۔

کفایت اللہ کا اعتراض:

"یہاں امام طحاوی براہ راست امام شعبہ سے روایت کر رہے ہیں" (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۴۸)

یہ کفایت اللہ صاحب کی واضح جہالت ہے کیونکہ محدثین ایک حدیث کے بعد جب دوسری حدیث ذکر کرتے ہیں اگر سند جہاں سے مختلف ہو تو وہاں سے ہی پچھلی سند حذف کر کے آگے کی پوری سند بیان کر دیتے ہیں یا صراحت کر دیتے ہیں، وگرنہ اگر پوری سند وہی ہو تو پوری سند حذف کر کے آگے متن نقل کر دیتے ہیں، اور بعض اوقات جس راوی نے اضافہ کیا ہوتا ہے اس سے آگے کی سند بیان کر کے اشارہ کر دیتے ہیں، کتب احادیث کا تتبع کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں۔ اس کی اپنی ایک تفصیل ہے یہاں ہم نے سمجھانے کے لئے مختصراً عرض کیا ہے۔

اگر یہ سند یہاں منقطع ہے تو کفایت اللہ سے عرض ہے کہ،
آپ نے جو سب سے پہلی مرفوع حدیث پیش کی ہے اپنی کتاب کے (ص ۹) پر تو اس میں

ابن جریج سے پہلے کی سند کہاں ہیں:

"**اخبرنا علی بن احمد بن عبدان، انبا احمد بن عبید، ثنا الحارث بن ابی اسامة، ثنا روح بن عبادة، عن ابن جریج، اخبرنی عمرو بن دینار، ان نافع بن جبیر بن معطم رضی الله عنه اخبره، عن رجل من اصحاب النبی ﷺ ...'. زاد سلیمان بن موسی : وذبح، یقول: ایام ذبح، ابن جریج یقوله.**"

اگر کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں کہ ابن جریج سے پہلے کی سند وہی روح بن عبادہ والی ہے، کیونکہ امام بیہقی نے سلیمان بن موسی کے لئے یہاں کوئی دوسری سند بیان نہیں کی، تو ہمارا جواب بھی یہی ہے کیونکہ امام طحاوی نے:

"**۱۵۷۵ .وما قد حدثنا محمد بن خزیمه قال حدثنا مسلم بن ابراهیم الازدي قال حدثنا هشام الدستوائي عن قتاده عن انس...**

۱۵۷۶ .وما قد حدثنا شعبد عن قتاده عن انس..."(احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ وسندہ صحیح)۔

ظاہر ہے امام طحاوی نے اس سند کو فوراً اس کے بعد نقل کیا ہے اور دونوں کا متن بھی ایک ہی مفہوم کا ہے، اگر شعبہ سے روایت امام طحاوی نے "حدثنا" کے صیغہ کے ساتھ کی ہوتی تو امام طحاوی کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے، کیونکہ جب مدلس بھی "حدثنا" کے ساتھ روایت کرتا ہو تو قبول کر لی جاتی ہے کجا یہ کہ کوئی غیر مدلس سماع کی صراحت کرے۔

اور پھر یہ ایک جگہ نہیں یہ ان کی کتاب کا اسلوب ہے:

۱) " **۶۵۰ . قدحدثنا قال: حدثنا ابن وهب...**" (احکام القرآن للطحاوی ۱/۳۳۲)

یہاں عبداللہ بن وہب جن کی وفات کے کئی سال بعد امام طحاوی پیدا ہوئے ہیں ان سے" حدثنا" کے صیغہ سے روایت کر رہے ہیں، ظاہر ہے یہ روایت امام طحاوی اپنی پچھلی والی سند کو حذف کر کے آگے بیان کر رہے ہیں جس میں "الربیع بن سلیمان" عبداللہ بن وہب کا

شاگرد موجود ہے، ان کی پوری کتاب میں عبد اللہ بن وہاب سے روایت ان کے استاذ کے واسطوں سے موجود ہیں۔

۲). "قد حدثنا قال حدثنا محمد بن ادريس الشافعي..." (احكام القرآن للطحاوی ۱۵۰/۲، ۲۹۹/۲)

یہاں امام طحاوی امام شافعی سے روایت کر رہے ہیں جن کی وفات کے چونتیس (۳۴) سال بعد امام طحاوی پیدا ہوئے ہیں اور وہ بھی "حدثنا" کے صیغہ کے ساتھ، اور یہ روایت دو جگہ موجود ہے۔ جب کہ حقیقت یوں ہے کہ یہ اس کی پچھلی والی سند سے متصل ہے۔ امام طحاوی کے استاذ کے واسطہ سے۔

۳) "قدحدثنا قال حدثنا يحيى بن معين..." (احكام القرآن للطحاوی ۳۰۰/۲)

یہاں یحیی بن معین سے روایت کر رہے ہیں، جب کے یحیی بن معین کی وفات کے بعد امام طحاوی پیدا ہوئے ہیں۔ جب کہ معاملہ قطعاً ایسا نہیں بلکہ امام طحاوی نے اپنے پچھلے استاذ کے ذریعہ یہ روایت بیان کی ہے۔

۴) "قد حدثنا، قال حدثنا يحيى بن حسان" (احكام القرآن للطحاوی ۴۴۹/۱)

یہی معاملہ یحیی بن حسان والی روایت کے ساتھ بھی ہے، الغرض ایسی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں جہاں اسناد ایک ہونے کی وجہ سے یا جہاں سے مختلف ہے اس سے پیچھے حذف کر کے متصل اس کے بعد بیان کر دی جاتی ہے۔

کفایت اللہ صاحب پورے ذخیرہ حدیث سے ایک ایسی مثال پیش کر دیں جس میں غیر مدلس راوی "حدثنا" کے صیغہ سے روایت کرے اور محدثین اس کو منقطع قرار دیں۔ بلکہ اس کے برعکس اگر کوئی محدث انقطاع کا دعویٰ کرتا ہے تو اور کسی طریق میں "حدثنا" یا "سمعت" وغیرہ کے الفاظ مل جائیں تو اس کا سماع ثابت ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری سے مثال:

۱). "وقال رسول الله ﷺ والله، لان يلج احدكم بيمينه فى اهله..."

(صحیح البخاری ۶۶۲۵)

اس کی سند اس سے پچھلی ہی ہے، اور یہاں امام بخاری نے سند حذف کر کے روایت نقل کی ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کی سند نسخہ سے رہ گئی یا یہ منقطع ہے، یہ عجیب مذاق ہے جو کفایت اللہ صاحب نے احادیث وآثار کے ساتھ لگا رکھا ہے۔ اللہ تعالی ہی ایسے جعلی محققین کے شر سے بچائے آمین۔

مزید دیکھیں (صحیح بخاری ۶۹۵۸، ۷۰۳۷ وغیرہ)

مسند احمد سے مثال:

۱) وقال ابن عباس لقد امرنا رسول الله صلى الله عيله وسلم (مسند احمد ۲۹۸۶)

حالانکہ ابن عباس سے پہلے والی سند وہی ہے جو اس سے قبل حدیث نمبر ۲۹۸۵ پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے پہلے کی پوری سند حذف کر کے امام احمد نے مسلسل کئی روایات بیان کی ہیں جن کی سند ایک ہی ہے مگر متن مختلف:

۸۱۱۶ .وقال ابو القاسم صلى الله عليه وسلم...

۸۱۱۷. وقال رسو الله صلى الله عليه وسلم...

۸۱۱۸. وقال رسو الله صلى الله عليه وسلم...

۸۱۱۹. وقال رسو الله صلى الله عليه وسلم...

۸۱۲۰. وقال رسو الله صلى الله عليه وسلم...

۸۱۲۱. وقال رسو الله صلى الله عليه وسلم...

۸۱۲۲. وقال رسو الله صلى الله عليه وسلم...

(مسند احمد۸.۵۷۴/۱۳)

امام احمد نے اس کے بعد بھی کئی صفحات تک ایسی ہی سند حذف کی ہے اور یہ کوئی منقطع سند نہیں بلکہ پچھلی اسناد سے متصل ہیں۔ جو کہ محدثین کا اسلوب ہے۔

کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

''حافظ زبیر علی زئی پر سخت حیرت ہے کہ موصوف نے طحاوی کی اس سند کو بغیر کسی وضاحت کے کیسے صحیح قرار دے دیا'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۴۸)۔

وہ اس لئے کہ شیخ رحمہ اللہ کو نہیں پتا تھا آپ جیسے جاہل لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں جن کو سند تک دیکھنا نہیں آتی۔

نیز دوسری سند سے بھی یہ روایت ثابت ہے جس کے ایک راوی کا تعین کفایت اللہ صاحب نے غلط کر رکھا ہے، اور محمد بن عیسیٰ المدائنی پر جرح کر رکھی ہے (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۴۸-۴۹)

لیکن ان کا یہ تعین غلط ہے کیونکہ (امالی ابن بشران ۴۵۹/۱، مجلس فی روية الله ۱۸۸/۱) میں ''احمد بن محمد بن عیسیٰ'' ثقہ راوی کا تعین موجود ہے۔ لہذا یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ والے اثر پر کفایت اللہ کا اعتراض:

کفایت اللہ کا اس کی سند پر اعتراض ہے کہ ''احمد بن ابی عمران کی توثیق کسی بھی امام سے بسند صحیح ثابت نہیں ہے'' (چار دن قربانی کی مشروعیت ص ۵۰-۵۱)

لیکن یہ بھی ان کی غفلت کا نتیجہ ہے چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں ان کے بارے میں:

''ابن ابی عمران الامام العلامة شيخ الحنفية، ابو جعفر احمد بن ابي عمران موسى بن عيسى البغدادي. الفقيه المحدث الحافظ'' (سیر اعلام النبلاء ۳۳۴/۱۳)

اور ''حافظ'' کلمہ تعدیل میں سے ہے (الموقظة للذهبی ص ۵۵، مقدمة ابن صلاح ص ۲۳، الفية السيوطي ص ۵۸، خلاصة التاصيل لعلم الجرح و التعديل ص ۳۳) اور یہاں یہ تعدیل کے لئے استعمال ہوا ہے محدث کے مقابلے میں، اس کی اپنی ایک تفصیل ہے جس کا یہ موقع نہیں۔ نیز حافظ ذہبی کے نزدیک حافظ راوی کا مرتبہ ثقہ راوی سے اعلیٰ وارفع ہے (الموقظة

للذهبی ص ۵۵). نیز اس روای پر کسی کی جرح موجود نہیں مزید دیکھیں(الثقات ممن لم یقع في الكتب الستة ۱۱۲ /۲)لہذا کفایت اللہ کا یہ اعتراض بھی باطل ومردود ہے والحمد اللہ۔

تیسرا اثر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ:

کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

''یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں ''المنہال بن عمرؤ'' ہیں۔ یہ گرچہ صدوق ہیں بخاری کے رجال میں سے ہیں مگر متکلم فیہ ہیں'' (چاردن قربانی کی مشروعیت ص۵۳)

منہال بن عمرو ثقہ راوی ہیں ان پر بعض کی جروحات باطل ومردود ہیں،آپ بخاری کے راوی ہیں آپ کی توثیق بیس کے قریب محدثین نے کر رکھی ہے،ان پر جرح کا جواب دیتے ہوئے ابن حجر فرماتے ہیں:

:''**المنهال بن عمرو تكلم فيه بلاحجة**'' منہال بن عمرو پر جرح بلا دلیل ہے(هدی الساری ۴۶۴/۱).

الغرض آپ جمہور کے نزدیک زبردست ثقہ راوی ہیں تفصیل کے لئے دیکھیں شیخ ابو یحیی نور پوری حفظہ اللہ کا مضمون ''حدیث عود روح اور ڈاکٹر عثمانی کی جہالتیں'' ماہنامہ السنہ جہلم شمارہ ۴۹ تا ۵۴ صفحہ ۶۴ تا ۹۲ مزید دیکھیں اسی مضمون کا صحفہ ۱۶۔۱۵۔

کفایت اللہ صاحب کا یہ کہنا کہ ''ایسے تفردات قابل قبول نہیں ہوں گی جن میں غلطی کا قوی احتما ہو'' (چاردن قربانی کی مشروعیت ص۵۳)۔

باطل ومردود ہے کیونکہ منہال بن عمرو نے کسی اوثق راوی کی مخالفت نہیں کر رکھی ،کفایت اللہ صاحب اپنی عقل پر اس غلطی کا قوی احتمال بتا کر رد کر رہے ہیں،اس طرح تو پھر کوئی حدیث محفوظ نہیں رہے گی اگر ہر کوئی اپنی عقل سے روایات میں غلطی کے احتمالات ظاہر کرتا رہا، پھر محدثین کا اسے ثقہ کہنا ہی چہ معنی دارد؟۔

خیر یہ تھے کفایت اللہ صاحب کے اعتراضات جس کا ہم نے دلائل کے ساتھ غلط ہونا ثابت کر دیا ہے، نیز اگر ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو دلائل کے ساتھ عرض کریں ان شاء اللہ رجوع

کریں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(۲۴رنوامبر۲۰۱۳ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عدنان السّلفی

کتاب: ”④ دن قربانی کی مشروعیت“ پر ایک نظر

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الکریم ، أما بعد:

قربانی کے دن تین ہیں کے مسئلے پر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے مدلل و محقق اور جامع مضمون تحریر کیا جسے صحیح آثار صحابہ سے مزین بھی کیا۔ آپ کے پیش کردہ آثار پر شیخ کفایت اللہ حفظہ اللہ نے ”④ دن قربانی کی مشروعیت“ نامی کتابچہ میں تنقید کی۔ ہم درج ذیل سطور میں ان کی بے جا تنقید کا جائزہ لیں گے۔ (ان شاء اللہ)

استاذ محترم فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ۴ صحابہ کے آثار ذکر کئے تھے جناب کفایت اللہ حفظہ اللہ نے ان میں سے ۳ پر تنقید کی جبکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو جو کہ (موطا امام مالک ۲/ ۴۸۷: الرقم ۱۰۷۱) وغیرہ میں موجود ہے جناب کفایت اللہ صاحب نے بھی صحیح تسلیم کیا (۴ دن قربانی کی مشروعیت ص: ۵۴-۵۵)

پہلے اثر پر جرح اور اس کا رد

استاذ محترم فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اثر احکام القرآن طحاوی (۲/ ۲۰۶) سے نقل کیا اور کہا تھا: ” **وھو صحیح** “

جناب کفایت اللہ حفظہ اللہ نے اس پر جرح کرتے ہوئے کہا کہ اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ طحاوی اور شعبۃ کے درمیان انقطاع ہے۔

پھر کفایت اللہ صاحب آگے صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں:

” واضح رہے کہ شعبۃ ہی کے طریق سے ابوالقاسم ابن بشران نے بھی نقل کیا ہے چنانچہ ابو القاسم ابن بشران نے کہا:

أَخْبَرَنَا أَحْمَدَ حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ ، نا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ حَيَّانَ

الْـمَـدَائِـنِـيُّ ، نـا مُـسْـلِـمُ بْنُ إِبْرَاهِـيمَ، نا هِشَامٌ ، وَ شُعْبَةَ ، قالا : نا قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَـسٍ، قَـالَ : ((الـذَّبْحُ بَعْدَ النَّحْرِ بِيَوْمَيْنِ)) (الْمَشْيَخَةِ الْبَغْدَادِيَّةِ لأَبِي طَاهِرٍ السِّلَفِيِّ مخطوط ترقيم احمد خضرى ۱۲/۶ نسخة الشاملة)

لیکن یہ روایت سخت ضعیف ہے۔"

پھر اس کے بعد اس سند کے ایک راوی محمد بن عیسی پر جرح نقل کی۔

(۴ دن قربانی کی مشروعیت ص:۴۸،۴۹)

یہ روایت المشیخة البغدادیة (۱/۳۴۳:۷۰۴) الناشر دار الرسالة-القاهرة پر موجود ہے ۔

عرض ہے کہ اس روایت میں ابو احمد حمزہ بن محمد بن عباس سے روایت کرنے والا راوی محمد بن عیسیٰ ہے ہی نہیں جس پر جناب کفایت اللہ صاحب نے جرح نقل کی ہے بلکہ ثقہ امام ابو العباس احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی ہیں۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

یہ روایت اَمالی ابن بشران میں اس طرح ہے:

" أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَمْزَةُ بْنُ مُحَمَّدِبْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ الْحَارِثِ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِبْنِ عِيسَى، ثنا مُسْلِمٌ، ثنا هِشَامٌ، وَ شُعْبَةُ، قالا : ثنا قَتَادَةُ، عَنق أَنَسٍ، قَالَ : ((الذَّبْحُ بَعْدَ النَّحْرِ يَوْمَيْنِ.))"

(أمالي ابن بشران: الرقم ۴۳۲ ، الناشر: دار الوطن، الرياض)

اَمالی ابن بشران میں ہی امام ابن بشران نے الرقم ۶۵۳ پر احمد بن محمد بن عیسی کا پورا نام ذکر کیا ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ أَحْمَدُبْنُ الفضل بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ خُزَيْمَةَ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى الْبِرْتِيُّ الخ.

(أمالي ابن بشران: الرقم ۶۵۳ ، الناشر: دار الوطن، الرياض)

یہ روایت اسی طرح (مجلس املاء لأبي عبد الله محمد بن عبد الواحد بن محمد الدقاق فی رویة اللہ تبارک و تعالٰی: ۲۳۲، الناشر: مکتبة الرشد، الریاض) میں بھی موجود ہے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ اس سند میں احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی ہیں نہ کہ محمد بن عیسیٰ اور ابوالعباس احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی ثقہ امام ہیں۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "احمد بن محمد بن عیسی البرتی ثقة"۔ (تاریخ بغداد ۲۲۱/۶، سیر ۴۰۹/۱۳)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " العَلاَّمَة، الحَافِظ، الثقة." (سیر ۴۰۷/۱۳)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" وكَانَ ثقة ثبتا حجة."(تاریخ بغداد ۲۱۹/۶)

ان کے علاوہ امام ابن حبان (الثقات ۵۱/۸)، امام حاکم (المستدرک ۲۷۸/۱) اور امام ذھبی نے بھی ان کی توثیق کی ہے

اس سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ المشیخة البغدادیة میں محمد بن عیسیٰ ہے تو ممکن ہے یہ کاتب کی غلطی ہو کیونکہ

یہاں احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی ہی مراد ہیں، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ احمد بن محمد بن عیسیٰ البرتی کے استاذوں میں تو مسلم بن ابراہیم موجود ہیں۔ (سیر ۴۰۷/۱۳، تاریخ بغداد ۲۱۹/۶) جن سے احمد بن محمد بن عیسی روایت کر رہے ہیں، لیکن محمد بن عیسیٰ کے استاذوں میں مسلم بن ابراہیم موجود نہیں ہیں۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سیدنا انس سے یہ روایت بسند صحیح ثابت ہے۔ والحمد للہ

دوسرے اثر پر جرح اور اس کا رد

اسی طرح استاذ محترم فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر پیش کیا تھا۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲۰۵/۲)

اس پر جرح کرتے ہوئے جناب کفایت اللہ حفظ اللہ کہتے ہیں:

"یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں المنہال بن عمرو ہیں۔"

"یہ اگرچہ صدوق ہیں بخاری ومسلم کے رجال میں سے ہیں مگر متکلم فیہ ہیں متعدد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ضعفاء کے مولفین نے انہیں ضعفاء میں ذکر کیا ہے عام حالات میں موصوف معتبر ہیں لیکن موصوف کے ایسے تفردات قابل قبول نہیں ہوں گے جن میں غلطی کا قوی احتمال ہو۔ (۴ دن قربانی کی مشروعیت ص:۵۳)

المنہال بن عمرو پر کفایت اللہ صاحب کی کی گئی یہ جرح بلکل بیجا ہے:

موصوف کی اس عبارت میں جو اصول نقل کیا ہے بالکل غلط ہے اور نہ ہی یہ المنہال کا تفرد ہے کہ دوسرے ثقہ راوی اس کے خلاف بیان کرتے ہوں۔ بلکہ باسند صحیح یہی ثابت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ وہ ۳ دن کی قربانی کے قائل تھے۔

شیخ البانی المنہال بن عمرو کے بارے میں کہتے ہیں:

"**و یکفی في رد ذلک انه من رجال البخاري.**" (تحقیق الآیات البینات ص ۸۴)

پھر کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں بہت سی اسانید سے گزر چکا ہے کہ وہ ۴ دن کی قربانی کے قائل تھے ان سے ۳ دن کا قول نقل کرنا بہت ہی عجیب وغریب ہے۔

عرض ہے کہ کفایت اللہ صاحب کا یہ کہنا بہت عجیب وغریب ہے آپ نے پہلے خود ہی تسلیم کیا اس کی سند (ابن عباس سے ۴ دن والا قول) ضعیف ہے (۴ دن قربانی کی مشروعیت ص:۴۴) پھر صحیح کے مقابلہ میں ضعیف کو ترجیح دینا اعجب ہے۔

المنہال بن عمرو کی ۲۰ سے زائد علماء نے توثیق کی ہے۔

المنہال بن عمرو پر کی گئی تمام جرح کا جواب اور تفصیلی توثیق کے لئے حافظ ابو یحییٰ نور پوری حفظ اللہ کا مضمون حدیث عود روح اور ڈاکٹر عثمانی کی جہالتیں ملاحظہ کریں۔

(ماہنامہ السنۃ جہلم شمارہ نمبر ۴۹-۵۴ ص ۵۸-۹۱ پر المنہال بن عمر کا بہترین ترجمہ ہے۔)

تیسرے اثر پر جرح اور اس کا رد

اسی طرح استاذ محترم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر پیش کیا تھا۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵)
اس پر جرح کرتے ہوئے کفایت اللہ صاحب کہتے ہیں:
''اس سند میں کئی علتیں ہیں طوالت کی وجہ سے ایک ہی نقل کرتے ہیں طحاوی کے استاذ احمد بن ابی عمران کی کسی نے بھی توثیق نہیں کی۔ (۴ دن قربانی کی مشروعیت ص:۵۰،۵۱ ملخصا)
اس کے بعد کہتے ہیں کہ اس کی توثیق صرف ابن یونس المصری سے منقول ہے لیکن ابن یونس کی توثیق کی سند جو تاریخ بغداد میں ہے اس میں ۲ راوی مجہول ہیں۔ (۴ دن قربانی کی مشروعیت ص:۵۱)
علم حدیث سے شغف رکھنے والے علماء جانتے ہیں کہ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں جو روایات لاتے ہیں ان کے خاص موارد ہیں جو کہ علماء نے جمع کیے ہیں جیسا کہ (موارد الخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد) للشیخ اکرم ضیاء العمری جزاہ اللہ خیرا، نے ان کو جمع کیا ہے۔
اور جن علماء سے یہ ثابت ہو کہ وہ خطیب بغدادی کے موارد میں سے ہیں (یعنی خطیب ان کی کتب سے نقل کرتے ہیں) تو بالفرض اگر مورد سے خطیب تک سند درست نہ بھی ہو تو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔
اور ابن یونس المصری خطیب کے موارد میں سے ہیں اور خطیب ان کی کتب سے نقل کرتے ہیں۔
مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: ''موارد الخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد، للشیخ العمری''
مزید دلی تشفی کے لئے پڑھئے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''أحمَدُ بْنُ ابي عِمْرَانَ مُوسَى بْنِ عِيسَى أَبُو جَعْفَرِ الْبَغْدَادِيُّ.
كَانَ مِنْ أَكَابِرِ الْحَنفِيَّةِ، تفَقَّهَ عَلى مُحَمَّدِ بْنِ سَمَاعَةَ وَ هُوَ أُسْتَاذُ أَبي جَعْفَرِ الطَّحَاوِيِّ وَكَانَ ضَرِيرًا، سَمِعَ الْحَدِيْثَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْجَعْدِ وَغَيْرِهِ وَ قَدِمَ مِصْرَ فَحَدَّثَ مِنْ حِفْظِهِ وَ تُوُفِّيَ بِهَا فِي الْمُحَرَّمِ مِنْ هَذِهِ السَّنَةِ وَ قَدْ وَثَّقَهُ

ابْنُ يُونُسَ فِيْ " تاريخ مِصْرَ" (البدایہ والنہایہ ۱۴/۲۵۳)

اس سے ثابت ہوا کہ امام ابن کثیر نے یہ توثیق ان کی کتاب سے نقل کی ہے۔

اسی طرح بدرالدین العینی رحمہ اللہ اپنی کتاب **مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار ۱/ ۳۹** پر کہتے ہیں:" **و ذكره ابن يونس في تاريخ مصر ، ووثقه** "

اسی طرح قاسم بن قطلو بغا نے ان کو اپنی کتاب:" **الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة**" (۲/۱۱۲) پر نقل کیا ہے اور تاریخ بغداد سے ابن یونس کا قول نقل کیا ہے:

" **كان مليئًا من العلم، حسن الدّراية بالوان من العلم كثيرة، و كان ضرير البصر، و حدث بحديث كثير من حفظه ، و كان ثقة** " پھر کہتے ہیں:" **قلت: هذا لفظ ابن يونس في " تاريخ الغرباء** "

اسی طرح امام سیوطی اپنی کتاب حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ (۱/۴۶۳) پر کہتے ہیں: " **أحمد بن أبي عمران موسى بن عيسى البغدادي الإمام أبو جعفر الفقيه قاضي الديار المصرية، من أكابر الحنفية، تفقه على محمد بن سماعة، و حدث عن عاصم بن علي و طائفة ، و روى الكثير، وهو شيخ الطحاوي . مات في المحرم سنة خمس و ثمانين و مائتين بمصر، وثقة ابن يونس في تاريخه .** "

اس سے ثابت ہوا کہ احمد بن ابی عمران کی توثیق ابن یونس المصری نے کی ہے۔

احمد بن ابی عمران امام طحاوی کے مشہور استاذوں میں سے ہیں اور ان سے مشکل الآثار میں بھی بہت سے اقوال نقل کرتے ہیں، احادیث کے رفع اشکال وغیرہ کے لئے۔

احمد بن ابی عمران کی بہت سارے علماء نے تعریف نقل کی ہے۔

جبکہ کسی کی ان پر جرح منقول نہیں ہے۔

اور اس اثر کی سند صحیح ہے۔

شیخ کفایت اللہ صاحب کی طرف سے پیش کردہ آثار صحابہ

شیخ کفایت اللہ کی جانب سے پیش کردہ پہلے اثر کا جائزہ

سب سے پہلے کفایت اللہ صاحب نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر پیش کیا اور خود تسلیم کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔(۴ دن قربانی کی مشروعیت ص:۳۴)

اس اثر کی سند میں جو السنن الکبریٰ (۹/۲۹۹) سے پیش کی گئی اس میں **طلحہ بن عمرو الحضرمی** متروک ہے۔(تقریب التہذیب:۳۰۳۰)

لطیفہ: اس بات سے قطع نظر کہ ضعیف کثرت طرق (ایسے سب طرق جن میں ضعف ہو) سے حسن ہوتی ہے یا نہیں، یہ بات بہت ہی عجیب ہے جو کفایت اللہ صاحب نے کی:

(امام السیوطی رحمہ اللہ نے کہا: عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالی نے جن معلوم دنوں میں قربانی کا حکم دیا ہے) ان معلوم دنوں سے مراد یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) کے بعد تین دن (۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ کے دن) ہیں۔ [الدر المنثور ۶/۳۷])(۴ دن قربانی کی مشروعیت ص:۳۵)

اور عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم سے تو بغیر سند کے سیوطی نے نقل کیا، اس کو نقل کر کے کہتے ہیں

(لیکن ان تینوں سندوں تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی کیونکہ عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم کی دستیاب کتب میں یہ روایت موجود [نہیں] ہیں۔

تاہم اس کثرت طرق کی بنیاد پر یہی ظن غالب آتا ہے کہ چار دن کی قربانی کی کوئی نہ کوئی اصل عبداللہ بن عباس سے ضرور ہے)۔(۴ دن قربانی کی مشروعیت ص:۳۵)

بریکٹ میں موجود الفاظ سیاق کے متقاضی ہیں شاید کمپوزنگ میں رہ گئے ہیں نہیں کا اضافہ ناقل کی طرف سے ہے۔

ممکن ہے ان تینوں کتب میں جو سند ہو اس میں ضعف اس (السنن الکبری والی سند سے) بھی زیادہ شدید ہو یا ممکن ہے کوئی اور کذاب یا متروک راوی ہو۔

جیسا کہ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بچہ کے کان میں اذان دینے والی روایت کو امام ابن القیم رحمہ اللہ کے **الجامع لشعب الایمان** سے ذکر کردہ ایک طریق کی بنا پر اپنی بعض کتب میں حسن کہا لیکن جب **الجامع لشعب الایمان** طبع ہوئی تو پتا چلا کہ وہ سند تو موضوع ہے تو شیخ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تحسین سے رجوع کر لیا، تفصیل کے لئے دیکھئے

(سلسلة الضعيفة ۱/۴۹۳، ۱۳/۲۷۲)۔

نوٹ: جن علماء نے یہ کہا ہے کہ ضعف خفیف دوسرے طرق سے زائل ہو جاتا ہے اور روایت کو تقویت حاصل ہوتی ہے تو عرض ہے کہ (متروک) راوی کی روایت تو شواھد اور متابعات میں بھی فائدہ نہیں دیتی اور شیخ کفایت اللہ حفظہ اللہ کی طرف سے پیش کردہ اثر ابن عباس کی سند کا راوی متروک ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قلت : هذا رای السخاوی ، و لا نراه صوابا ، لان شرط تقوی الحدیث بکثرة الطرق ، وهو خلوها من متروک او متهم " (تمام المنة ۳۱۰)

امام سیوطی لکھتے ہیں:

" اذا قالوا متروک الحدیث او واهیة او کذب فهو ساقط العدالة لا یکتب حدیثه و لا یعتبر به ، ولا یستشهد " (تدریب الراوی ۱/۲۹۵)

شیخ کفایت اللہ کی جانب سے پیش کردہ ۲، ۳، ۱۴ اثر کا جائزہ

بہت افسوس کا مقام ہے کہ کفایت اللہ صاحب جیسا عالم جوائمہ کے رجال کے بارے میں وارد اقوال کی بھی سند تلاش کرتے نظر آتے ہیں وہ سیدنا علی کا اثر (**کنز العمال**) جبیر بن مطعم کا (**شرح مسلم**) اور ابن عمر (جن سے سلسلۃ الذہب سے قربانی کے ۳ دن

منقول ہیں۔ موطأ امام مالک (۲/ ۴۸۷)) کا اثر (تفسیر ابن کثیر) سے بے سند پیش کر رہے ہیں کہ ۴ دن ہیں ایام قربانی۔

حیرت ہے کہ جناب کفایت اللہ صاحب اپنی اسی کتاب میں چند صفحات قبل ابن یونس المصری کی احمد بن ابی عمران کے بارے میں وارد توثیق کو اس لئے غیر ثابت کہہ رہے تھے کی ان کے مطابق اس قول کی سند میں ۲ راوی مجہول ہیں (۴ دن قربانی کی مشروعیت ص:۵۱) حالانکہ یہ قول ثابت ہے

اور یہاں پر ۳ صحابہ (سیدنا علی، سیدنا جبیر بن مطعم، سیدنا ابن عمر) سے بے سند بات جس کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں پیش کر رہے ہیں۔ فیاللعجب

آگے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں صفحہ ۵۵ (لیکن گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے کہ انہیں کی طرف ۴ دن قربانی کا قول بھی منسوب ہے ممکن ہے آپ نے بعد میں رجوع فرماتے ہوئے حدیث کے موافق اپنا موقف بدل لیا ہو)

قربان جایئے کیا استدلال ہے۔!!

سلسلۃ الذہب سے سیدنا ابن عمر سے جو ثابت ہے (موطا امام مالک ۲/ ۴۸۷: الرقم ۱۰۷۱) اس کے مقابلہ میں بے سند بات سے یہ ستدلال اس کے بارے میں تو بس یہی کہا جا سکتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (المائدۃ:۸)

بعد میں ان شاء اللہ یہ بھی ثابت کیا جائے گا کہ جس مرفوع حدیث کی طرف جناب کفایت اللہ صاحب کا اشارہ ہے وہ روایت بھی اپنی تمام اسانید کے ساتھ ضعیف ہے اور اس روایت کی کوئی سند بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

ثابت ہوا کہ آثار صحابہ میں کسی سے بھی ۴ دن والہ قول صحیح سند سے منقول نہیں، جبکہ اس کے مقابلہ میں ۳ دن والے آثار صحیح سندوں سے ثابت ہیں۔ والحمد للہ